ترویح العینین فی ردّ نور العینین

ترکِ رفع یدین پر

ایک تاریخی دستاویز

500 سے زائد کتب اور قلمی مخطوطات سے ماخوذ ● محدثین کرام کے آراء سے مزین ●
اسماء الرجال، حدیث اور اصولِ حدیث کا ذخیرہ ترکِ رفع یدین پہ
تمام اعتراضات کا تحقیقی جواب

تالیف: فیصل خان

باہتمام: پروفیسر ذوالفقار حسین

دار التحقیق فاؤنڈیشن
راولپنڈی
Mobile:0322-5086677
0334-5086677

ترويح العينين فی ردّ نور العينين

پر

ترکِ رفع یدین

ایک تاریخی دستاویز

500 سے زائد کتب اور قلمی مخطوطات سے ماخوذ محدثین کرام کی آراء سے مزین

اسماء الرجال ⊙ حدیث اور اصولِ حدیث کا ذخیرہ ⊙ ترکِ رفع یدین پر

تمام اعتراضات کا تحقیقی جواب

تالیف: فیصل خان

باہتمام: پروفیسر ذوالفقار حسین

دار التحقیق فاؤنڈیشن

راولپنڈی

Mobile:0322-5086677
0334-5086677

2012ء

باراول.....................1100

ہدیہ.....................400

زیرِ اہتمام..................نجابت علی تارڑ

«لیگل ایڈوائزرز»

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

«ملنے کے پتے»

اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی 051-5536111

احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی 051-5558320

مکتبہ بابا فرید چوک چشتی قبر پاکپتن شریف 0301-7241723

مکتبہ قادریہ پرانی سبزی منڈی کراچی 0213-4944672

مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی 0213-4219324

مکتبہ غوثیہ ہول سیل کراچی 0213-4926110

مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی 0213-2216464

مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد 041-2631204

مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد 0333-7413467

مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد 0321-3025510

مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ گوجرانوالہ 055-4237699

مکتبہ المجاہد بھیرہ شریف 048-6691763

رانا بک کمپنی کمیٹی چوک اقبال روڈ راولپنڈی 051-5541452

مکتبہ فیضان سنت بوہڑ گیٹ ملتان 0306-7305026

مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ 0321-7083119

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس حقیر کوشش کو

محدث فقیہ الامت امام اعظم

نعمان بن ثابت ابوحنیفہؒ

کے نام انتساب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں

جن کے باطنی فیوضات سے

بندہ ناچیز کو مطالعہ حدیث کا شوق ہوا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

خادم اہلسنت والجماعت

فیصل خان

(راولپنڈی)

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ و السلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین محمد و علی الہ و صحبہ اجمعین.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون. بے شک ہم ہی نے اس قرآن کو نازل کیا اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ تا قیامت دین متین کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ اور وہ مسبب الاسباب ذات مختلف اسباب اور ذرائع سے اس دین حق کی حفاظت کرتی رہی ہے اور قیامت تک کرتی رہے گی۔ اور وہ ذات اپنے دین کی حفاظت کے لیے کسی کی محتاج نہیں ہے۔ وہ ذات جب بھی چاہتی ہے کسی سے بھی دین اسلام کی خدمت لے لیتی ہے۔

مبارکباد کے مستحق ہیں نوجوان سکالر، محقق جناب فیصل خان صاحب کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے دین مصطفےٰ الصلوۃ والسلام کی خدمت کی سعادت عطا کی۔ اور یہ نایاب اور شاہکار کتاب آج ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہ کتاب ان کی سال ہا سال کی محنت اور کاوش کا نتیجہ ہے اور اس مادی دنیا میں مصروف لوگوں میں سے مذہب حنفی کی خدمت ان کے حصہ میں آئی۔

میں پروفیسر ذوالفقار حسین بحیثیت ممبر دارالتحقیق فاؤنڈیشن، اپنے تمام ممبران کی طرف سے شکرگزار ہوں جناب محقق العصر سرمایہ اہل سنت استاذی مکرم مفتی محمد خان قادری صاحب کا کہ انہوں نے ہمیں توجہ دلائی اور دارالتحقیق کی صورت میں ایک ادارہ کی بنیاد رکھی گئی۔ الحمد للہ ادارہ کی دوسری کتاب زیور طبع ہو کر مشتاقان جمال حبیب کبریاء کے ہاتھوں میں ہے۔ ادارہ ان تمام مخلصین محسنین اور معاونین کا بھی شکرگزار ہے جنہوں نے اس کتاب کی طبع میں اپنے تمام وسائل سے ہماری معاونت کی۔ اجرمن اللہ۔

پروفیسر ذوالفقار حسین
ممبر دارالتحقیق (فاؤنڈیشن) راولپنڈی
professorkhokhar@yahoo.com

مقدمہ

تمام تعریفیں اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہیں اور لاکھوں درود و سلام نبی کریم ﷺ کی ذات پر۔ گذشتہ چند برسوں میں جس قدر مذہبی تعصب میں اضافہ ہوا اسکی مثال کم ہی ملتی ہے۔ امت مسلمہ کا یہ ہمیشہ سے اصول رہا کہ اپنی تحقیق پر عمل کرتے ہوئے، دوسروں کو بھی صواب پر سمجھا جائے۔ مگر افسوس کے اس اصول پر عمل کرنا معدوم ہو گیا ہے۔ پاک و ہند میں ایسے فروعی اختلاف اپنی جڑیں مضبوط کر چکا ہے۔ عام لوگوں کو مسئلہ رفع یدین اور تقلید پر اس قدر الجھا دیا گیا ہے کہ انھیں اپنا مذہب غلط نظر آنے لگا ہے۔ مسئلہ رفع یدین پر عام لوگوں کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات دکھا کر ان کو فقہ حنفی کے غلط ہونے کا احساس دلایا جاتا ہے۔ اور پھر انھیں غیر مقلدیت یا ظاہریت کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور سیدھے سادھے لوگوں کے پاس غیر مقلد ہونے کے سوا کوئی راستہ نہیں رہ جاتا۔ اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ غیر مقلدین کا دعویٰ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آخری وقت تک اختلافی رفع یدین کیا۔ مگر صحیح بخاری اور صحیح مسلم یا کسی صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ سے آخری وقت تک رفع یدین ثابت نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی غیر مقلد بھولے بھالے لوگوں کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دکھا کر تنگ کرے تو آپ حدیث میں آخری وقت تک رفع یدین کے الفاظ کا مطالبہ کریں۔ اگر کوئی چالاکی کرتے ہوئے حدیث میں لفظ "کان" سے ماضی استمراری پر دلالت کرے تو اس کا یہ موقف اصول کے مطابق غلط ہے کیونکہ بہت ساری احادیث میں لفظ کان سے ماضی استمراری یا ہمیشگی پر دلالت نہیں ہوتا ہے۔ اگر کوئی ہوشیاری کرتے ہوئے یہ کہے کہ صحابہ کرامؓ یا فلاں فلاں تابعین بھی رفع یدین کرتے تھے جسکا مطلب یہ ہے کہ رفع یدین ہمیشہ رہا تبھی تو صحابہ کرامؓ اور تابعین کرام نے رفع یدین کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کتاب میں صحیح سند کے ساتھ بہت ساری روایتیں بیان کی گئی ہیں جس میں صحابہ کرامؓ اور

تابعین نے ترک رفع یدین پر عمل کیا ہے۔اس سے یہ ثابت ہوا کہ ترک رفع یدین پر عمل رہا ہے۔لہذا غیر مقلدین حضرات کے مناظرانہ سوالات سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اپنے مسلک کی حقانیت پر دل کو مطمئن رکھیں، کیونکہ کبھی انسان بات کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر پاتا جسکا مطلب یہ نہیں کہ آپ اپنے صحیح مسلک کو ترک کر کے بے ادبی اور گمراہی کے گڑھے میں جا گریں۔اللہ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔(آمین)

اگر کوئی عام بندہ کسی حنفی عالم سے مسئلہ رفع یدین کے بارے میں پوچھ لے تو اکثر علماء رفع یدین کرنے اور رفع یدین نہ کرنے دونوں کو صحیح کہہ کر جان خلاصی کر لیتے ہیں۔اس جواب سے عام بندہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اگر رفع یدین کرنا بھی جائز اور نہ کرنا بھی جائز ہے تو کیوں نہ صحیح بخاری کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے رفع یدین کیا جائے اور ثواب کمایا جائے، اس طرح غیر مقلدیت کی طرف یہ پہلی سیڑھی بنتی ہے۔لہذا اس طرح کے جوابات جو کہ نامکمل ہوں ان سے اجتناب یا پرہیز کرنا چاہیے۔سیدھے سادھے لوگوں کو بات پوری وضاحت اور تفصیل اور احادیث کی روشنی میں بیان کرنی چاہیے کہ اگر ہم ترک رفع یدین کرتے ہیں تو کیوں کرتے ہیں اور اسکی کیا وجہ ہے۔

اسی طرح بے شمار لوگ حج یا عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد، حرمین شریفین میں نماز دیکھ کر رفع یدین کرنا شروع کر دیتے ہیں۔مگر اس طرح کے دوستوں سے گذارش ہے کہ حرمین شریفین میں زیادہ تر لوگ فقہ حنبلی کے مقلد ہیں۔اور اسی تقلید کی وجہ سے وہ رفع یدین کرتے ہیں۔اہم بات تو یہ ہے کی حرمین شریفین میں تراویح بیس رکعات ادا کی جاتی ہے، ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی سمجھتے ہیں، تقلید کو جائز کہتے ہیں۔تو کیا ان بھولے بھالے لوگوں کو ان کا قائل نہیں ہونا چاہیے۔کیا وجہ ہے کہ صرف رفع یدین، فاتحہ خلف الامام، اور آمین بالجہر پر ہی عمل ہوتا ہے؟

میں اس بات کا برملا اظہار کرتا ہوں کہ ہندوستان میں حدیث اور اسماء الرجال کا مطالعہ کم رہا ہے جسکی متعدد وجوہات ہیں۔اور اسماء الرجال کا علم تو آج کل بہت ہی کم ہو گیا ہے۔جس کا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے علماء غیر مقلدین نے احناف پر کاری ضربیں لگائیں۔اور جس کی وجہ سے کافی لوگ اپنا مسلک چھوڑ کر غیر مقلدیت کی طرف مائل ہوئے۔مگر حد تو یہ ہے کہ آج کل رفع یدین کے بغیر نماز کو نامکمل، ناقص اور خلاف سنت کہا جانے لگا ہے جو کہ جہالت اور کم علمی ہے۔اسی لیے راقم نے مسئلہ رفع یدین کو واضح کرنے کے لیے ترویج العینین کتاب لکھی تا کہ عام لوگوں پر اس مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جائے کہ احناف کی نماز الحمد اللہ احادیث نبوی ﷺ کی عین مطابق ہے اور اس مسئلہ میں ہمارے پاس کافی وشافی دلائل موجود ہیں۔اور ان دلائل کا انکار صرف متعصب شخص کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا ہے۔اس کتاب ھذا میں غیر مقلدین کی مسئلہ رفع یدین پر لکھی ہوئی تقریباً تمام کتابوں کا رد ہے۔اگر کسی کو بھی ترک رفع یدین کے مسئلہ پر کوئی بھی اشکال یا سوال ہو تو ان شاء اللہ اس کتاب میں وہ اس کا جواب موجود پائے گا۔

غیر مقلد زبیر علیزئی کی کتاب نور العینین فی مسئلہ رفع یدین کے جس مقام سے اختلاف ہوا، وہاں میں نے مسلکی حمایت کی بجائے محدثین کرام کے بنائے ہوئے اصولوں کے تحت ہی حدیث اور اسماء الرجال پر کلام کیا اور ادب کا دامن تھامے رکھا ہے۔اگر کسی کو میری کتاب کا جواب لکھنے کا شوق ہوا تو صرف اصولوں کے تحت ہی جواب دیا جائے۔اگر اعتراض علمی ہوا تو ضرور اسکی اصلاح کروں گا کیونکہ میں تقلید جامد کے خلاف ہوں۔اور اگر کسی نے صرف طعن وتنقید کا نشانہ بنایا تو یہ اس کے لاجواب ہونے کی دلیل ہوگی۔

تحقیق کے میدان میں تشدد اور مسلکی تفاوت کے خلاف ہوں۔میری اس تحریر

میں اگر کوئی سخت الفاظ ہیں تو اس کے ذمہ دار زبیر علیزئی صاحب خود ہیں۔ میں نے اپنی ابتدائی کتابوں میں ادب کو ملحوظ خاطر رکھا، مگر زبیر علیزئی نے اپنے لوگوں کو خوش کرنے کے لیئے جس قسم کی گندی زبان استعمال کی اس سے اللہ کی پناہ۔ ایسے الفاظ استعمال کرنا کسی عالم کے شایان شان نہیں۔

میری التجاء ہے کہ جہاں کہیں اس کتاب میں کوئی علمی غلطی یا تسامح نظر آئے تو مجھ پر جھوٹ کی تہمت لگانے کی بجائے میری رہنمائی کیجئے گا۔ میں نے قصداً کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس سے مجھ پر جھوٹ کا الزام لگایا جاسکے۔ مزید یہ کہ صحیح مسلم کی حضرت جابر بن سمرہؓ والی حدیث پر تفصیلی کام علیحدہ شائع ہوگا۔ اس مضمون میں کئی کتابوں کے مختلف ایڈیشن سے استفادہ کیا ہے لہٰذا حوالہ جات کا فرق بھی ہوسکتا ہے۔

میں ان احباب کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں ہمارا ساتھ دیا۔ مولانا محمد آصف قادری، مہتمم جامعۃ انوار القرآن، I-10/1، اسلام آباد کی وساطت سے مفکر اسلام علامہ پیر سید تراب الحق شاہ قادری صاحب نے اس کتاب کی اشاعت میں خصوصی طور پر تعاون فرمایا۔ اس تعاون کے لیے ہم ان کے ممنون ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس طرح کے لوگ اہل سنت میں قائم اور دائم رہیں تاکہ مسلک اہل سنت کے مزید اشاعت ہوسکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو لوگوں کے لیے راہ ہدایت بنائے اور ہماری اس حقیر کاوش کو اپنے دربار عالیہ میں قبول و منظور فرمائے۔ (آمین)

فیصل خان۔ راولپنڈی
Ph: 0321-5501977

حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ

حدثنا هناد نا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمه قال قال عبد الله بن مسعود الا اصلى بكم صلاة رسول الله ﷺ فصلى فلم يرفع يديه الا في اوّل مرة.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول پاک ﷺ کی نماز پڑھ کر دکھاؤں پس آپ نے نماز پڑھی لیکن رفع یدین صرف نماز کی ابتداء میں کیا۔ ایک مرتبہ۔

تخریج:

(۱) ترمذی ۱/۵۹ — (۲) نسائی ۱/۱۱۷
(۳) سنن ابی داؤد ۱/۱۰۹ — (۴) مسند امام احمد ۱/۳۸۷
(۵) مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۶ — (۶) سنن الکبریٰ بیہقی ۲/۷۸
(۷) طحاوی ۱/۱۶۲ — (۸) المدونۃ الکبریٰ ۱/۶۹
(۹) محلی ابن حزم ۳/۴_۲/۲۶۵ — (۱۰) التمہید ۹/۲۱۵
(۱۱) مسند ابو یعلیٰ ۵/۳۶_۱۳۸ — (۱۲) تاریخ بغداد ۱۱/۳۲۰
(۱۳) نصب الرایہ ۱/۳۹۴ — (۱۴) تیسیر الوصول ۱/۳۲۶
(۱۵) جمع الفوائد ۱/۷۳ — (۱۶) جامع المسانید ابن کثیر ۲۷/۲۶۱
(۱۷) اتحاف المہرۃ ۱۰/۳۹۲ — (۱۸) مختصر الاحکام للطوسی ۲/۱۰۳

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین کی یہ حدیث واضح دلیل ہے۔ احناف کا ترک رفع یدین کا دعویٰ "ثم لا یعود" کے بغیر بھی ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر "ثم لا یعود" کے الفاظ کی زیادتی کا اعتراض قابل قبول نہ ہوگا۔

زبیر علیزئی صاحب نے مسئلہ رفع یدین پر کتاب نور العینین ص ۱۲۹ تا ص ۱۳۲ پر

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع الیدین کی حدیث پر مختلف اعتراضات درج کیے ہیں۔مگر یہ علمی اور تحقیقی فقدان ہے کہ ان اعتراضات کا ناقدانہ جائزہ لینے کی بجائے صرف نقل در نقل پر ہی اکتفا کیا۔اس مضمون میں یہ کوشش ہوگی کہ ان نکات کی تحقیق کی جائے جو عرصہ دراز سے علمی تشنگی کا شکار ہیں۔درج ذیل نکات پر ہوگا۔

(۱) سنن ترمذی کے مخطوطہ میں ''حسن صحیح'' کا ثبوت
(۲) امام ابوداؤدؒ کی جرح کی حقیقت
(۳) سنن ابی داؤد کے قلمی نسخوں/مخطوطات کی تحقیق
(۴) امام سفیان ثوریؒ کا طبقہ ثانیہ کے بارے تحقیقی جائزہ
(۵) تدلیس پر زبیر علیزئی کے اوہام
(۶) محدثین کرام کے اعتراضات کا علمی جائزہ
(۷) امام سفیان ثوریؒ کی حدیث کے شواہد
(۸) امام حاکمؒ کی مدلسین کی طبقاتی تقسیم

سنن ترمذی میں ''حسن صحیح'' کا ثبوت

دیگر محدثین کرام کی تصحیح طرح امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو ''حسن صحیح'' لکھا ہے۔راقم کے پاس سنن ترمذی کا ایک عمدہ اور نفیس قلمی نسخہ کا عکس محفوظ ہے۔اس نسخہ پر صحت غالب اور خطاء کم ہے۔جس کا اقرار علامہ احمد شاکر نے مقدمہ ترمذی ص ۱۷ پر بھی کیا ہے۔علامہ احمد شاکر اس نسخے کے بارے میں لکھتے ہیں۔'وھی نسخہ جیدۃ یغلب علیھا الصحۃ و خطاؤھا قلیل"۔ یہ قلمی نسخہ دارالکتب المصریہ کی لائبریری میں رقم ۶۴۸ حدیث کے تحت موجود ہے اور اس مخطوطہ کی کتاب ۳ رجب ۷۲۶ھ کو ہوئی۔اس نسخہ کے خصوصیت ہے کہ اس کی ہر حدیث کے اختتام پر دائرہ بنا ہوا ہے اور ان دائروں میں نقطے لگے ہوئے ہیں۔ان

دائروں اور ان میں لگے ہوئے نقطے کی اہمیت کیا ہے؟ حافظ ابن کثیر اور خطیب بغدادیؒ کے اقوال سے وضاحت کرتے ہیں۔

قال الخطیب بغدادی: وینبغی أن یترک الدائرۃ غفلاء فإذا قابلھا نقط فیھا نقطۃ۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۱۳۰ حافظ ابن کثیر۔ الجامع فی الاخلاق الراوی و آداب السامع ۱/۲۷۳۔ خطیب بغدادیؒ)

ترجمہ: خطیب بغدادیؒ نے کہا: دائرے کو خالی چھوڑنا چاہیئے پھر جب اس کی مراجعت کرے تو اس میں نقطہ لگا دے۔

میرے پاس جو سنن ترمذی کے قلمی نسخے کا عکس ہے اس کی ہر حدیث کے آخر میں دائرہ بنا ہوا ہے اور ان دائروں میں نقطے لگے ہوئے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نسخہ صحیح ترین اور اصل نسخہ سے مراجعت والا نسخہ ہے۔لہذا اس نسخہ میں ''حسن صحیح'' کے الفاظ کا انکار ممکن نہیں ہوگا۔

جامع ترمذی دارلکتب المصریہ کے قلمی نسخے کا عکس

عبد الله بن مبارك ٥ حدثنا هناد حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم
بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة قال قال عبد الله
ألا أصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى فلم يرفع يديه
إلا في أول مرة ٥ وفي الباب عن البراء بن عازب ٥ قال أبو عيسى
صحيح
حديث ابن مسعود حديث حسن وبه يقول غير واحد من أهل العلم
من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم والتابعين وهو قول سفيان وأهل الكوفة
واختلف عن مالك في [illegible]
[illegible] الصلاة ٥

امام ترمذیؒ کی تصحیح کے بارے علامہ عینیؒ کی تحقیق

علامہ بدرالدین عینیؒ نے بھی امام ترمذی سے اس حدیث کے بارے میں صحیح کے لفظ نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں۔ "اخرجه الترمذي و قال حديث حسن صحيح". (شرح سنن ابی داود ۳/۳۴۱)

علامہ بدرالدین عینی کی تحقیق سے اس قلمی نسخہ کی بھی توثیق ثابت ہوتی ہے جس میں "حسن صحیح" کے الفاظ موجود ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ علامہ بدرالدین عینیؒ کے پاس سنن ترمذی کا ایسا نسخہ موجود تھا جسمیں حسن صحیح کے الفاظ موجود تھے۔

علامہ عینیؒ کی شرح ابو داؤد کا عکس

١١٣ - باب: من لم يذكر الرفع عند الركوع

أي: هذا باب في بيان أقوال من لم يذكر رفع اليدين عند الركوع، وفي بعض النسخ «باب فيما جاء فيمن لم يذكر».

٧٢٩ - ص - نا عثمان بن أبي شيبة، نا وكيع، عن سفيان، عن عاصم - يعني: ابن كليب - عن عبد الرحمن بن الأسود، عن علقمة قال: قال عبد الله بن مسعود: ألا أصلي بكم صلاة رسول الله ﷺ؟ قال: فصلى، فلم يرفع يديه إلا مرة (٢).

ش - علقمة بن قيس / النخعي، والحديث: أخرجه الترمذي، وقال: حديث حسن صحيح، وأخرجه النسائي عن ابن المبارك، عن سفيان، واعترض على هذا الحديث بأمور، منها: ما رواه الترمذي (٣) بسنده عن ابن المبارك قال: لم يثبت عندي حديث ابن مسعود أن   ٢٢٢/٢

(١) إلى هنا انتهى النقل من نصب الراية.
(٢) الترمذي: كتاب الصلاة، باب: ما جاء أن النبي ﷺ لم يرفع إلا في أول مرة (٢٥٧)، النسائي: كتاب التطبيق، باب: مواضع أصابع اليدين في الركوع (٩/١٨٦).
(٣) سابقه (٢/٣٨).

امام ابوداؤدؒ کی جرح کی حقیقت

زبیر علی زئی نور العینین صہ ۱۳۲ پر مختلف محدثین کرام سے حضرت عبداللہ بن مسعود کی ترک رفع یدین والی حدیث پر امام ابوداؤد کی جرح "هذا حديث مختصر من حديث طويل و ليس هو بصحيح على هذا اللفظ" نقل کیے ہیں۔

(۱) ابن الجوزیؒ التحقیق فی اختلاف الحدیث ۱/۲۷۸

(۲) ابن عبدالبر الاندلسی التمہید ۳/۲۲۰

(۳) ابن عبدالہادیؒ التنقیح ۱/۲۷۸

(۴) ابن حجر عسقلانیؒ التلخیص الحبیر ۱/۲۲۲

(۵) ابن ملقنؒ البدر المنیر ۳/۴۹۳

(۶) ابن القطانؒ بیان الوہم ۳/۳۶۵

(۷) شمس الحق عظیم آبادی عون المعبود ۳/۴۴۹

نوٹ:

امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب التنقیح کتاب التحقیق فی احادیث تعلیق پر امام ابوداؤدؒ نے اس جرح کے الفاظ نقل نہیں کیے۔ کیونکہ ان کی یہ کتاب امام ابن جوزیؒ کی کتاب التحقیق پر تعلیق ہے۔ لہذا انہوں نے اس کتاب میں ابن جوزی کا امام ابوداؤدؒ سے جرح نقل کرنے پر اتفاق نہیں کیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ذہبیؒ کے پاس جو سنن ابی داود کا نسخہ تھا اس میں ابوداؤد کی جرح منقول نہیں تھی۔

تحقیقی جائزہ

امام ابوداؤدؒ کی جرح کی حقیقت جاننے کے لئے اس بات کی وضاحت اہمیت رکھتی ہے کہ اس جرح کو نقل کرنے والے کونسے شاگرد ہیں اور اس جرح کی حیثیت دوسرے شاگردوں کے مقابلے میں کیا ہے۔ اکثر محدثین کرام اپنے قول سے رجوع کر لیتے ہیں اور اس کا اندازہ اکثر قدیم اور جدید شاگردوں سے با آسانی لگایا جاتا ہے۔ یہ بات تو واضح ہے کہ اگر کسی محدث سے ایک موضوع کے بارے میں دو اقوال ہوں تو متاخر اور جدید قول کی اہمیت اور قابل قبول ہوتا ہے۔ اور قدیم قول مرجوح قرار پائے گا۔ محدثین کرام نے

صراحت کی ہے کہ امام ابوداؤدؒ نے بغداد سے ۲۷۱ھ میں بصرہ کی طرف ہجرت کی۔ اور امام ابوداؤدؒ نے سنن ابی داؤد اپنے تلامذہ کو تقریباً ۳۵ مرتبہ املاء کروائی۔ ان تلامذہ میں کچھ قدیم اور کچھ متاخر تلامذہ ہیں۔ (دیکھئے تاریخ بغداد ۹/۵۹)

حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۰۵ پر تصریح کی ہے کہ امام ابوداؤد نے مندرجہ ذیل ۷ شاگردوں کو اپنی سنن املاء کروائی۔

سنن ابی داؤد روایت کرنے والے قدیم تلامذہ

امام ابوداؤد سے مندرجہ ذیل قدیم تلامذہ نے سنن ابی داؤد روایت کی۔

(۱) ابوعلی اسحاق بن موسیٰ بن سعید الرملی الوارقؒ ۳۲۰ھ (انظر تاریخ بغداد ۶/۳۹۵)

(۲) ابوالطیب احمد بن ابراہیم ابن الاشنانی بغدادیؒ۔

(۳) ابومحسن علی بن الحسن بن الانصاریؒ (انظر تاریخ بغداد ۱۱/۳۸۲)

سنن ابی داؤد روایت کرنے والے متاخر تلامذہ

امام ابوداؤدؒ نے کیونکہ آخری عمر میں بغداد سے بصرہ ہجرت کی تھی۔ لہٰذا بصری شاگردوں کو امتیازی حیثیت حاصل ہے اور ان کی روایت یہی متاخر/جدید قرار پائے گی۔ امام ابوداؤد سے مندرجہ ذیل متاخر تلامذہ نے سنن ابی داؤد روایت کی۔

(۱) ابوبکر احمد بن سلمان البغدادی ۳۴۸ھ

(۲) ابوسعید احمد بن محمد بن سعید بن زیاد ابن الاعرابی البصری ۳۴۱ھ

(۳) ابوبکر محمد بن بکر بن محمد بن عبدالرزاق بن داسۃ البصری ۳۴۶ھ

(۴) ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو اللؤلؤی البصری ۳۳۳ھ (سیر اعلام ۱۵/۳۰۷)

سنن ابی داؤد کے قلمی مخطوطات کی تحقیق

امام ابوداؤد کی جرح کی حقیقت جاننے کے لیے اہم ہے کہ سنن ابی داؤد کے

نسخوں کا احاطہ بھی کیا جائے تاکہ یہ بھی واضح ہو جائے کہ سنن ابی داؤد کے قلمی نسخوں میں یہ عبارت موجود بھی ہے یا نہیں۔ میرے علم اور مطالعہ میں سنن ابی داؤد کے تقریباً گیارہ (۱۱) اصح اور کامل قلمی مخطوطات ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) نسخہ خطیب بغدادیؒ۔ یہ نسخہ ۶۰۳ھ میں تحریر کیا گیا۔

(۲) نسخہ ابن حجرؒ۔ یہ نسخہ حافظ ابن حجرؒ نے اپنے لئے ۸۰۰ھ میں لکھا۔

(۳) نسخہ شیخ عبداللہ بن سالم البصریؒ۔ یہ نسخہ ۸۲۱ھ میں لکھا گیا۔

(۴) نسخہ شیخ عبدالغنی نابلسیؒ۔ یہ نسخہ ۱۰۱۸ھ کا نسخہ ہے۔

(۵) نسخہ یوسف بن محمد بن خلفؒ۔ یہ نسخہ ۶۷۵ھ میں لکھا گیا۔

(۶) نسخہ تلمسانی

(۷) نسخہ میدومی۔ یہ نسخہ ۶۵۴ھ میں تحریر کیا گیا۔

(۸) نسخہ الیونینیہ

(۹) نسخہ مکتبہ محمودیہ/شیخ عبداللہ۔ یہ نسخہ ۱۱۳۶ھ میں لکھا گیا۔

(۱۰) نسخہ الازہر نمبر ۱

(۱۱) نسخہ الازہر نمبر ۲

نسخہ خطیب بغدادیؒ کا تعارف

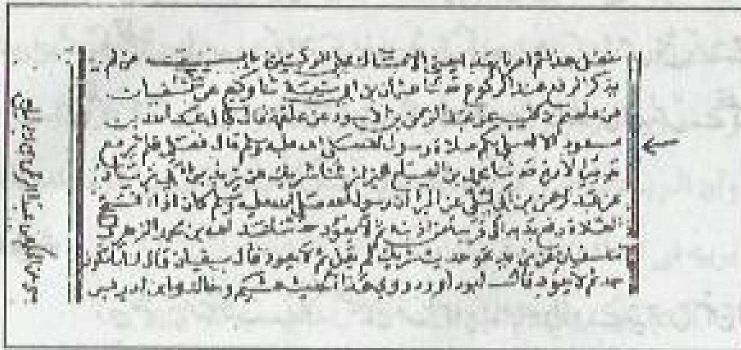
سلطان احمد بن سلطان صلاح الدین ایوبی کا نسخہ ان تمام قلمی نسخوں میں سب سے قابل اعتماد اور اہم قلمی نسخہ خطیب بغدادیؒ کا ہے۔ اس نسخہ کے مالک سلطان احمد بن سلطان صلاح الدین ایوبیؒ ہیں۔ یہ نسخہ جید اور ضابط ہے۔ سلطان ملک الحسن نے اس نسخہ کو خطیب بغدادیؒ کے نسخہ سے تقابل کر کے نقل کیا تھا۔ اس نسخہ کا تاریخ نسخ ۶۰۳ھ ہے۔ سلطان ملک الحسن نے اس نسخہ کو ابن طبرزدؒ کے سامنے پڑھا اور اس پر مختلف محدثین کرام کی سماعت ثبت ہیں۔

اس نسخہ میں بھی امام ابوداؤد کی جرح موجود نہیں۔ لہذا معلوم ہوتا ہے کہ سنن ابی داؤد کے متداول اور جید نسخوں میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔

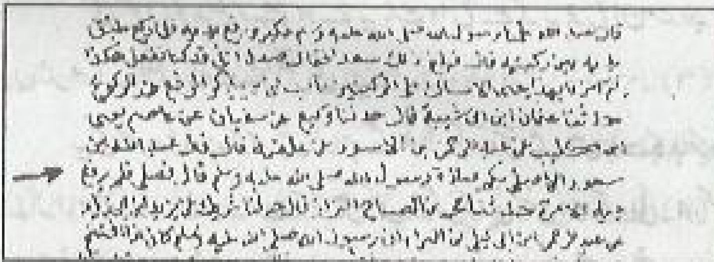
نسخہ احمد بن سلطان ایوبی کا عکس



نسخہ جامع الازہر نمبر ۱ کا عکس



نسخہ جامع الازہر نمبر ۲ کا عکس



ان گیارہ قلمی مخطوطات میں امام ابوداؤد کی یہ جرح موجود نہیں ہے۔ متداول اور معمول بہ نسخہ میں بھی یہ عبارت موجود نہیں ہے۔ اس تحقیق کے دوران سنن ابی داؤد کا مغربی قلمی مخطوطہ دستیاب ہوا۔ جس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ امام ابوداؤد کی جرح اس نسخہ میں موجود ہے۔ مگر اس مغربی قلمی نسخہ پر اعتماد مفید نہیں ہے کیونکہ اس کی ترتیب دوسرے نسخوں سے مختلف ہے اور اس نسخہ کو غیر مقلدین حضرات بھی قبول نہیں کرینگے۔ کیونکہ اس مغربی قلمی نسخہ میں حضرت عبداللہ بن ادریس کی تطبیق والی روایت 'باب من لم یذکر عند الرکوع' کے تحت درج ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابوداؤدؒ حضرت عبداللہ بن ادریسؒ کی

تطبیق والی حدیث کو ترک رفع یدین کی دلیل سمجھتے ہیں۔ جبکہ غیر مقلدین حضرات عبداللہ بن ادریسؒ کی تطبیق والی حدیث کو حضرت سفیان ثوریؒ کی حدیث کے رد میں پیش کرتے ہیں۔ اس قلمی نسخہ میں جرح کو مرجوح ماننا پڑے گا یا پھر حضرت عبداللہ بن ادریسؒ سے تطبیق والی روایت کو ترک رفع یدین کی دلیل تسلیم کرنا پڑے گا۔

نوٹ:

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین صہ ۱۳۲ پر امام ابو داؤد سے یہ جرح سنن ابی داؤد کے مندرجہ ذیل شائع نسخوں سے بھی نقل کی ہے۔

(۱) سنن ابی داؤد نسخہ حمصیہ (۲) نسخہ بیت الافکار الدولیہ (۳) نسخہ مکتبہ المعارف الریاض

قلمی نسخوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات واضح ہے کہ یہ جرح ان مندرجہ بالا نسخوں میں صرف مسلکی تفاوت میں نقل کی ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ محدثین کرام کے اقوال کی روشنی میں اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ امام ابو داؤد نے سب سے آخر میں کس شاگرد کو اپنی سنن املاء کروائی۔ اور کس شاگرد کے نسخہ کو اہمیت اور فوقیت حاصل ہے۔ اس بحث سے یہ بات اور بھی واضح ہو جائے گی کہ سنن ابی داؤد کا کونسا نسخہ قابل اعتبار، معتبر اور معمول بہ ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ کس شاگرد کی روایات صحیح اور راجح ہوگی۔

اللؤلؤیؒ کے نسخے کی اہمیت کے بارے محدثین کرام کے فیصلے

مندرجہ ذیل محدثین کرام نے اپنی تحقیق ابن عمرو اللؤلؤیؒ کے نسخے کے بارے میں بیان ہے۔

(۱) محدث ابن نقطہ، سنن ابی داؤد بالروایت اللؤلؤیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"کان ابو علی اللؤلؤی قد قراء هذا الکتاب علی ابی داؤد عشرین سنة' وکان ورّاقه والوارق عندهم: القاری وکان هو القاری لکل قوم یسمعونه' وأن الزیادات التی فی روایة ابن واسة حذفها أبو داؤد آخراً لشیٔ کان یریبه فی اسناده' فلذلک تفاوتا. (التقیید ابن نقطہ جلد ۱ ص ۳۳)

(۲) امام ذہبی سنن ابی داؤد، بالروایت اللؤلؤی کے بارے لکھتے ہیں۔

'وروایته آخر الروایات عن ابی داؤد"۔ یعنی ابو داود آخر میں روایت کرنے والے (ابو علی لؤلوی) ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء جلد ۱۵ صہ ۳۰۷)

(۳) امام سیوطیؒ "مرقاۃ الصعود" میں لکھتے ہیں۔ "لأنها من آخر ما أملی داؤد وعلیها مات"

(۴) محدث ابن عساکرؒ اپنی کتاب "الاشراف علی معرفۃ الاطراف" میں ابو علی بن عمرو اللؤلؤی کے نسخے کو ہی ترجیح دی ہے۔ اس کے علاوہ محدث ابن عساکرؒ نے اپنی کتاب تاریخ دمشق میں سنن ابی داؤد کی تقریباً ۴۴ روایات نقل کیں ہیں۔ جس میں صرف ۴۲ روایات اللؤلؤی کے نسخے اور صرف ۲ روایتیں ابن داسہ کے نسخے سے نقل کی ہیں۔ (تاریخ دمشق ۱۵/۳۲۰، ۱۷/۱۵۴/۱، ۱۳/۲۸۰، ۱۳/۴۷۴/۱۴/۲۳۱)

(۵) مولانا عظیم آبادی سنن ابی داؤد بالروایت اللؤلؤی کے بارے لکھتے ہیں۔

"روایة اللؤلؤی هی المروجة فی دیارنا الهندیه و دیار الحجاز و بلاد المشرق من العرب' بل اکثر بلاد' وهی المفهومة من السنن لابی داؤد

عند الاطلاق." (مقدمہ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ۱/۱۴۳/۲۰۱)

(۶) امام منذریؒ نے اپنی مختصر سنن ابی داؤد میں ابو علی اللؤلؤی کے نسخہ پر ہی اعتماد کیا اور لؤلؤی کے نسخہ سے روایات نقل کیں۔

(۷) امام ابن القیمؒ نے تہذیب السنن میں ابو علی اللؤلؤی کے نسخہ کو ہی بنیاد بنایا اور اس نسخہ کی روایات نقل کی جس سے لؤلؤی کے نسخے کی اہمیت بیان ہوتی ہے۔

(۸) امام زیلعیؒ نے اپنی کتاب نصب الرایہ فی تخریج الھدایہ میں اللؤلؤی کے نسخہ سے احتجاج کیا اور لؤلؤی کے نسخہ سے روایات نقل کیں۔

(۹) حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب بلوغ المرام میں ابو علی اللؤلؤی کے نسخہ پر اعتماد کیا اور لؤلؤی کے نسخہ سے روایات نقل کیں۔

(۱۰) محدث ابن ارسلانؒ نے سنن ابی داؤد کی شرح لکھتے ہوئے ابو علی اللؤلؤی کے نسخہ پر اعتماد کیا اور روایات نقل کیں۔

(۱۱) محدث ابو زرعہ عراقیؒ نے بھی شرح سنن ابی داؤد کی شرح ابو علی اللؤلؤی کے نسخہ سے احتجاج کیا اور اسی نسخہ سے روایات نقل کیں۔

(۱۲) امام ابو الحسنؒ نے حاشیہ سنن ابی داؤد میں ابو علی اللؤلؤی کے نسخہ کو بنیاد بنایا۔

اس بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ جمہور محدثین کرام کے نزدیک امام ابو علی اللؤلؤی البصری کا نسخہ ہی راجح، متداول اور مشہور ہے اور سنن ابی داؤد کا اطلاق صرف لؤلؤی کے نسخہ پر ہی ہوتا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محدثین کرام کے نزدیک ابو علی اللؤلؤی البصریؒ کا ہی نسخہ راجح متداول اور مشہور ہے۔ مندرجہ بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ابو علی اللؤلؤی کے کسی نسخے میں امام ابو داؤد کی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث پر

جرح موجود نہیں ہے۔ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ امام ابو داؤدؒ نے اپنی جرح سے رجوع کر لیا تھا۔

نتیجہ:

۱۔ امام ابو داؤد نے ابو علی اللؤلؤی کو محرم ۲۷۵ھ میں سنن ابی داؤد املاء کروائی اور شوال ۲۷۵ھ کو امام ابو داؤد کا انتقال ہو گیا لہذا لؤلؤی کا نسخہ متاخر اور جدید ہے لہذا متاخر نسخہ پر ہی اعتماد مفید ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابو داؤدؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث پر جرح سے رجوع کر لیا تھا۔ (انظر تاریخ بغداد ۲/۵۹، سیر اعلام ۱۵/۳۰۷)

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ ثابت ہو گیا کہ امام ابو داؤد کی جرح متداول اور راجح نسخہ اللؤلؤیؒ میں موجود نہیں ہے۔ جس سے واضح ہو گیا کہ امام ابو داؤد سے یہ جرح مرجوح ہے کیونکہ ان کے متاخر شاگرد اللؤلؤی، امام ابو داؤد سے یہ جرح نقل نہیں کرتے۔ زبیر علیزئی صاحب سے التماس ہے کہ یا تو وہ لؤلؤی کا کوئی ایسا قلمی نسخہ بتائیں جس میں امام ابو داؤدؒ سے یہ جرح کے الفاظ موجود ہوں یا پھر اپنی اس تحریر سے رجوع کر لیں اور آئندہ اپنی تحریروں میں اس عبارت کو حذف کر دیں۔ امید ہے کہ زبیر علیزئی صاحب حق کا دامن ضرور تھامیں گے۔

اعتراض:۔

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۲/۱۷۷ فقرہ نمبر ۱۸۳ کے تحت اسکا جواب یوں لکھتے ہیں۔

ہرگز نہیں، امام ابو داؤد کی جرح ثابت ہے اور اس کی مخالفت یا رجوع قطعاً ثابت نہیں بعض نسخوں میں ہونا اور بعض میں نہ ہونا منسوخ یا مرجوح ہونے کی دلیل نہیں ہوتا۔ رفیق طاہر صاحب ملتان کی طرف سے سنن ابی داؤد کے دو مخطوطوں میں حدیث مذکورہ کے صفحات موصول ہونا۔ جن میں اس پر امام ابو داؤد کی جرح مذکور ہے۔

(۱) ابو علی محمد بن احمد بن عمرو لؤلؤی کا نسخہ

(۲) ابوبکر محمد بن بکر بن عبدالرزاق التمار البصری عرف ابن داسہ کا نسخہ۔۔۔ یہ دونوں وہ شاگرد ہیں جنہیں فیصل خان حلیق صاحب نے متاخر (یعنی آخری) شاگردوں میں ذکر کیا ہے

......ثابت ہوا کہ امام ابوداؤد کی جرح کو منسوخ یا مرجوح سمجھنا باطل اور فراڈ ہے۔

جواب :

عرض یہ ہے کہ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کا مخطوطات کے بارے میں مطالعہ بڑا ہی کمزور اور ناقص ہے، ساتھ میں انکے ملتان والے شیخ الحدیث مولانا محمد رفیق طاہر صاحب کا بھی۔ جناب غالی غیر مقلد زبیر علیزئی صاحب نے مقالات ۲۷۸/۴ پر مولانا محمد رفیق طاہر کا رابطہ نمبر فراہم کر کے سارے کا سارا الزام الزام ان کے سر پر دھر دیا۔ اور اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ کیونکہ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کا مخطوطات پر مطالعہ ہی نہیں ہے۔ اور اگر ان مخطوطات پر گرفت کی گئی تو اس کا الزام ملتان والے شیخ الحدیث جناب مولانا محمد طاہر رفیق کے سر پر ڈال دیں گے۔

قارئین کرام!

یہ یاد رہے کہ ابن داسہ اور ابوعلی اللؤلؤی کے نسخے میں ترتیب اور اضافہ جات کا واضح فرق ہے۔ جسکو آئندہ صفحات میں تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نے مقالات ۲۷۸/۴ پر جو ابن داسہ کا نسخے کا عکس دیا ہے وہ میرے پاس مکمل موجود ہے۔ یہ نسخہ پہلے بھی تھا مگر کیونکہ ابتدائی صفحات دستیاب نہ تھے لہذا یہ کہنا مشکل تھا کہ ابن داسہ کا نسخہ ہے یا ابن العبد الانصاری کا۔ لہذا یہ بات تو تسلیم ہے کہ ابن داسہ کے نسخے میں امام ابوداؤد کی یہ جرح تو موجود ہے مگر ابن داسہ کے نسخے میں یہ جرح ہونے کے باوجود غیر مقلد زبیر علیزئی کا موقف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ابن داسہ کا نسخہ متداول تو تھا مگر فوقیت پھر بھی ابوعلی الولؤی کے نسخے کو ہی ہوگی کیونکہ اسکی دو اہم وجہ ہیں۔ اول امام ابوداؤد نے ابو علی الولؤی کو سنن ابی داؤد املاء کرواتے وقت ابن داسہ کے نسخے میں موجود بہت ساری

چیزیں حذف کر دیں تھیں۔ دوم! سب سے آخر میں امام ابوداؤد نے اپنی کتاب ابوعلی الولؤی کو ہی املاء کروائی تحقیق کے میدان میں فوقیت آخری نسخے کو ہی ہوتی ہے۔ اب ان دونوں نکات کے حوالہ جات ملاحظہ کیجئے۔ اول امام ابوداؤد نے ابن داسہ میں روایات حذف کر کے ابوعلی اللؤلؤی کو آخر میں سنن ابوداؤد شرح ابی داؤد ۳۴/۱ املا کروائی۔

(۱) امام بدرالدین عینی لکھتے ہیں۔ والزیادات التی فی روایة ابن داسه حذفها ابو دائود آخرا لا مربه فی الاسناد. (شرح ابی داؤد ۳۴/۱)

(۲) امام نقطہ لکھتے ہیں: والزیادات التی فی روایة ابن داسه حذفها ابو دائود آخر الشیء فی اسناده فلذلک تفاوتا. (التقیید ۵۰/۱)

(۳) علامہ ذھبی لکھتے ہیں: والزیادات التی فی روایة ابن داسه حذفها ابو دائود آخر لا مربه فی الاسناد. (سیر اعلام النبلاء ۳۰۷/۱۵)

(۴) حافظ ابن حجر مکی لکھتے ہیں: ان الزیادات التی فی روایة ابن داسه حذفها ابو دائود فی آخر حیاته لشیئی. (فتاوی حدیثیة ۳۰/۱)

(۵) ابن رشید لکھتے ہیں: وروية الولؤی هی اصح الروايات وهی آخر ما املی ابو دائود وعلیه مات. (مل ء العیبة ۲۲۱/۵)

(۶) علامہ الزرکشی لکھتے ہیں: اصح الروایات لانها من آخر ما املی ابودائود وعلیها مات. (النکت ۳۴۲/۱)

(۷) علامہ عینی لکھتے ہیں: اصح الروایات لانها من آخر ما املی ابودائود وعلیها مات. (شرح ابی داؤد ۳۳/۱)

(۸) علامہ شعیب الارنؤط لکھتے ہیں: وتعد روايته من أجود الروايات واكملها لانها من آخر ما أملی ابو دائود، وهی متداول فی المشرق

والھند ۔ (حاشیہ سیر اعلام النبلاء ۲۰۶/۳)

(۹) مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد لکھتے ہیں:

فعلم أن وجه عدم مطابقة الحديث ترجمة البابين هو أن الحديث ليس في رواية لؤلؤی اصلا وانما درجة الناسخ فيهامن رواية ابن داسه فغلط والله اعلم . (عون المعبود ۵۸/۱)

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا ابو علی لولوی کو نسخہ جب امام ابوداؤد نے سب سے آخر میں لکھوا رہے تھے تو بہت سے زیادت انھوں نے ختم یا حذف کروا دیں جو کہ ابن داسہ کے نسخے میں موجود تھیں۔

تو یہاں سے معلوم ہوا ہے کہ ابو علی لولوی کا نسخہ، ناسخ کا درجہ رکھتا ہے جیسا کہ غیر مقلد شمس الحق عظیم آبادی نے عون المعبود ۵۸/۱ پر تسلیم کیا۔ لہذا امام ابوداؤد کے دیگر نسخوں میں جو روایتیں ہونگی وہ بالمقابل ابو علی لولوی کے نسخے کے منسوخ جبکہ ابو علی لولوی کا نسخہ ناسخ اور راجح ہی ہوگا۔ لہذا ابن داسہ کے نسخے میں امام ابوداؤد کی جرح "قال ابو داؤد هذا حديث مختصر من طويل وليس هو بصحيح على هذا اللفظ . المعنی منسوخ ہے۔ جبکہ لولوی کے نسخہ میں امام ابوداؤد کا ترک رفع الدین والی حضرت عبداللہ بن مسعود کا سکوت ناسخ اور راجح ہوگا یہ بات علماء کرام کو معلوم ہے کہ ناسخ و منسوخ کے علم میں یہ بات بھی ہے کہ قدیم یا پہلے والی روایت منسوخ ہوتی ہے اور بعد یا جدید والی روایت ناسخ ہوتی ہے الحمد للہ ہم نے جمہور محدثین کرام کے فیصلے نقل کر دیے کہ امام ابوداؤد نے آخر عمر میں سنن اپنے شاگرد ابو علی لولوی کو لکھوائی لہذا ابو علی لولوی کا نسخہ ہی بدرجہ ناسخ اور راجح ہوگا اسکے علاوہ غالی غیر مقلد کی شعبدہ بازیاں ہیں۔

نوٹ:۔

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نے جو مقالات ۲۷۸/۴ پر پہلا عکس سنن ابی داؤد کا دیا ہے یہ نسخہ ابن داسہ کا نسخہ ہے۔ جبکہ مقالات ۲۷۸/۴ پر جو مخطوطہ لگایا ہے اسے ابو علی لولوی کا نسخہ بتایا ہے جبکہ یہ بھی ابن داسہ کا نسخہ ہے۔ اسے ابو علی لولوی کا نسخہ کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ کاتب یا ناسخ کا تسامح ہے۔ اس کا کاتب الفضیل بن الامین الحسنی ہے جبکہ اس نسخے کو ۱۳۱۴ھ کو لکھا گیا ہے۔ لہذا یہ نیا نسخہ ہے جبکہ قدیم ترین نسخوں میں یہ عبارت موجود ہی نہیں ہے۔ مزید اہم بات یہ ہے کہ کاتب سے لے کر صاحب مصنف تک کوئی سند بھی نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ نسبت ابو علی لولوی کی طرف مشکوک ہے۔ سنن ابی داؤد کے محققین شیخ محمد عوامہ اور دوسرے محقق شعیب الارنوط کے نزدیک بھی یہ امام ابوداؤد کی یہ جرح ابو لولوی کے نسخہ میں نہیں ہے۔ یاد رہے کہ ان دونوں محققین نے علیحدہ علیحدہ سنن ابی داؤد کے قدیم ترین اور پرانے قلمی نسخوں پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھی ہے ان نسخوں میں چوتھی صدی تک بھی مخطوطے موجود ہیں۔ مگر کسی لولوی کے نسخہ کے متن میں امام ابوداؤد کی یہ جرح موجود نہیں ہے۔ لہذا ان جدید قسم کے مخطوطات پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا ہے اگر علمی قابلیت ہے تو ابو علی لولوی کے کسی قدیم ترین نسخے کے متن میں یہ جرح ثابت کر کے دکھائیں۔ وگرنہ خواہ مخواہ عوام کا وقت ضائع نہ کریں۔ جب مسند ابی عوانہ یا صحیح حمیدی میں لا رفعھما کی بحث ہو تو غالی غیر مقلد زبیر علیزئی قدیم اور جدید نسخوں کی بحث چھیڑ دیتے ہیں اور یہاں پر جو جدید قسم کا نسخہ جس پر محققین کا اعتبار تک نہیں ہے اسکو ہمارے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ جناب اب ایسا کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ ابو علی لولوی کا قدیم نسخہ دکھائیں وگرنہ باطل پرستی اور دھوکہ دہی سے باز رہیں۔

قارئین کرام! مندرجہ ذیل میں ہم سنن ابی داؤد کے لولوی اور ابن داسہ کے نسخہ میں صرف "باب لم یذکر الرفع عند الرکوع" کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہیں تاکہ جب بھی کوئی سنن ابی داود کا نسخہ آپ کے سامنے رکھے تو آپ کو ابو علی لولوی اور ابن داسہ کے نسخے کی پہچان ہو سکے اور غالی غیر مقلد کی چالبازی سے بچ سکیں۔

ابو علی لؤلؤی کا نسخہ اصل کی ترتیب

(۱) حدثنا عثمان بن ابی شیبة حدثنا وکیع عن سفیان عن عاصم یعنی ابن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود : الا اصلی بکم صلاة رسول الله ﷺ قال فصلی فلم یرفع یدیه الا مرة۔ (امام ابوداود کی جرح موجود نہیں ہے)

(۲) حدثنا الحسن بن علی حدثنا معاویة وخالد بن عمرو وابو حذیفه قالوا : حدثنا سفیان باسناده بهذا قال : فرفع یدیه فی اول مرة ، وقال لبعضهم : مرة واحدة.

(۳) حدثنا محمد بن الصباح البزار حدثنا شریک عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب انه ان رسول الله ﷺ کان اذا فتح الصلوة رفع یدیه الی قریب من أذنیة ثم لا یعود.

(۴) حدثنا عبد الله بن محمد الزهری حدثنا سفیان عن یزید نحو حیث شریک لم یقل ثم لا یعود قال سفیان قال لنا بالکوفة لهذ ثم لا یعود.

(۵) حدثنا حسین بن عبد الرحمن اکبرنا وکیع عن ابن ابی لیلی عن أخی

عن عیسی عن الحکم عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عاذب قال رایت رسول الله ﷺ رفع یدبه حین افتتح الصلوة ثم لم یرفعهما الی انصرف. قال ابو دائود هذا الحدیث لیس لصیحیح

(۶) حدثنا مسدد حدثنا یحی عن ابن ابی ذئب عن سعید بن سمعان عن ابی هریرة قال کان رسول الله ﷺ اذا دخل فی صلاة رفع یدیه مدا.

غالی کا پیش کردہ ابو علی لولؤی کا (منسوب) نسخه

زبیر علیزئی نے جو ابو علی لولوی کا جو قلمی نسخہ پیش کیا ہے وہ اصل میں ابن داسہ کا نسخہ ہے۔

(۱) حدثنا ابو دائود قال عثمان ابن ابی شیبة قال نا وکیع عن سفیان عن عاصم یعنی ابن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود الا اصلی بکم صلاة رسول الله ﷺ قال یصلی فلم یرفع یدیه الا مرة.

قال ابو داود : هذا حیث مختصر من حدیث طویل ولیس هو بصحیح علی هذا اللفظ (المعنی)

(۲) حدثنا عثمان بن ابی شیبة حدثنا ابن ادریس عن عاصم ابن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمه قال قال عبد الله علمنا رسول الله ﷺ الصلوة فکبر ورفع یدبه فلما رکع طبق یدیه بین رکبتیه قال فبدغ ذلک سعد فقال صدق امی قد کنا لفعل هذ ثم امرنا بهذ یعنی الامساک علی الرکبتین.

(۳) حدثنا ابوداوٗد قال نا محمد بن الصباح البزار قال ناشریک عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن الراء بن رسول الله

ﷺ کان اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیہ قریب من اذنیہ ثم لا یعود.

(۳.ا) قال ابوداؤد روی ھذا الحدیث ھشیم وخالد وابن ادریس عن یزید بن ابی زیاد لم یذکروا. ثم لا یعود.

(۳.ب) قال ابن ابی شیبۃ نا بمکۃ یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلی عن البراء بن عازب ان النبی ﷺ وسلم کان یرفع یدیہ دون المنکبین قال سفیان ثم قدمت الکوفۃ .... فیہ ثم لا یعود (یہ زبیر علیزئی غیر مقلد کے پیش کردہ نام نہاد ابوعلی الولوی کے نسخہ میں یہ اضافہ موجود ہے)

(۴) حدثنا ابو داؤد قال نا الحسن بن علی قال نا معاویۃ وخالد بن عمر وابن سعید وابو حذیفۃ قالوا سفیان باسنادہ بھذا قال: فرفع یدیہ فی اول مرۃ وقال بعضھم مرۃ واحدۃ.

قارئین کرام!

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ سنن ابوداؤد کے نسخہ ابوعلی لولوی کے اصل نسخہ میں اور زبیر علیزئی کے پیش کردہ نام نہاد ابوعلی لولوی میں صرف ایک باب کے اندر ہی زمین آسمان کا فرق ہے۔ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی غیر مقلد کے مقالات صفحہ ۲۹۹ جلد ۴ کے مطالعہ سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ کاتب نے یہ ابن داسہ کے نسخہ سے نقل کیا ہے اور خاص طور پر درمیان کا حصہ تو بالکل ابن داسہ کے نسخہ کے مشابہ ہے۔ اور اگر اسکی نسبت کو ابوعلی لولوی کے نسخے کی طرف بالفرض مان بھی لیں تو پھر بھی یہ نسخہ جدید جو کہ ۱۳۱۴ھ کو لکھا گیا ہے اسکی حیثیت دوسرے قدیم اور اصل نسخوں کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔ لہذا مخطوطات کی تحقیق ایک اہم بات ہے۔ خواہ مخواہ مسلکی حمایت میں ایسی باتوں سے پرہیز ہی کرنا چاہیے۔ الحمد للہ راقم کے پاس یہ تمام نسخے مکمل موجود ہیں۔

امام سفیان ثوریؒ کا طبقہ ثانیہ کی بحث کا تحقیقی جائزہ

کیونکہ زبیر علیزئی طبقات المدلسین کا انکار کر چکے ہیں اور اس سے رجوع بھی کر چکے ہیں، لہذا طبقات پر بحث کرنا مناسب نہیں مگر پھر بھی مندرجہ ذیل وضاحت پیش کی جا رہی ہیں تا کہ کوئی امام حاکم کے اس حوالے سے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش نہ کرے۔

زبیر علیزئی صاحب امام سفیان ثوریؒ کی تدلیس پر بحث کرتے ہوئے نور العینین ص ۱۳۸ پر لکھتے ہیں۔

''حاکم نیشاپوری نے سفیان ثوری کو طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے۔ (معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۶) حاکم نیشاپوری حافظ ابن حجر سے زیادہ متقدم تھے اور درج ذیل دلائل کی روشنی میں حاکم کی بات صحیح اور حافظ ابن حجر کی بات غلط ہے۔''

جواب: کیونکہ زبیر علیزئی نے جمہور محدثین اور علماء غیر مقلدین کی مخالفت کرتے ہوئے طبقات المدلسین کا انکار کر دیا ہے اس لیے امام حاکم کے پیش کردہ حوالے کے جواب کی ضرورت تو نہیں ہے مگر پھر بھی عوام الناس کے لیے چند معروضات پیش خدمت ہیں۔ زبیر علیزئی صاحب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین کی حدیث کے جواب سے اس قدر عاجز آ گئے کہ موصوف سفیان ثوری کی تدلیس اور پھر مدلسین کے طبقات کی بحث میں الجھ کر رہ گئے۔ سفیان ثوریؒ کی تدلیس کے بعد طبقات کی بحث کا مقصد صرف اس حدیث کو کسی طرح ضعیف ثابت کرنا ہے۔ مگر زبیر علیزئی صاحب اس میں بالکل ناکام رہے۔

امام حاکمؒ کی عبارت میں تحریف

زبیر علیزئی صاحب نے امام حاکم کے معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۶ کے استدلال سے جو امام سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثالثہ کا مدلس قرار دیا ہے وہ صرف اور صرف علمی بددیانتی اور تحریف ہے۔ کیونکہ امام حاکم نے مدلسین پر طبقات کا اطلاق نہیں کیا۔ انہوں نے معرفۃ علوم

الحدیث صہ ۱۶۵ تا صہ ۱۷۱ پر مدلسین کی (قسمیں) اجناس کا اطلاق کیا ہے۔ اور اس کے برعکس زبیر علیزئی اپنے ماہنامہ رسالہ الحدیث شمارہ نمبر ۶ صفحہ نمبر صہ ۴۷ پر طبقات کا بھی انکار کر چکے ہیں۔ یہ تو قارئین ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ زبیر علیزئی صاحب تحقیق میں کس حد تک غیر جانبدار ہیں۔

کیا امام حاکمؒ کی تدلیس سے اتفاق کرتے ہیں؟

امام حاکمؒ نے تدلیس کے اجناس کا ذکر کیا ہے۔ مگر زبیر علیزئی صاحب اسے طبقات کہنے پر بضد ہیں۔ جو ایک علمی بددیانتی ہے۔

امام حاکمؒ نے معرفۃ علوم الحدیث صہ ۱۰۶ پر تدلیس کی ۶ اقسام/ اجناس کا ذکر کیا ہے۔

امام حاکمؒ کی معرفۃ علوم الحدیث صہ ۱۰۶ پر جو تدلیس کی اجناس شمار کی ہیں۔ ان کا جائزہ لینا اس مضمون میں نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ امام حاکمؒ نے جنس اول کی تعریف لکھی ہے۔

(۱) "فاولها التابعون الذین لا یدلسون الا عن ثقة مثلهم او اکبر کابی سفیان طلحه بن نافع وقتادة." امام حاکمؒ نے طبقہ جنس اولیٰ میں ابی سفیان طلحہ بن نافع اور قتادہ بن دعامہ کا ذکر کیا اور اصول بتایا کہ اس طبقہ میں وہ راوی ہیں جو صرف ثقہ سے تدلیس کرتے ہیں۔

نوٹ: اس مقام پر یہ سوال اہم ہے کہ کیا زبیر علیزئی ابوسفیان طلحہؒ بن نافع اور قتادہ بن دعامۃ کو امام حاکمؒ کے قول کے مطابق طبقہ اولیٰ کا راوی مانتے ہیں؟ مگر حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

اول: زبیر علیزئی صاحب طلحہ بن نافع الواسطی ابوسفیان کو اپنی کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین صہ ۵۲ پر طبقہ ثالثہ کا قرار دیا اور اس پر سکوت کیا نیز امام حاکمؒ سے اختلاف کیا ہے۔

دوم: زبیر علیزئی صاحب قتادہ بن دعامۃ کو اپنی کتاب الفتح المبین صہ ۵۸ پر طبقہ ثالثہ میں لکھا

ہے اور امام حاکمؒ سے اختلاف کیا ہے۔

یہ بات واضح ہوگئی کہ زبیر علیزئی صاحب امام حاکم کی طبقہ اولیٰ کی تقسیم سے کلیتاً اختلاف کرتے ہیں۔ جب زبیر علیزئی صاحب امام حاکمؒ کے مدلسین کی جنس اولیٰ سے اختلاف کرتے ہیں تو زبیر علیزئی صاحب امام حاکم کی جنس ثالث (جس میں سفیان ثوری ہیں) سے اتفاق کیوں کرتے ہیں؟ یہ تو ظاہر ہے زبیر علیزئی صاحب کے پیش نظر کوئی اصول نہیں ہے۔

(۲) امام حاکمؒ تدلیس کی جنس ثانی کے بارے لکھتے ہیں:

"من کان یقول قال فلان فاذا حصل لهم من ینقر عن سماعهم ذکر وامن سمعوه منه کا ابن عیینة وابن اسحاق وهشیم وغوهم". (معرفۃ علوم الحدیث صہ ۱۰۶)

امام حاکمؒ نے جنس ثانی میں سفیان بن عیینہ وابن اسحاق اور ہشیم بن بشیر کا ذکر کیا ہے۔

نکتہ: اس مقام پر یہ سوال پھر ابھرتا ہے کہ کیا زبیر علیزئی صاحب امام حاکمؒ کی اس تقسیم سے اختلاف کرتے ہیں یا اتفاق؟

اول: سفیان بن عیینہؒ کو زبیر علیزئی صاحب نے الفتح المبین صہ ۳۲ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس قرار دیا ہے۔

دوم: محمد بن اسحاق کو زبیر علیزئی صاحب نے الفتح المبین صہ ۷۲ پر طبقہ رابعہ کا مدلس لکھا ہے۔

سوم: ہشیم بن بشیرؒ کو زبیر علیزئی صاحب نے الفتح المبین صہ ۶۶ پر طبقہ ثالثہ کا قرار دیا ہے۔

اس تفصیل بالا سطور سے یہ بات واضح ہوگئی کہ زبیر علیزئی صاحب امام حاکمؒ کی جنس ثانی کی تقسیم سے کلیتاً اختلاف کرتے ہیں۔ جب امام حاکم کی جنس ثانی کی تقسیم سے انکار کرتے ہیں تو جنس ثالث سے اتفاق کیوں؟

(۳) امام حاکمؒ جنس ثالث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"من يدلس عن أقوام مجهولين لا يدرى من هم كسفيان الثورى و عيسى بن موسى غنجار و بقية بن الوليد"

امام حاکمؒ نے جنس ثالث میں سفیان ثوری، عیسیٰ بن موسیٰ غنجار اور بقیۃ بن ولید کا ذکر کیا ہے:

نوٹ: امام حاکمؒ نے جنس ثالث میں اُن مدلسین کا ذکر کیا ہے جو مجہولین سے تدلیس کرتے تھے۔ یعنی جنس ثالث میں وہ مدلس راوی ہیں جو مجہولین سے روایت کرتے ہیں۔ مگر امام سفیان ثوریؒ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ مجہولین سے روایت کرتے تھے بالکل غلط اور باطل ہے۔ میرے علم کے مطابق کسی محدث سے صحیح سند کے ساتھ یہ قول ثابت نہیں۔

اوّل: سفیان ثوریؒ کو زبیر علیزئی صاحب الفتح المبین ص ۳۹۔۴۰ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس قرار دیا ہے اور اسی طرح نور العینین صہ ۱۳۸ پر طبقہ ثالثہ کا قرار دیا ہے۔

دوم: عیسیٰ بن موسیٰ غنجار کو زبیر علیزئی صاحب نے الفتح المبین صہ ۲۷ پر طبقہ رابع کا مدلس قرار دیا ہے۔

سوم: بقیہ بن ولید کو زبیر علیزئی صاحب نے الفتح المبین ص ۶۹ پر عرب سلفی عالم مسفر ابن الدمنی کے قول پر طبقہ ثالثہ کا لکھا ہے جبکہ حافظ ابن حجرؒ نے طبقات المدلسین میں اسے طبقہ رابعہ میں ذکر کیا ہے۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ زبیر علیزئی کو امام حاکمؒ کی جنس ثالث کی تقسیم سے بھی اتفاق نہیں ہے۔ زبیر علیزئی صاحب کو جب امام حاکمؒ کے تدلیس پر جنس اولی (مدلسین) اور جنس ثانی (مدلسین) سے اختلاف ہے تو امام حاکمؒ کے جنس ثالث (مدلسین) کی تقسیم سے اتفاق کیوں؟

اس تحقیق سے بات واضح ہو گئی کہ زبیر علیزئی صاحب کو صرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے امام سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثالثہ کا مدلس ثابت

کرنے کی ضرورت تھی اور انہوں نے اس ضرورت کو امام حاکمؒ کی تقسیم سے بے ربط ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مگر زبیر علیزئی صاحب کا یہ عجب علمی وطیرہ ہے کہ مدلسین کی روایات کو قبول اور رد کرنے کے اصول تو حافظ ابن حجرؒ کے ذکر کرتے ہیں۔ مگر تدلیس کی طبقات کی تقسیم میں صرف امام ثوریؒ کے بارے میں امام حاکم کا قول قبول کرتے ہیں۔

زبیر علیزئی کا یہ عجب علمی اور تحقیقی منہج ہے کہ امام حاکمؒ کی تقسیم سے تو انکار اور اختلاف مگر اس حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے امام سفیان ثوری کو طبقہ ثالثہ میں ثابت کرنے کے لئے صرف امام حاکم کا قطع وبرید قول سے اتفاق کرنا۔ اُمید ہے کہ زبیر علیزئی صاحب اپنے اس منہج پر نظر ثانی ضرور کریںگے۔ لہٰذا زبیر علیزئی صاحب کا امام حاکمؒ کے قول سے استدلال جمہور محدثین کرام کے خلاف اور اصول کے برعکس ہے۔

امام حاکمؒ کے قول سے زبیر علیزئی صاحب کا اختلاف

زبیر علیزئی نے مسلکی تفاوت میں امام حاکم کا قول پیش کیا مگر حقیقت میں امام حاکمؒ کے قول اور مدلسین کے طبقات کی تقسیم سے زبیر علیزئی صاحب اختلاف کرتے ہیں۔

مستدرک حاکم ۴/۱۳ پر اعمش عن ابی وائل عن مسروق عن عائشہؓ ..... الخ کی روایات کو امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ نے صحیح قرار دیا۔ مگر زبیر علیزئی صاحب نے الحدیث شمارہ ۳۳ صفحہ ۴۳ پر امام حاکم اور علامہ ذہبیؒ کے قول کو غلط لکھا ہے۔ عجب تحقیق ہے ایک جگہ امام حاکم کے قول کو ماننا اور دوسری طرف ان کی تحقیق کو غلط لکھنا۔

امام حاکمؒ کے قول کو وہم قرار دینا

زبیر علیزئی صاحب رسالہ الحدیث نمبر صہ ۴۸ پر امام حاکمؒ کے قول کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "امام حاکم کے علاوہ تمام محدثین نے ابو الزبیر کو مدلس قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین میں ان کے وہم کی تردید کی ہے۔" یہ عجیب تضاد ہے کہ

ایک مقام پر امام حاکم کا قبول کرنا اور ابن حجرؒ کی تردید کرنا۔ اور دوسرے مقام پر تدلیس کے اسی موضوع پر امام حاکم کے قول کو رد کیا اور ابن حجرؒ کے قول کو قبول کر لیا۔

امام حاکمؒ کی سفیان ثوریؒ کی معنعن روایات کی تصحیح

امام حاکمؒ نے مستدرک حاکم علی الصحیحین میں سفیان ثوریؒ سے تقریباً ۲۴۳ روایات لیں ہیں۔ اور ۹۸٪ روایات معنعن / اور عن سے روایات ہیں۔ امام حاکمؒ نے سفیان ثوری کی معنعن / عن والی روایات کی تصحیح کی اور ساتھ ہی امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حاکم کے نزدیک سفیان ثوریؒ کی معنعن روایات صحیح اور قابل اعتبار ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مستدرک حاکم حدیث نمبر: ۳۷۔۹۰۔۹۱۔۹۶۔۹۵۔۱۰۹۔ ۱۱۷۔۱۲۵۔۱۲۸۔۱۳۷۔۱۵۵۔۱۶۸۔۱۷۴۔۱۷۱۔۱۷۵۔۲۶۵۔۲۶۷۔۲۶۸۔۳۲۹۔

سفیان ثوریؒ کا طبقہ ثانیہ کا مدلس ہونا

یہ ایک اہم امر ہے کہ اس بات کا احاطہ کیا جائے کہ محدثین کرام کا اتفاق امام حاکم کے طبقات کے ساتھ تھا یا حافظ صلاح الدین العلائیؒ کے طبقات مدلسین کے ساتھ ہے۔

(۱) حافظ العلائیؒ نے جامع التحصیل صہ ۱۳۰ پر امام سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا۔

(۲) امام ابن العجمیؒ نے تبیین اسماء المدلسین پر امام سفیان ثوریؒ کو مدلس قرار دینے کے بعد ص ۲۶ پر حافظ العلائی کے اصول کے مطابق طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا ہے۔

(۳) امام ابوزرعہ العراقیؒ نے کتاب المدلسین صہ ۵۲ پر امام سفیان ثوریؒ کو مدلس کہنے کے بعد ص ۱۰۹ پر حافظ العلائی کے اصول کے مطابق طبقہ ثانیہ کا مدلس کیا۔

(۴) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ طبقات المدلسین صہ ۳۲ اور النکت علی کتاب ابن الصلاح جلد ۲ ص ۶۳۹ پر سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا۔

سفیان ثوریؒ کی تدلیس غیر مقلدین کی نظر میں

سفیان ثوری کو طبقہ ثالثہ میں لکھنا زبیر علیزئی کا تفرد اور غلطی ہے۔ مندرجہ بالا محدثین کے علاوہ غیر مقلدین حضرات کے علاوہ بھی محدث سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیتے ہیں۔

(۵) راشدی صاحب نے جزء منظوم فی اسماء المدلسین رقم ۲۲ قلمی میں سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا ہے۔

(۶) حافظ گوندلوی صاحب نے خیر الکلام ص ۴۷ میں سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ کا مدلس لکھا ہے۔

(۷) مولانا محب اللہ شاہ راشدی صاحب نے اپنے مضمون ایضاح المرام واستیفام الکلام میں سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا ہے۔ دیکھئے الاعتصام جون ۱۹۹۱ء اشاعت۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ محدثین کرام کی جماعت حافظ ابن حجرؒ کے طبقات کی قائل ہے۔

لہٰذا جمہور کے نزدیک حافظ ابن حجرؒ کے طبقات کی تقسیم صحیح اور راجح ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ کی مدلس لکھا ہے۔

سفیان ثوریؒ کی تدلیس عرب محققین کی نظر میں

امام سفیان ثوری کی تدلیس کو جمہور ائمہ محدثین نے قبول کیا ہے۔ بلکہ قریب وبعید اور عصر حاضر کے بھی مختلف علماء کرام نیز عرب محققین سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ میں شمار کرتے ہیں یا طبقات المدلسین کا اقرار کرتے ہیں۔ اس فہرست میں مندرجہ ذیل عرب محققین شامل ہیں۔

۱.	شیخ حماد بن محمد الانصاری	اتحاف ذوی الرسوخ تدلیس والمدلسون ص ۳
۲.	عرب سلفی عالم مسفر بن غرم اللہ الدمینی	تدلیس فی الحدیث ص ۲۶۴
۳.	ڈاکٹر عواد الحسین الخلف	روایات المدلسین فی صحیح بخاری ص ۱۰۷
۴.	ڈاکٹر عواد الحسین الخلف	روایات المدلسین فی صحیح مسلم ص ۷۲

۵.	ڈاکٹر عاصم بن عبداللہ القریاتی	طبقات المدلسین ص ۳۲
۶.	ڈاکٹر رفعت فوزی	المدلسین نمبر ۵۲ حاشیہ ص ۱۲
۷.	ڈاکٹر نافذ حسین	المدلسین نمبر ۵۲ حاشیہ ص ۱۲
۸.	علامہ یحییٰ شفیق	التبیین لا سماء المدلسین ص ۲۸ حاشیہ
۹.	شیخ محمد طلعت	انظر معجم المدلسین تحقیق ۲۰۴
۱۰.	ڈاکٹر کریم جواد محمد مصری	انظر طبقات المدلسین ص ۲۳۔۲۴ تحقیق
۱۱.	عبدالغفار سلیمان البنداری	انظر تعریف اہل التقدیس تحقیق
۱۲.	محمد احمد بن عبدالعزیز	انظر تعریف اہل التقدیس تحقیق
۱۳.	عبدالرؤف سعد	انظر تعریف اہل التقدیس تحقیق
۱۴.	احمد بن علی سیر المبارکی	انظر تعریف اہل التقدیس تحقیق
۱۵.	محمد بن علی آدم اولوی	انظر جلیس الانیس
۱۶.	ناصر الفہد	منہج المتقدمین فی التدلیس ص ۳۱۔۳۲
۱۷.	صالح بن سعید	تدلیس واحکامہ ص ۱۳۹
۱۸.	عبدالعزیز بن محمد قاسم بن صدیق غماری	الانیس بشرح منظومۃ الذہبی فی تدلیس ص ۴
۱۹ـ	حافظ عبدالرؤف غیر مقلد	رسالہ الاعتصام دسمبر ۱۹۹۰ ص ۱۴۰
۲۰ـ	حافظ عبداللہ روپڑی امرتسری غیر مقلد	فتاویٰ الحدیث ۱/ ۲۶۸
۲۱ـ	علامہ محمد خبیب غیر مقلد	الاعتصام شمارہ اگست ۲۰۰۷ صفحہ نمبر ۱۴ (۱۱۳۰)

مسئلہ تدلیس پر زبیر علیزئی صاحب کے اوہام

یہ بات تو عیاں ہے کہ زبیر علیزئی صاحب کی تحقیق قابل قبول نہیں ہے۔ زبیر علیزئی صاحب کو صرف تدلیس کے مضمون پر اس قدر اضطراب ہے کہ انہیں تدلیس پر اپنے اصول بار بار بدلنا پڑے جو ان کی تصانیف سے عیاں اور واضح ہے۔ ذیل میں ہم زبیر علیزئی صاحب کے اضطرابات کا جائزہ لیتے ہیں۔

(اضطراب نمبر ۱) زبیر علیزئی نے پہلی مرتبہ نور العینین شائع کی تو سفیان ثوریؒ کو حافظ العلائی کے جامع تحصیل کے حوالے سے طبقہ ثالثہ کا مدلس کہا۔

(اضطراب نمبر ۲) زبیر علیزئی کا جب ۱۹۸۹/ ۱۴۰۸ھ میں عبدالرشید الانصاری کے ساتھ جرابوں پر مسح کے موضوع پر تحریری مناظرہ ہوا تو سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا۔ (جرابوں پر مسح صہ ۲۰)

(اضطراب نمبر ۳) زبیر علیزئی نے نور العینین صہ ۱۱۷ ایڈیشن اپریل ۲۰۰۲ء پر سفیان ثوریؒ کو پھر حافظ العلائیؒ کے جامع تحصیل کے حوالے سے طبقہ ثالثہ کا مدلس قرار دیا۔ کیونکہ اس صفحہ پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث پر زبیر علیزئی صاحب اعتراض کرتے کیونکہ یہ دلیل احناف کے حق میں تھی۔ لہٰذا سفیان ثوری کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا۔

(اضطراب نمبر ۴) زبیر علیزئی نے جزء رفع یدین صہ ۲۶ جون ۲۰۰۳ء اشاعت میں سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ میں درج کرنے کے موقف سے رجوع کیا۔ جو انہوں نے جرابوں پر مسح صہ ۲۰ پر لکھا تھا۔

(اضطراب نمبر ۵) زبیر علیزئی نے القول المتین فی الجہر بالتامین صہ ۱۹ طبع ۲۰۰۳ء میں امام زہریؒ کو حافظ العلائی کی جامع التحصیل کے حوالے سے طبقہ ثانیہ کا مدلس لکھا اور القول المتین صہ ۲۰ پر زہری کی تدلیس کی وجہ سے حدیث کو ضعیف لکھا۔ معلوم ہوا کہ حافظ العلائی

کے طبقات کا اقرار کیا اور پھر بھی حدیث کو ضعیف لکھا۔

(اضطراب نمبر ۶) مگر زبیر علیزئی صاحب نے اپنی تحقیقی کتاب الفتح المبین فی طبقات المد لسین طبع ۲۰۰۵ء میں طبقات کا اقرار کیا مگر راویوں کی طبقاتی تقسیم میں گڑبڑ کر دی۔ جو ان کی مذہبی منافرت پر مبنی تھی۔ اور عرب عالم مسفر ابن غرم اللہ دمینی کی کتاب تدلیس فی الحدیث پر اعتماد کیا۔ جو سراسر باطل اور غلط ہے۔

(اضطراب نمبر ۷) زبیر علیزئی نے نور العینین صہ ۱۳۸ طبع دسمبر ۲۰۰۶ء میں پھر سفیان ثوری کو طبقہ ثالثہ کا مدلس قرار دیا۔ مگر اس مرتبہ حافظ العلائی کے قول سے نہیں حافظ امام حاکم کی معرفۃ علوم الحدیث کے حوالے سے انہیں طبقہ ثالثہ کا مدلس قرار دیا۔ اور حافظ العلائی کے قول سے انہوں نے اپنے وہم کا اقرار کیا۔

(اضطراب نمبر ۸) زبیر علیزئی ماہنامہ الحدیث نمبر صہ ۳۳ صفحہ نمبر ۵۶۔۵۵ طبع فروری ۲۰۰۷ء میں حافظ العلائی' حافظ ابن حجر اور امام حاکم کے طبقات کا انکار کر دیا۔ اور صرف دو طبقات کا اقرار کیا۔ طبقہ اولی (مدلس نہیں ہیں)۔ طبقہ ثانیہ (مدلس ہیں)۔

(اضطراب نمبر ۹) زبیر علیزئی نے وہم میں غوطہ زن ہوئے اور اپنے ماہنامہ رسالہ الحدیث نمبر ۳۲ صہ ۲۶ طبع نومبر ۲۰۰۷ء میں دوبارہ طبقات کا اقرار کیا اور سفیان ثوری کو طبقہ ثالثہ کا مدلس اقرار کیا۔

(اضطراب نمبر ۱۰) زبیر علیزئی پھر اضطراب کا شکار ہوئے اور رسالہ الحدیث نمبر ۴۶ صہ ۱۰ مارچ ۲۰۰۸ء میں پھر سے طبقات کی تقسیم کا انکار کر دیا۔ اور لکھا کہ "یاد رہے کہ طبقات المدلسین کے طبقات کی تقسیم جدید وقدیم محققین میں سے کسی کو بھی من وعن قبول نہیں ہے چاہے یہ محققین اہل حدیث میں سے ہوں یا غیر اہلحدیث میں سے۔

سطور بالا تفصیل سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ زبیر علیزئی صاحب کی تحقیقات پر

اعتماد صحیح نہیں۔ اور ان کے اکثر قول باطل اور مردود ہیں۔ زبیر علیزئی صاحب کی کتاب الفتح المبین فی طبقات المدلسین کے مراجع ارشاد الحق اثری صاحب ہیں۔ مگر ارشاد الحق اثری صاحب بھی زبیر علیزئی صاحب کے تدلیس کے موضوع پر ان کے موقف سے اختلاف کرتے ہیں۔ اور غیر مقلد راشدی صاحب نے تو زبیر علیزئی صاحب کے تدلیس کی طبقاتی تقسیم کے رد میں ایک مستقل مضمون لکھا "تسکین القلب المشوش باعطاء التحقیق فی تدلیس الثوری والاعمش"۔ جو رسالۃ الاعتصام لاہور سے چھپ چکا ہے۔

زبیر علیزئی کا حافظ ابن حجرؒ کے طبقاتی تقسیم کا انکار

زبیر علیزئی صاحب ایک طرف اس کتاب نور العینین صہ ۱۳۸ پر امام حاکم کے قول کی بنیاد پر سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثالثہ کا قرار دیا کیونکہ یہ حدیث ان کے مسلک کے خلاف ہے۔ مگر زبیر علیزئی صاحب نے اپنے ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر ص ۴۱ تا ص ۴۷ پر جمہور محدثین کے خلاف حافظ ابن حجرؒ کے طبقاتی تقسیم کا انکار کیا۔

غیر مقلد زبیر علی زئی حافظ ابن حجرؒ کی طبقاتی تقسیم پر مقالات ۱۶۶/۴ پر لکھتا ہے۔

"اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی طبقاتی تقسیم کئی وجہ سے غلط ہے مثلاً۔

۱۔ یہ طبقاتی تقسیم جمہور محدثین کے اصول تدلیس کے خلاف ہے۔

۲۔ یہ تقسیم خود حافظ ابن حجر کی شرح نخبۃ الفکر کے اصول کے خلاف ہے۔

۳۔ یہ تقسیم خود حافظ ابن حجر کیا التلخیص الحبیر ۱۹/۳ کے خلاف ہے۔

۴۔ اہل حدیث (غیر مقلدین)، حنفی بلکہ بریلوی اور دیوبندی سب اس طبقاتی تقسیم پر متفق نہیں ہیں۔

جواب : یہاں عرض یہ ہے کہ مندرجہ بالا اعتراض چند وجوہات کی بنا پر غلط ہیں۔

۱۔ حافظ ابن حجر کی یہ تقسیم جمہور محدثین کرام کے اصول کے خلاف نہیں بلکہ یہ تو ایک تخصیص اور استثناء ہے۔ زبیر علیزئی خود تو تخصیص اور استثناء کے قائل ہیں مگر حافظ ابن حجر کی تخصیص کرنے پر اعتراض ہے۔ اگر آپ میں ہمت ہے تو کسی ایک کتاب کا نام لکھیں جو مستقلاً حافظ ابن حجر کے طبقاتی تقسیم کے رد پر ہو۔ حافظ ابن حجر کے شاگرد اور دیگر متاخرین نے اپنی کتابوں کی بنیاد حافظ ابن حجر کی کتاب طبقات المدلسین پر ہی رکھی ہے۔ باقی تو رہنے دیجئے آپ نے کتاب الفتح المبین کی بنیاد حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ کی کتاب طبقات المدلسین پر رکھی ہے۔ یہاں یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ مدلسین کے طبقات بنانا صرف حافظ ابن حجر سے ہی منقول نہیں بلکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے پہلے بھی اور بعد میں بھی محدثین کرام نے اپنی اپنی تحقیق کے مطابق مدلسین کے طبقات یا اجناس بنائے ہیں۔ ان محدثین کرام میں شامل ہیں۔

(i)	ابی عمرو عثمان بن سعید المقریؒ	جزء فی علوم الحدیث ص ۱۳۶
(ii)	ابن حزمؒ	الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۱۵۸
(iii)	امام حاکمؒ	معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۳
(iv)	حافظ ابو نعیمؒ	النکت ص ۶۲۲
(v)	حافظ علائیؒ	جامع التحصیل ص ۱۵۰
(vi)	حافظ ابن حجرؒ	النکت ص ۶۲۲
(vii)	حافظ ابن کثیرؒ	فتح المغیث ۱/۱۱۷
(viii)	ابن سبط العجمیؒ	التبیین ص ۶۶
(ix)	ابوزرعہ عراقیؒ	کتاب المدلسین ص ۵۲

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ تقسیم حافظ ابن حجرؒ کی شرح نخبۃ الفکر کے اصول کے خلاف بھی

نہیں بلکہ تخصیص ہے جس کے آپ خود دعویدار ہیں۔ لہٰذا اعتراض مردود ہے

۳۔ مزید یہ کہ یہ تقسیم حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی تلخیص الحبیر کے بھی خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ تلخیص الحبیر وہاں مسئلہ تدلیس التسویہ کا ہے۔ نہ کہ طبقات کی بحث، کسی ایک قول کو لے کر آپ رد تو ثابت نہیں کر سکتے۔ لہٰذا آپ کا یہ اعتراض بھی مردود ہے۔ مزید یہ کہ آپ ذرا قارئین کی معلومات کیلئے یہ تو عرض کر دیں کہ حافظ ابن حجرؒ کی تلخیص الحبیر پہلے کی کتاب ہے اور النکت علی ابن صلاح بعد کی النکت علی صلاح میں بھی حافظ ابن حجر نے طبقاتی تقسیم کی ہے۔ لہٰذا بعد والی کتاب کو فوقیت اور ترجیح حاصل ہوگی۔

۴۔ اہم بات یہ کہ حافظ ابن حجرؒ کے طبقاتی تقسیم کے قائل مندرجہ ذیل علماء غیر مقلدین ہیں۔

(i) مولانا مبارک پوری (اعلام الرحمٰن ص ۳۶۷)

(ii) علامہ بدیع الدین شاہ راشدی (جزء منظوم: ۲۲ قلمی)

(iii) حافظ یحییٰ گوندلوی (الاعتصام جون 1991)

(iv) حافظ عبداللہ روپڑی (فتاوی الحدیث 1/۳۶۸)

(v) علامہ محب اللہ شاہ راشدی (رسالہ الاعتصام مئی ۱۹۹۲ء)

(vi) علامہ قاسم راشدی (اپنے والد صاحب کے موقف پر ہیں)

(vii) حافظ عبدالرؤف غیر مقلد (رسالہ الاعتصام ۱۹۹۰ دسمبر ص ۱۲۰)

(viii) غیر مقلد علامہ محمد خبیب (الاعتصام اگست ۲۰۰۸ء ص ۱۶)

(ix) ارشاد الحق اثری غیر مقلد (توضیح الکلام ۱/۷۵۹)

(x) حافظ ثناء اللہ زاہدی (گفتگو کے درمیان اظہار کیا)

(xii) شمس الحق عظیم آبادی (اعلام الرحمٰن ص ۳۶۷)

یہاں پر عرض یہ ہے کہ جدید قسم کے علماء غیر مقلدین مناظروں میں یا جوابی کتابوں میں غیر

مقلد زبیر علی زئی کے مقلد ہیں ان کی اپنی کوئی تحقیق نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے جدید غیر مقلدین کا حوالہ دینا غلط خلاف تحقیق اور مردود ہے۔

سفیان ثوری کی تدلیس پر علمی بحث اور مدلس کا عنعنہ

زبیر علیزئی صاحب کے تدلیس پر خرافات کا تفصیلی بیان گذشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تدلیس پر زبیر علیزئی صاحب کے خرافات کی مکمل قلعی کھولی جائے تاکہ پڑھنے والے کو تحقیق کا اعلیٰ معیار میسر آسکے۔ زبیر علیزئی صاحب کا طبقات کو ماننا اور پھر ان کا انکار کرنا نہایت ہی صاف اور ان کی تحریروں میں عیاں ہے۔ زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین صہ ۱۳۴ پر امام ذہبیؒ کی (میزان الاعتدال ۲/۱۶۷) (سیر اعلام النبلاء ۷/۲۴۲) سے کان یدلس عن الضعفاء اور و ربما دلس عن الضعفاء اور یحدث عن ضعفاء (سیر اعلام النبلاء ۷/۲۷۴) اور پھر صہ ۱۳۵ پر صلاح الدین العلائی کی جامع تحصیل فی احکام المراسیل صہ ۹۸ کے حوالے سے من یدلس عن اقوام مجھولین اور حافظ ابن رجب کی (شرح علل ترمذی ۱/۳۵۸) کے حوالے سے کان ثوری وغیرہ یدلسون عمن لم یسمعوا کے الفاظ نقل کرنے کے بعد نور العینین صہ ۱۳۸ پر مدلس کا عنعنہ کے تحت امام شافعی کا قول الرسالۃ شافعی صہ ۳۸۰ اور امام ابن معین کا قول لا یکون حجۃ فیما لبس (الکفایہ صہ ۳۶۲) نقل کیا ہے۔

جواب:

مختلف محدثین کرام نے اپنی رائے کا اظہار تدلیس کے بارے میں کیا۔ جس میں امام شافعیؒ اور امام ابن معینؒ بھی شامل ہیں۔ مگر ان دونوں کے اقوال جمہور کا مذہب اور مسلک پر نہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے النکت علی ابن صلاح صہ ۶۱۴ پر تدلیس کے بارے درج ذیل مختلف اقوال نقل کیے۔

(۱) بعض اہل حدیث کا مسلک تو یہ ہے کہ مدلس کی کوئی روایت مقبول نہیں اگرچہ سماع کی تصریح بھی کر دے۔ (جامع تحصیل صہ ۹۸)

(۲) ایک مرتبہ بھی اگر کسی نے تدلیس کی تو جب تک وہ سماع کی تصریح نہ کرے اس کی روایت مقبول نہیں یہ مسلک امام شافعی اور ان کے متعقدین کا ہے۔ (الرسالہ صہ ۳۸۰)

(۳) اگر صرف ثقہ سے تدلیس کرے تو اس کا عنعنہ مقبول ہے ورنہ بغیر تصریح سماع اس کی روایت مقبول نہیں۔ یہ مسلک امام بزار، حصین کرابیسی اور ابو الفتح الازدی کا ہے۔ (شرح الفیہ العراقی ۱/۱۸۳، سوالات حاکم: ۵:۱۷۵، الاحسان ۱/۹۰)

(۴) مدلس اگر ثقہ ہے تو اس کا عنعنہ بھی مطلقاً مقبول ہے۔ حافظ ابن حزم اور دیگر محدثین کا یہی مذہب ہے۔ (محلی ۷/۴۱۹، الاحکام ۶/۱۳۵)

(۵) اگر مدلس کی روایت میں تدلیس غالب ہے تو اس صورت میں جب تک حدثنا وغیرہ کا صیغہ نہ کہے اس کی روایت حجت نہیں۔ اگر تدلیس قلیل ہے تو اس کی معنعن والی روایت قبول ہوگی۔ یہ مسلک امام ابن المدینی اور جمہور محدثین کرام کا ہے۔

لہٰذا ابن حجر عسقلانیؒ کی النکت ابن صلاح صہ ۱۶۴ پر تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور علماء کا مذہب اور مسلک یہ ہے کہ اگر مدلس کی مدلس روایتیں قلیل یا کم ہو تو اس کی معنعن (عن والی) روایتیں صحیح ہونگی۔ لہٰذا زبیر علیزئی صاحب کا ابو بکر صیرفی (شرح الفیۃ العراقی بالتبصرۃ والتذکرۃ ۱/۱۸۳)، امام شافعی اور ابن معین کا اقوال نقل کرنا جمہور محدثین کے خلاف ہے لہٰذا ان کے اقوال کی حیثیت جمہور کے مقابلے میں صحیح نہیں۔ اور اگر ان کے اقوال کو مدنظر رکھا جائے تو امام شافعی اور ابن معینؒ کے اقوال سے طبقات کی مطلقاً نفی ہو جاتی ہے لہٰذا ان کے اقوال سے استدلال صحیح نہیں۔ امام یحیٰی بن معینؒ خصوصاً سفیان ثوری کی معنعن روایات کی تصحیح کے قائل ہیں۔ (شرح علل ترمذی صہ ۲۶۷)

امام ابن رجب حنبلیؒ کے قول کی تحقیق

زبیر علیزئی صاحب نور العینین صہ ۱۳۵ پر ابن رجب حنبلیؒ کے قول سے استدلال کرتے ہیں۔ "وقد كان ثوری وغیره یدلسون عمن لم یسمعوا منه ایضاً" حالانکہ امام ثوری وغیرہ نے جن سے نہیں سنا ان سے بھی تدلیس کرتے تھے۔

جواب:-

اس قول میں تدلیس کو ارسال کے معنی میں لیا ہے۔ کیونکہ صحیح قول کے مطابق جس سے اس مدلس راوی نے سوائے اس مدلسہ روایت کے دیگر روایات سنی ہو۔ اگر اس نے اس سے کچھ نہیں سنا تو یا یہ روایت مرسل خفی ہوگی یا مرسل۔ لہذا ابن رجب حنبلیؒ کے قول سے استدلال غلط ہے۔ کیونکہ ان کا قول تدلیس پر لاگو ہی نہیں ہوتا۔ لہذا استدلال ہی فضول اور باطل ہے۔

امام شافعیؒ کے قول کا جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نور العینین صہ ۱۳۸ پر امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں۔ "حکم یہ ہے کہ مدلس کی صرف وہی روایات قبول کی جائیں گی جس میں وہ سماع کی تصریح کرے۔ یہ بات امام شافعیؒ نے ہر اس شخص پر جاری فرمائی ہے جو ایک دفعہ ہی تدلیس کرے۔ (ابن صلاح صہ ۱۹۹ الرسالۃ امام شافعی صہ ۳۸۰)

جواب:- امام شافعیؒ کے قول سے طبقات کی مطلقاً نفی ہوتی ہے مگر زبیر علیزئی صاحب سفیان ثوری کو طبقہ ثالث کا مدلس قرار دیتے ہیں لہذا امام شافعیؒ کے قول سے زبیر علیزئی کی تحقیق میں تعارض ثابت ہوتا ہے۔

امام شافعیؒ کا یہ قول جمہور کے موافق نہیں۔ دوسرا امام شافعیؒ نے اپنی جدید کتاب الام میں سفیان ثوریؒ کی عن / معنعن والی روایات سے استدلال کیا ہے۔ دیکھئے کتاب الام رقم ۹۷۸، رقم ۱۱۶۹، رقم ۱۹۱۹ جس سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک سفیان ثوریؒ کی تدلیس مضر نہیں یا حدیث کے لیے باعث ضعف نہیں ہے۔

نوٹ:

امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الام میں سفیان بن عیینہؒ جو مدلس ہیں ان سے تقریباً ۶۵ عن والی روایت نقل کیں۔ دیکھئے کتاب الام رقم ۳۔۶۔۸۔۱۰۔۱۱۔۱۹۔۲۱۔۲۷۔۳۰۔۳۱۔۳۵۔۳۶۔۳۸۔۵۳۔۱۰۰۱۔۱۰۱۱۔۱۰۱۵۔۱۲۶۰۔۱۷۰۰۔۱۷۱۰۔۲۰۵۱۔۲۱۲۱+۳۰۱۲۔۳۰۱۲۔۳۰۴۳۔۳۱۶۲۔۳۲۷۰۔ اس تحقیق سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام شافعیؒ بھی مدلس کی عن والی روایت کو قبول کرتے تھے اور ان کا حوالہ نقل کرنا زبیر علیزئی صاحب کو مفید نہیں ہے۔ زبیر علیزئی صاحب کا الفتح المبین صہ ۴۱ پر امام شافعی کی سفیان بن عیینہ سے روایت کو محمول علی السماع کہنا خود امام شافعیؒ کے اصولوں کے خلاف ہے۔ لہذا زبیر علیزئی صاحب کا یہ قول مردود ہے۔

امام شافعیؒ اور مسئلہ تدلیس کی تحقیق

ترک رفع یدین پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے غیر مقلد زبیر علی زئی نے ہر ممکن کوشش کی مگر پھر بھی ناکام ہوئے۔ آخر کار عبدالرحمٰن معلمی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سفیان ثوری کی تدلیس ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور اپنی ہی جماعت کے خلاف طبقات المدلسین کا انکار کر بیٹھے اور ہر مدلس راوی کی عن والی روایت کو ضعیف کہنا شروع کر

دیا۔ لہٰذا اس مقصد کے لئے زبیر علی زئی غیر مقلد نے امام شافعی رحمہ اللہ کا سہارا لیا۔ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنی کتاب مقالات ۴/۱۶۸ تا ۴/۱۹۸ پر ''امام شافعی اور مسئلہ تدلیس'' کے نام سے ایک مضمون لکھا، اس میں زبیر غیر مقلد لکھتا ہے۔

''امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جس کے بارے میں ہمیں معلوم ہو گیا کہ اس نے تدلیس کی ہے تو اس نے اپنی پوشیدہ بات ہمارے سامنے ظاہر کر دی۔ (الرسالہ فقرہ: ۱۰۳۳)

غیر مقلد زبیر علی زئی مزید لکھتا ہے۔

''اس کے بعد امام شافعی نے فرمایا: پس ہم نے کہا: ہم کسی مدلس سے کوئی حدیث قبول نہیں کرتے حتی کہ وہ حدثنی یا سمعت کہے'' (الرسالہ فقرہ: ۱۰۳۵)۔ غیر مقلد زبیر علی زئی مزید مقالات ۴/۱۷۰ پر لکھتا ہے۔ ''امام شافعی کے بیان کردہ اس اصول سے معلوم ہوا کہ جس راوی سے ساری زندگی میں ایک دفعہ تدلیس کرنا ثابت ہو جائے تو اس کی عن والی روایت قابل قبول نہیں ہوتی''۔

غیر مقلد زبیر علی زئی نے اس مضمون میں کل ۵۰ حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ ان حوالہ جات کا مختصر سا حال کچھ یوں ہے۔

(i) زبیر علی زئی غیر مقلد کے پیش کردہ حوالہ جات میں سے ۳۰ حوالہ جات محدثین کرام کے ہیں۔

(ii) پیش کردہ محدثین کرام کے ان ۳۰ حوالہ جات میں سے ۲۰ حوالے ایسے محدثین کرام کے ہیں جنہوں نے صرف امام شافعیؒ کی کتاب الرسالہ والا قول ہی نقل کر کے سکوت اختیار کیا ہے۔ جس سے آپ ان حوالوں کی فنی حیثیت سے آگاہ ہو گئے ہوں گے۔ کیونکہ امام شافعی کے حوالہ پر محدثین کرام کا سکوت ہے اور یہ ۲۰ محدثین کرام صرف ناقل ہی ہیں اور کسی بات پر سکوت کو رضامندی سمجھنا تو خود غیر مقلد زبیر علی زئی کو قبول نہیں ہے۔ اگر قبول ہے تو پھر غیر مقلد زبیر علی زئی سے عرض ہے کہ جن محدثین کرام نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر سکوت کیا تو اس کو بھی رضامندی اور تصحیح کی دلیل سمجھیں۔ حالانکہ وہاں

زبیر علیزئی نے سکوت کو تصحیح سمجھنے پر اعتراض کیا ہے یہ تو خود غیر مقلد زبیر علیزئی کا تضاد ہے۔

قارئین کرام حوالہ جات نقل کرنا ہی بات نہیں ہے۔ زبیر علی زئی کی بات اس وقت تک قابل قبول نہ ہو گی جب تک کہ وہ طبقات کا انکار ثابت نہ کریں۔ مطلقاً ایسے حوالے نقل کرنا جس میں صرف امام شافعی کا اصول اور اس کی تائید ہو کیونکہ امام شافعیؒ کے اصول میں حافظ ابن حجر اور دیگر محدثین نے تخصیصات ثابت کی ہیں۔ لہٰذا جب تک وہ طبقات کا انکار ثابت نہیں کریں ایسے حوالے فضول ہیں۔ حافظ ابن حجر نے خود النکت ص ۲۵۴ پر امام شافعیؒ کا قول نقل کرنے کے بعد طبقاتی تقسیم کی ہے۔

(iii) غیر مقلد زبیر علی زئی کے حوالوں میں ۵ حوالے علماء اہل سنت کے ہیں۔ ان کی تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ کیجئے۔

(iv) غیر مقلد زبیر علی زئی کے حوالہ جات میں ۵ حوالے علماء دیوبند کے ہیں۔ جن کا جواب تو پہلے بھی دیا جا چکا ہے۔ مگر پھر بھی غیر مقلد زبیر علی زئی نے عددی گنتی کی برتری ثابت کرنے کے لئے ان حوالہ جات کو درج کر دیا گیا ہے۔ جو سراسر ہٹ دھرمی ہے اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ ان کی حقیقت اور تفصیل آئندہ صفحات پر ملاحظہ کریں۔

﴿امام شافعیؒ کے قول کی تحقیق﴾

اب ہم نفس مسئلہ پر بحث کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا کتاب الرسالہ فقرہ: ۱۰۳۵ والے اصول کو مطلقاً اور کلیتاً اصول ماننا ہی غلط ہے۔ کیونکہ زبیر علی زئی غیر مقلد خود اپنی کتاب مقالات ۴/۱۶۹ پر اس اصول میں تخصیصات اور استثناء کا قائل ہے۔ لہٰذا امام شافعی کے اصول کو ہمارے خلاف قاعدہ کلیہ بنا کر پیش کرنا اور عام لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا مردود اور باطل ہے۔ یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ امام شافعی کا اصول کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں تخصیص اور استثناء ممکن ہے۔ اس تخصیص اور استثناء میں مندرجہ ذیل

نکات بھی شامل ہیں:

(i) مدلسین کے طبقات

(ii) تدلیس کی کمی و زیادتی

(iii) ثقات سے تدلیس

(iv) طویل رفاقت

(v) مخصوص اساتذہ وغیرہم

لہٰذا مذکورہ بالا تخصیصات کو امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کے خلاف کہنا غلط اور جناب کے اپنے اصول کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی عرض کردوں کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا اپنا منہج بھی اس اصول سے ذرا ہٹ کر اور الگ ہے۔ کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الرسالہ فقرہ ۱۰۳۵ پر یہ صاف لکھا ہے کہ ہم مدلس کی صرف وہ روایات لیں گے جس میں حدثنی یاسمعت کا لفظ موجود ہو۔ مگر امام شافعی رحمہ اللہ نے متعدد مدلسین سے عن والی روایات نقل کیں ہیں۔ لہٰذا مندرجہ ذیل مدلس راویوں سے امام شافعی نے اپنی کتاب الرسالہ میں روایت لی ہیں۔

(۱) محمد بن مسلم الزھری رحمہ اللہ (طبقہ ثالثہ کے مدلس): الرسالہ فقرہ: ۵۱۳، ۵۳۳، ۵۶۱، ۹۵۹، ۶۶۰، ۶۹۱، ۶۹۶، ۷۳۸، ۷۵۲، ۷۷۵، ۸۱۱، ۸۸۶، ۹۰۹، ۱۱۲۶، ۱۱۷۲، ۱۱۸۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۵، ۱۳۷۳، ۱۵۷۲، ۱۷۲۱، ۱۷۱۱، ۱۷۱۱، ۲۷۲، ۲۷۲، ۸۳۲، ۸۴۰، ۸۲۳، ۸۶۳

(۲) محمد بن عجلانؒ: (طبقہ ثالثہ کے مدلس) الرسالہ فقرہ نمبر: ۷۷۳، ۱۰۹۰

(۳) ابن جریج: (طبقہ ثالثہ کے مدلس) الرسالہ فقرہ نمبر: ۳۹۸، ۸۹۰، ۹۰۳

(۴) ابوالزبیر رضی اللہ عنہ: (طبقہ ثالثہ کے مدلس) الرسالہ فقرہ نمبر: ۳۹۸، ۸۹۰، ۸۸۹

(۵) سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ: (طبقہ ثالثہ عند زبیر علیزئی) ۲۹۵، ۳۷۳، ۳۰۲، ۳۴۶،

۳۷۴، ۷۴۷، ۵۳۳، ۵۶۱، ۶۵۹، ۷۷۴، ۷۷۵، ۸۸۹، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۹، ۹۱۶، ۱۰۹۳، ۱۱۰۲، ۱۱۲۲، ۱۱۳۲، ۱۱۶۰، ۳۳، ۳۷، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۱۸۳، ۱۲۲۵، ۱۲۹۰، ۱۳۱۳، ۱۳۱۵، ۱۳۷۳، ۱۵۱۲، ۱۷۱۱، ۸۱۱، ۸۲۳، ۸۲۵، ۸۴۰، ۸۶۳، ۱۱۷۲، ۱۱۷۴۔

درج بالا مقامات کے علاوہ کتاب الام / مسند شافعی سے ہزاروں ایسے مقامات ہیں، جہاں مدلسین کی عن والی روایت موجود ہیں۔

اعتراض: غیر مقلد زبیر علیزئی نے امام شافعی رحمہ اللہ کے اس مندرجہ بالا منہج کو غلط ثابت کرنے کے لئے دو وجوہات بیان کیں ہیں۔ زبیر علیزئی غیر مقلد مقالات ۱۸۶/۴۔۱۸۷ پر لکھتا ہے۔

1: ''امام شافعی کا اسنادہ صحیح وغیرہ کہنے کے بغیر مجرد روایت بیان کرنا حجت پکڑنا نہیں ہے۔

2: یہ ضروری نہیں ہے کہ مدلس کے سماع کی تصریح خود امام شافعی سے صراحتاً ثابت ہو بلکہ دوسری کتاب میں اس کی صراحت کافی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے مدلسین کی مرویات کے بارے میں علماء کرام کا عمل جاری و ساری ہے''۔

جواب: زبیر علی زئی کے یہ جوابات اصول کی روشنی میں مردود اور باطل ہیں۔

اول: زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ جواب تحقیق نہیں بلکہ مناظرانہ و منطقیانہ ہے لہٰذا مردود اور باطل ہے۔

دوم: زبیر علی زئی غیر مقلد ذرا امام شافعیؒ کے ایسے حوالہ جات کی نشاندہی کتاب الرسالہ سے تو کریں، جہاں امام شافعیؒ نے عن والی روایات کے بارے میں اسنادہ ضعیف لکھا ہو۔

سوم: زبیر علی زئی غیر مقلد کو یہ بھی معلوم نہیں کہ امام شافعی کی کتاب الرسالہ میں اسنادہ صحیح کہنا کا اسلوب ہی نہیں ہے۔

چہارم: امام شافعی رحمہ اللہ اگر اپنی کتاب الرسالہ میں عن والی روایت پر سکوت اختیار

کریں تو غیر مقلد زبیر علی زئی کو اعتراض ہوتا ہے مگر زبیر علی زئی غیر مقلد نے محدثین کرام کے ۲۰ سکوتی حوالے امام شافعی کی کتاب الرسالہ فقرہ :۱۰۳۵ تائید میں جو دیے ہیں۔اس پر رضامندی کیوں؟ لہذا معلوم ہوا کہ زبیر علی زئی غیر مقلد عام لوگوں کو مغالطہ دے رہے ہیں۔

پنجم: زبیر علی زئی کا امام شافعی کی کتاب الرسالہ کو صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی طرح سمجھنا غلط ہے۔اور یہ لکھنا کہ ''ضروری نہیں ہے کہ مدلس کی سماع کی تصریح خود امام شافعی سے صراحتاً ثابت ہو بلکہ دوسری کتاب میں اس کی صراحت کافی ہے جیسا کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کے مدلسین کی مرویات کے بارے میں علماء کرام کا عمل جاری وساری ہے۔زبیر علیزئی کی یہ بات بالکل باطل ومردود ہے کیونکہ اول تو کتاب الرسالۃ کو صحیحین پر قیاس کرنا مردود ہے۔ دوسرا یہ کہ جس طرح صحیح بخاری وصحیح مسلم کے بارے میں محدثین کرام کے اقوال موجود ہیں اس طرح کے اقوال امام شافعی کی کتاب الرسالۃ کے بارے میں ثابت کرنا غیر مقلد زبیر علی زئی کے ذمہ ہے۔لہذا ایسے حوالہ جات کی نشاندہی غیر مقلد زبیر علی زئی نے ہی کرنی ہے۔ اگر سچے ہیں تو کسی ایک محدث سے ثابت کریں کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی کتاب الرسالۃ کی عن والی روایات محمول علی السماع ہیں۔مزید یہ کہ یہ بات خود امام شافعی رحمہ اللہ کے اپنے اصول کے مخالف ہے کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ مدلس راوی کی غیر مصرح بالسماع (عن والی روایت) لکھنے کے حق میں نہیں ہیں۔لہذا زبیر علی زئی کا اعتراض واستدلال باطل اور مردود ہے۔

قارئین کرام مسئلہ صرف یہ ہے کہ کیا امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الرسالہ فقرہ ۱۰۳۵ والے قول پر خود عمل کیا ہے یا کہ نہیں؟ مگر یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ کا اپنا عمل اس قول پر نہ تھا۔

اعتراض: غیر مقلد زبیر علی زئی مناظرانہ طریق پر اپنی کتاب مقالات ۲/۲۵۷ پر لکھتا ہے۔

''دوسرے یہ کہ امام شافعی نے کتاب الام میں محمد بن اسحاق بن یسار، ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی اور ولید بن مسلم وغیرھم کی معنعن روایات بھی بیان کی ہیں تو سوال یہ ہے کہ کیا یہ بھی مقبول التدلیس یا طبقہ ثانیہ میں سے تھے۔''

جواب: عرض یہ ہے کہ زبیر علی زئی غیر مقلد کو یہ معلوم ہی نہیں کہ نفس موضوع کیا ہے، بات کیا چل رہی ہے اور وہ جواب کیا دے رہے ہیں؟ غیر مقلد زبیر علی زئی کے مندرجہ بالا تحریر سے تو یہ واضح ہوگیا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے خود مدلسین سے عن والی روایت لی ہیں جو امام شافعی کے اپنے اسلوب سے خلاف ہے۔

درحقیقت میرا مدعا یہ تھا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی کتاب الرسالہ فقرہ: ۱۰۳۵ کا جو قول آپ بار بار پیش کر رہے ہیں، اس قول پر ظاہراً امام شافعی کا اپنا عمل جاری وساری نہیں ہے۔لہذا امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کو ہمارے خلاف قاعدہ اور کلیہ بنا کر پیش کرنا غلط ہے۔مزید براں کہ متعدد مقامات پر غیر مقلد زبیر علی زئی اس قول میں تخصیص کے قائل ہیں۔اور یہ بھی عرض کر دوں کہ میں نے کسی مقام پر محمد بن اسحاق ولید بن مسلم کو طبقہ ثانیہ یا مقبول التدلیس نہیں کہا میں نے تو امام شافعی رحمہ اللہ کا منہج پیش کیا ہے کہ وہ بھی مدلس راوی کی عن والی روایت سے احتجاج کرتے ہیں۔لہذا ان مناظرانہ جوابات سے نہ تو آپ کا مدعا حل ہوتا ہے اور نہ ہی جان خلاصی ہو سکتی ہے۔یہ مناظرانہ جواب آپکے حواریوں کو تو خوش کرسکتا ہے مگر دراصل ان جوابات کی نہ تو کوئی اصل ہے اور نہ ہی حقیقت اور مزید یہ کہ ان کے یہ مناظرانہ جواب بھی غلط اور مردود ہیں۔

اعتراض: جب غیر مقلد زبیر علی زئی کو امام شافعی رحمہ اللہ کا منہج اور اسلوب کو سمجھایا گیا اور اس کا جواب دینے سے عاجز آگئے تو غیر مقلد زبیر علی زئی نے بدتمیزی اور جارحانہ انداز

میں کچھ یوں لکھا۔

”کہ تم کون ہوتے ہو امام شافعی رحمہ اللہ کے اقوال میں تضاد ثابت کرنے والے؟ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ! کچھ تو شرم کریں۔ (مقالات ۴/۲۵۷)

جواب: غیر مقلد زبیر علی زئی ذرا اپنی روش پر بھی دھیان دیں۔ اپنی جسارت کے بارے میں سوچیں، تم نے تو ائمہ اہل سنت پر الزامات اور بدتمیزی کا جو بازار گرم کیا ہے وہ بات تو قابل مذمت اور قابل شرم بات ہے۔ تم نے علماء اہل سنت کے بارے میں جو افتراء اور بہتان بازی کی ہے اس کی مثال تو کہیں نہیں ملتی۔ مگر جب جناب کو اپنے اصول کے مطابق بات سمجھائی تو جناب کو تو غصہ آ گیا۔ ہماری ہمت کو داد دیں کہ آپ کے اس طوفان بدتمیزی کا بڑے ہی ادب سے جواب دے رہے ہیں۔

حضور جواب سے عاجز ہیں تو میدان چھوڑ کر بھاگنے میں عافیت جانیں خوامخواہ ہر روز کے نئے اصول وضوابط وضع کرنے سے جان آسانی سے چھوٹ جائے گی اور علمی قابلیت کا بھرم بھی سرعام پھوٹنے سے بچ جائے گا۔

ذرا مقالات ۴/۱۶۶ کو دوبارہ پڑھ کر دیکھ لیں کہ آپ نے حافظ ابن حجر کے بارے میں کیا لکھا ہے۔ ”یہ طبقاتی تقسیم خود حافظ ابن حجر کے اصول............ سے معارض ہونے کی وجہ سے بھی ناقابل قبول اور غلط ہے“ جناب تم کون ہوتے ہو حافظ ابن حجرؒ کے اقوال میں تعارض ثابت کرنے والے؟ جب غیر مقلد زبیر علیزئی کے اپنی مرضی کی بات ہو تو محدثین کے اقوال میں تعارض ثابت کرتے ہیں اور جب اپنی مرضی کے خلاف ہو تو پھر طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیتے ہیں۔ جناب آپ کو تو عادت ہے الزامی جواب دینے کی تحقیق میدان میں ایسے حربے فضول ہیں۔

قارئین کرام! غیر مقلد زبیر علی زئی کے اس بدتمیزی سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا

کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کے پاس میری بات کا کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ غیر مقلد زبیر علی زئی کے اس بدتمیز زبان کے بدلے ہم خوش اسلوبی سے بات کرنے کے قائل ہیں۔ لہذا عرض ہے کہ امام شافعی کے منہج سے بات جو سامنے آئی وہ عرض کر دی گئی ہے اگر غیر مقلد زبیر علی زئی عام لوگوں کو مغالطہ نہ دیتا تو ہم کبھی بھی یہ منہج سامنے نہ لاتے، دیگر یہ کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ منہج میں نے نہیں بلکہ آپ کے سلفی مذہب اور غیر مقلدین علماء کرام نے مجھ سے بھی پہلے پیش کیا ہے۔ ان علماء کرام میں مندرجہ ذیل شامل ہیں۔

(1) شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن سعید (منہج المتقدمین فی التدلیس ص ۲۳)

(2) ناصر بن حمد الفہد (منہج المتقدمین فی التدلیس ص ۱۶۳)

(3) شیخ محمد طلعت (معجم المدلسین ص ۲۹)

(4) ابو عبیدہ مشہور بن حسن، شاگرد البانی (جزء علم الحدیث ص ۱۳۶)

(5) محمد خبیب احمد غیر مقلد (رسالہ محدث نومبر ۲۰۱۰ء)

(6) صالح بن سعید الجزائری (التدلیس واحکامہ ص ۱۲۹)

لہذا راقم پر اعتراض کرنا غلط اور مردود ہے کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے منہج سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مدلسین کی عن والی روایت لیتے تھے جو کہ ان کی اپنی کتاب الرسالہ اور کتاب الام سے ثابت ہے۔ اور یہ بھی عرض کر دوں کہ کیا خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے متعدد مقامات پر جلیل القدر محدثین کرام مثلاً ابن حبان، حافظ ابن حجر اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ کے اقوال میں تضاد ثابت نہیں کیا؟ اگر خود تضاد ثابت کریں تو عین اصول کے مطابق اور اگر ہم نشاندہی کریں تو آپ اسے بے ادبی سے تعبیر کریں۔ کیا مشہور شعر ہے کہ

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم یا سراسر سنگ ہو جا

جناب بات اصول کی روشنی میں ہی اچھی لگتی ہے۔ مجھ میں تو ائمہ کرام اور محدثین کرام کا

ادب بھی ہے اور شرم بھی ہے۔ اور ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ کسی بھی شخص بشمول غیر مقلدین حضرات کی دل آزاری نہ ہو۔ یہ ایک علمی موضوع ہے لہٰذا اس موضوع پر علمی اور عالمانہ روش ہی بہتر ہے مجھے مطالعہ کے بعد جو چیز واضح ہوئی اسے عرض کر دیا ہے۔ ماننا یا نہ ماننا یہ آپ کی اپنی مرضی ہے۔ مگر یہ عرض کر دوں کہ جمہور علماء غیر مقلدین حضرات بھی آپ کے موقف سے متفق نہیں ہیں۔ بلکہ آپ کے اپنے اساتذہ جن میں بدیع الدین شاہ راشدی اور محب اللہ شاہ راشدی صاحب بھی شامل ہیں جن سے آپ کی حدیث کی سند چلتی ہے آپ کی بات کے مخالف ہیں۔ بلکہ آپ کے استاد محب اللہ شاہ راشدی نے اپنے مضمون جو رسالہ الاعتصام میں چھپ چکا ہے آپ کو رجوع کرنے کا کہا تھا۔ مگر رجوع کئے بغیر ہی آپ اپنے خود ساختہ و مذموم اصول پر بضد ہیں۔

غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۴/۲۵۷، مقالات ۳/۳۲۲، رسالہ الحدیث شمارہ نمبر ۶۷، اور الفتح المبین ص ۱۴۲ پر سفیان بن عیینہ کی عن والی روایات کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''بطور فائدہ عرض ہے کہ سفیان بن عیینہ سے امام شافعی کی تمام روایات سماع پر محمول ہیں'' (النکت الزرکشی ص ۱۸۹)

جواب : عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کو اپنے خود ساختہ اصول کو ثابت کرنے کے لئے یہ حق تو حاصل ہو کہ وہ علامہ الزرکشی رحمہ اللہ کے حوالے سے امام شافعی کی سفیان بن عیینہ (مدلس) سے عن والی روایات کو محمول علی السماع ثابت کر سکیں مگر ہمیں یہ حق حاصل نہ ہو کہ ہم حافظ ابن حجر اور حافظ علائی اور دیگر محدثین کرام کے منہج سے سفیان ثوری کی عن والی روایت کو صحیح مانیں۔ قارئین کرام! کیا یہ علمی زیادتی نہیں کہ جب اپنا موقف ثابت کرنا ہو تو پھر کوئی بھی قول قابل قبول اور اگر نہ ماننا ہو تو پھر دلائل کا انبار بھی رد کر دیا جائے۔

مزید عرض کر دوں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے طبقات المدلسین امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کے خلاف نہیں بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے قول میں تخصیص اور استثناء ہے۔ لہٰذا حافظ ابن حجر

رحمہ اللہ کے طبقات کو جمہور کے خلاف کہنا باطل اور مردود ہے۔ زبیر علی زئی غیر مقلد حافظ الزرکشی کے حوالے سے سفیان بن عیینہ کی روایات کو محمول علی السماع کہہ کر تخصیص کا نام دیں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے طبقات کو جمہور کے خلاف کہہ کر رد کر دیں۔ کیا اسی کا نام تحقیق ہے؟! اگر یہ تحقیق ہے تو پھر آپ ہی کو مبارک ہو۔

نیز وہ کونسا ایسا اصول ہے جس کی وجہ سے حافظ الزرکشی نے النکت ص ۱۸۹ پر امام شافعی رحمہ اللہ کی روایات کو سفیان بن عیینہ سے محمول علی السماع قرار دیا ہے؟ اس کا جواب دینا تو زبیر علی زئی غیر مقلد ہی کے ذمہ ہے تاکہ معاملہ واضح ہو سکے۔ یہاں ایک بات ذہن نشین کر لیں کہ غیر مقلد زبیر علیزئی غیر مقلد نے مقالات ۴/۲۵۷ پر حافظ الزرکشی کے بارے میں لکھا ہے۔

''اول الذکر بات زرکشی ۷۹۴ھ نامی ایک عالم نے فرمائی ہے۔''

غیر مقلد زبیر علی زئی نے اپنی تحریر میں محدث حافظ الزرکشی کو صرف زرکشی نامی ایک عالم لکھ کر کیا ثابت کرنا چاہتا ہے اور اگر حافظ الزرکشی معتبر محدث نہیں ہیں تو حافظ الزرکشی کا حوالہ بھی معتبر نہیں ہے۔ اور اگر یہ حوالہ معتبر نہیں تو پھر کتاب الرسالہ اور کتاب الام کی ان سینکڑوں روایات جو سفیان بن عیینہ سے عن سے مروی ہیں پر کیا حکم لگائیں گے؟

مزید یہ کہ کتاب الرسالہ اور کتاب الام کی عن والی روایات کے بارے میں یہ لکھنا کہ ''ان کی صراحت دوسری کتابوں میں ثابت ہیں'' بالکل غلط اور مردود ہے۔ کیونکہ نفس موضوع امام شافعی کا تدلیس کے بارے میں اپنا منہج اور اسلوب ہے نہ کہ حدیث کی تصحیح اور تضعیف کرنا یاد رہے کہ تدلیس کا منہج ہونا الگ بات ہے اور حدیث کی تصحیح یا تضعیف کرنا الگ ہے۔ لہٰذا امام شافعی رحمہ اللہ کی تدلیس کے منہج کو حدیث کی تصحیح کے ساتھ گڈمڈ کرنا مردود اور باطل ہے۔

یہاں یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ کتاب الرسالہ فقرہ: ۱۰۳۵ کے قول کے مطابق امام شافعی

مدلس کی عن والی روایت کو قبول نہیں کرتے مگر اس قول کے برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ نے بہت سے مدلسین کو عن والی روایات کو اپنی کتاب الرسالہ میں روایت کیا ہے۔امام شافعی کا اسلوب اور منہج ان کے اپنے قول کے مطابق مختلف ہے۔لہٰذا امام شافعی رحمہ اللہ کے قول اور دیگر محدثین کرام کے سکوتی حوالے پیش کر کے عوام الناس کو مغالطہ دینا باطل اور مردود ہے۔

قارئین کرام کے سامنے امام شافعی رحمہ اللہ کا منہج اور اسلوب واضح ہو گیا ہے اور ان حوالہ جات کی حقیقت بھی واضح ہو گئی ہے جن حوالہ جات میں امام شافعی کے قول پر خاموشی اختیار کی۔کیونکہ جب اصل قول ہی قاعدہ کلیہ نہیں تو فرع کی کیا حیثیت؟ لہٰذا امام شافعی رحمہ اللہ کے قول سے عام لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا مردود ہے۔

امام یحییٰ بن معینؒ کے قول کا جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین صہ ۱۳۸ پر امام یحییٰ بن معینؒ کے قول نقل کرتے ہیں۔''مدلس اپنی تدلیس (معنعن روایت) میں حجت نہیں ہوتا'' (الکفایہ ۳۶۲)

جواب: امام یحییٰ بن معین کا یہ قول زبیر علیزئی صاحب کو مفید نہیں ہے کیونکہ امام یحییٰ بن معین اپنی کتاب مسند یحییٰ بن معین میں سفیان ثوری کی عن والی روایات کو نقل اور احتجاج کیا ہے۔دیکھیے مسند یحییٰ بن معین قلمی جزء ثانی صہ ۱۵۷،۱۵۸)

اس سطور بالا تفصیل سے مندرجہ ذیل نکات عیاں ہوتے ہیں۔

(۱) امام یحییٰ بن معینؒ کے نزدیک سفیان ثوری کی تدلیس مضر نہیں ہے۔

(۲) امام یحییٰ بن معینؒ نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

(۳) امام یحییٰ بن معینؒ کے اقوال میں تعارض اور تضاد ثابت ہوتا ہے۔لہٰذا ان کے دونوں اقوال ساقط قرار پائینگے۔

معلوم ہوا کہ امام یحییٰ بن معین بھی سفیان ثوری کی تدلیس سے استدلال کرتے

تھے اور ان کی تدلیس حدیث میں ضعف کا سبب نہیں ہے۔لہٰذا زبیر علیزئی صاحب کو چاہیے کہ وہ اپنے تحقیق سے رجوع کریں۔اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ والی ترک رفع یدین کی حدیث کو صحیح تسلیم کریں۔

حافظ ذہبیؒ کے قول کا جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نور العینین صہ ۱۳۴ پر حافظ ذہبیؒ کے اقوال نقل کرتے ہیں۔

(۱) کان یدلس عن الضعفاء (میزان الاعتدال ۲/۱۶۹)

(۲) وربما دلس عن ضعفاء (سیر اعلام النبلاء ۷/۲۴۲)

(۳) یحدث عن ضعفاء (سیر اعلام النبلاء ۷/۲۷۴)

جواب:

زبیر علیزئی صاحب کے امام ذہبیؒ کے اقوال نقل کرنا مناسب نہیں ہے۔اس لیے کہ علامہ ذہبیؒ نے تلخیص مستدرک حاکم میں سفیان ثوریؒ کی متعدد روایات کی تصحیح کی ہے۔

علامہ ذہبیؒ کی تصحیح سے مندرجہ ذیل باتیں نمایاں ہوتی ہیں۔

(۱) علامہ ذہبیؒ کے نزدیک سفیان ثوریؒ کی تدلیس مضر نہیں ہے۔

(۲) علامہ ذہبیؒ نے اپنی تحقیق سے رجوع کر لیا تھا۔

(۳) علامہ ذہبیؒ کے دونوں اقوال میں تعارض ثابت ہونے کے بعد ان کے دونوں اقوال ساقط قرار پائینگے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ سفیان ثوریؒ کی عن والی روایات علامہ ذہبیؒ کی نزدیک صحیح شمار ہوتی ہیں۔دیکھیے تلخیص المستدرک حاکم حدیث نمبر ۳۷۔۹۰۔۹۱۔۹۵۔۹۶۔۱۱۷۔۱۲۵۔۱۲۸۔۱۳۷۔۱۵۵۔۱۶۸۔۱۷۱۔۱۷۴۔۱۷۵۔۲۶۵۔۲۷۶۔۲۷۸۔۳۲۹۔

انتباہ: زبیر علیزئی صاحب کا حافظ ذہبیؒ سے سفیان ثوریؒ کو مدلس قرار دینا ان کو مفید نہیں کیونکہ وہ اپنی کتاب الفتح المبین ص ۴۴ پر لکھتے ہیں۔ "تدلیس و ارسال شیئی واحد عند الذھبی" یعنی تدلیس اور ارسال علامہ ذہبیؒ کے نزدیک ایک ہی چیز ہے جب علامہ ذہبیؒ تدلیس اور ارسال میں فرق نہیں کرتے تو سفیان ثوریؒ کے بارے میں علامہ ذہبیؒ کا قول کیسے قبول کیا۔

نوٹ:

زبیر علیزئی صاحب کا حافظ ذہبیؒ کا حوالہ پیش کرنا مفید نہیں۔ کیونکہ علامہ ذہبیؒ نے اپنی کتاب المہذب فی اختصار السنن الکبیر ۱/۵۲۵ رقم ۲۲۶۸ پر اس حدیث پر سکوت کیا ہے۔ اور سند پر کسی قسم کی کوئی جرح نہیں کی اور نہ سفیان ثوریؒ کی تدلیس پر بحث کی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ علامہ ذہبیؒ کے نزدیک ان کی معنعن روایات صحیح ہوتی ہیں۔ اور ترک رفع یدین والی حدیث پر تو علامہ ذہبیؒ نے خود سکوت کیا ہے۔

مدلس راوی کا حکم

حافظ ابن حجرؒ نے النکت علی ابن اصلاح صہ ۶۱۴ پر محدثین کرام کے مختلف مذاہب تدلیس کے بارے میں نقل کیے اور امام علی بن مدینی کے مسلک کو راجح اور جمہور کے مطابق قرار دیا۔ اور امام علی بن مدینی کا مسلک صاف ظاہر ہے کہ مدلس کی وہ معنعن روایت (عن والی) قبول ہوگی جس کی تدلیس والی روایات قلیل یا کم ہوں۔ (الکفایہ ص ۳۶۲، خطیب بغدادی)

امام بخاریؒ اور سفیان ثوریؒ کی تدلیس

امام بخاریؒ سفیان ثوری کی تدلیس کے بارے لکھتے ہیں۔

"لا اعرف لسفیان عن ھؤلاء تدلیسا (ما) اقل تدلیسه" یعنی آپ کی کتنی کم

تدلیس تھی۔ (علل الکبیر ترمذی ۲/۹۶۶)

حافظ ابن کثیرؒ اور سفیان ثوریؒ کی تدلیس

حافظ ابن کثیرؒ امام سفیان ثوری کی تدلیس کے بارے لکھتے ہیں۔ "وما اشاء الیہ شیخانا اطلاق تخریج اصحاب الصحیح لطائفة منھم حیث جعل منھم قسما احتمل الائمة تدلیسه وخرجو اله فی الصحیح لا مامته و قلة تدلیسه فی جنب ماروی کالثوری یتنزل علی ھذا لا سیما وقد جعل من ھذا القسم من کان لا یدلس الاعن ثقة کا بن عینیة".

ترجمہ: اور جس کی طرف حافظ ابن حجرؒ نے اشارہ کیا کہ مدلسین کی ایک جماعت سے اصحاب صحیح نے علی الاطلاق اپنی کتب میں روایات کی تخریج کی ہے اور ان مدلسین کی ایک قسم وہ بتائی ہے جس کی تدلیس کو ائمہ حدیث نے قبول کیا ہے۔ اور ان کی روایت اپنی صحیح میں لائے ہیں۔ ان مدلسین کی امامت اور قلت تدلیس کی وجہ سے انہوں نے جو بہت سی روایات کی ہیں، امام ثوری کو اسی پر محمول سمجھا جائے۔ خصوصاً اس قسم میں اس مدلس کو بھی داخل کیا ہے جو ثقہ کے سوا تدلیس نہیں کرتا تھا۔ مثلاً ابن عیینہ۔ معلوم ہوا کہ حافظ ابن کثیرؒ کے نزدیک سفیان ثوری کے عن والی روایت صحیح ہوتی ہیں۔ (فتح المغیث ج ۱ ص ۱۷۷)

حافظ صلاح الدین العلائیؒ اور سفیان ثوریؒ کی تدریس

حافظ علائی سفیان ثوری کی تدلیس کے بارے لکھتے ہیں۔ "او لقلة تدلیس فی جنب ماروی" (جامع تحصیل ص ۱۱۳)۔ درج بالا تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ محدثین کرام کے نزدیک جس راوی کی تدلیس اس کی دیگر روایات کے مقابلے میں کم ہو گی اس کی تدلیس قابل قبول ہوگی۔ معلوم ہوا کہ امام بخاری، حافظ ابن کثیر اور حافظ علائیؒ اور حافظ ابن کثیرؒ کے نزدیک سفیان ثوریؒ کی قلت تدلیس کی وجہ سے ان کی تدلیس معتبر

نہیں ہوتی۔ اور یہی تحقیق محدثین کرام کے نزدیک راجح اور مضبوط ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے کہ محدثین کرام خصوصاً صحاح ستہ کے محدثین کا منہج اور طریقہ کار سفیان ثوری کی تدلیس کو قبول کرنے میں کیا ہے۔

سفیان ثوریؒ کی تدلیس محدثین کرام کی نظر میں

اس تحریر میں اس بات کی اہمیت انتہائی زیادہ ہے کہ ہم محققانہ جائزہ لے سکیں کہ محدثین کرام سفیان ثوری کی عن / معنعن روایت کے بارے میں کونسا منہج اختیار کرتے ہیں؟ کیونکہ محدثین کرام مہارت تامہ کے ساتھ راویوں کی روایت نقل کرتے تھے اور متعدد محدثین کرام روایات کے بعد ان کی علت بھی بیان کرتے ہیں۔

۱۔ امام نسائیؒ نے سنن نسائی میں سفیان ثوریؒ کی میرے علم کے مطابق تقریباً ۳۱۱ معنعن / عن والی روایات نقل کیں ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سفیان ثوریؒ کی معنعن روایات صحیح اور قابل احتجاج ہیں۔

۲۔ سنن ترمذی میں امام سفیان ثوریؒ کی میرے علم کے مطابق تقریباً ۳۶۸ معنعن روایات ہیں اور سفیان ثوریؒ پر تدلیس کا اعتراض نہیں کیا۔ امام ترمذی کی اس منہج سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک سفیان ثوریؒ کی تدلیس مضر نہیں اور ان کی مدلسہ روایات صحیح ہوتی ہیں۔

۳۔ امام ابوداؤدؒ سنن ابی داؤد میں سفیان ثوریؒ سے میرے علم کے مطابق تقریباً

۲۲۰ روایات معنعن ہیں اور سفیان ثوری کی تدلیس کا اعتراض نقل نہیں کیا اور نہ ہی تدلیس کو وجہ ضعف بتایا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام ابوداؤد کے نزدیک بھی سفیان ثوریؒ کی عن والی روایات صحیح ہوتی ہیں۔

۴۔ امام ابوعبداللہ القزوینی ابن ماجہؒ نے اپنی کتاب سنن ابن ماجہ میں سفیان ثوری کی تقریباً ۲۲۳ روایات لی ہیں۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ ابن ماجہؒ کے نزدیک سفیان ثوریؒ کی عن والی روایات صحیح ہوتی ہیں۔ اور انہوں نے اپنی کتاب میں سفیان ثوریؒ کے مدلس کا کسی بھی حدیث کے تحت اعتراض درج نہیں کیا۔

۵۔ حافظ ابن حبان البستیؒ کا منہج معلوم کرنا اہم ہے کیونکہ زبیر علیزئی صاحب اپنے ماہنامہ رسالہ الحدیث نمبر ۳۳ صفحہ ۲۷ اور صفحہ ۳۸ پر ابن حبانؒ کا قول سفیان ثوریؒ کی تدلیس پر بھی نقل کرتے ہیں۔

”واما المدلسون الذين هم ثقات وعدول، فانا لا نحتج باخبارهم الا فاثبتوا السماع فيما رووا مثل الثوری والاعمش وابی اسحاق واضرابهم من الائمة المتقين“۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ۱/۹۰)

ترجمہ: وہ مدلس راوی جو ثقہ عادل ہیں ہم ان کی صرف ان مرویات سے ہی حجت پکڑتے ہیں جن میں وہ سماع کی تصریح کریں مثلاً سفیان ثوری، اعمش اور ابو اسحاق وغیرہم جو کہ زبردست ثقہ امام تھے۔ الخ

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ”وہ ثقہ مدلس راوی جو اپنی احادیث میں تدلیس کرتے تھے مثلاً قتادہ، یحییٰ بن ابی کثیر، اعمش، ابو اسحاق، ابن جریجؒ، ابن اسحاق، ثوری اور ھشیم بعض اوقات آپ اپنے اس شیخ سے جس سے سنا تھا وہ روایات بطور تدلیس بیان کر دیتے جنہیں انہوں نے ضعیف نا قابل حجت لوگوں سے سنا تھا۔ تو اگرچہ ثقہ ہی ہو یہ نہ کہے ”حدثنی“ یا

"سمعت" "اس نے حدیث بیان کی یا میں نے سنا تو اس کی خبر سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے۔" (المجروحین ج ۱ ص ۷۲)

مگر زبیر علیزئی صاحب کا ابن حبان کا قول نقل کرنا محدثین کرام کے منہج پر صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ حافظ ابن حبان نے اپنی کتاب صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان" میں تقریباً ۲۰۷ روایات عن والی نقل کیں۔ اور اس میں "حدثنا" یا "سمعت" کا لفظ موجود نہیں ہیں۔ اور سفیان ثوری کی تدلیس پر اعتراض نقل نہیں کیا۔ لہٰذا حافظ ابن حبان" کے منہج سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سفیان ثوری" کی تدلیس حدیث کے ضعف کا باعث ہیں اور ان کی تدلیس قابل قبول ہوگی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حافظ ابن حبان" کے نزدیک سفیان ثوری" کے عن والی روایات صحیح ہوتی ہیں۔

۶۔ امام احمد بن حنبل" نے اپنی مسند احمد میں امام سفیان ثوری" سے تقریباً ۲۱۵۷ روایات درج کیں ہیں اور اپنی پوری مسند میں کسی مقام پر سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے حدیث کا ضعف نقل نہیں کیا۔ امام احمد" کے اس طریقہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے نزدیک سفیان ثوری کی تدلیس حدیث کے ضعف کا باعث نہیں اور ان کی عن والی روایات قابل حجت ہوتی ہیں۔

۷۔ امام حاکم" نے اپنی کتاب "مستدرک علی الصحیحین للحاکم" میں سفیان ثوری سے میرے علم کے مطابق تقریباً ۲۴۰ روایات معنعن/عن والی نقل کیں ہیں اور تصحیح بھی ہے امام حاکم" کے اس کتاب مستدرک حاکم کے تفصیلی مطالعہ اور منہج سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ امام حاکم" کے نزدیک امام سفیان ثوری" کی عن والی/معنعن روایات صحیح ہوتی ہیں۔ اور ان کی تدلیس حدیث اور روایت میں ضعف کی بنیاد نہیں ہے۔

مزید یہ بھی واضح ہو گیا کہ زبیر علیزئی صاحب کا نور العینین ص ۱۳۸ پر امام حاکم" سے سفیان ثوری" کو طبقہ ثالثہ قرار دینا امام حاکم" کے اصول کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ امام حاکم نے اپنی کتاب مستدرک حاکم میں متعدد مقامات اور حدیث میں سفیان ثوری" کی عن والی روایات کی تصحیح کی ہے۔ اس مذکورہ بالا تحقیق سے چند نکات واضح ہوتے ہیں۔

۱۔ امام حاکم" نے اپنی تحقیق سے رجوع کر لیا تھا۔

۲۔ امام حاکم" کے نزدیک سفیان ثوری" کی عن والی روایات صحیح ہیں۔

۳۔ امام حاکم" کے اقوال اور منہج میں تعارض ثابت ہوتا ہے جس سے ان کے دونوں اقوال ساقط قرار پائیں گے اور پھر زبیر علیزئی کا امام حاکم" کے قول سے استدلال مردود ہے۔

اس تحقیق سے امام حاکم" کے جو اقوال ثابت ہوتے ہیں۔ کس قول کو مانا جائے اور کس قول کو رد کیا جائے اس کا جواب تو زبیر علیزئی صاحب ہی دے سکتے ہیں!

امام حاکم کی تصحیح کی علامہ ذہبی" نے بھی موافقت کی ہے۔ اس طرح امام ذہبی" کے نزدیک بھی سفیان ثوری" کی معنعن روایات صحیح ہیں۔

تحقیق سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ حافظ ابن حجر" اور دیگر محدثین کا سفیان ثوری" کو طبقہ ثانیہ میں درج/نقل کرنا بالکل صحیح اور جمہور کے مطابق ہے جبکہ زبیر علیزئی صاحب کا طبقہ ثالثہ میں درج کرنا غلط/مردود اور جمہور کے خلاف ہے۔

۸۔ امام ابوزرعہ الرازی نے سفیان ثوری" کی عن والی روایات کی تصحیح کی ہے۔ دیکھئے کتاب العلل جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۸۰ رقم ۵۳۲۔

۹۔ امام ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ میں امام سفیان ثوری" کی متعدد معنعن روایات کی تصحیح کی ہے اور امام ابن خزیمہ کی یہ خاصیت ہے کہ وہ حدیث میں علت کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ مگر امام ابن خزیمہ" نے صحیح خزیمہ میں امام سفیان ثوری" کی تدلیس کی وجہ سے حدیث کو

ضعیف قرار نہیں دیا۔ دیکھیے صحیح ابن خزیمہ حدیث نمبر ۳، ۷۔ ۷۶۔ ۱۹۱۔ ۳۸۷ وغیرہ۔

۱۰۔ امام دار قطنیؒ نے اپنی تصنیف سنن دار قطنی میں تحقیق کے مطابق امام سفیان ثوریؒ کی معنعن /عن والی روایات تقریباً ۲۸۳ روایات لی ہیں۔ اور تدلیس کا الزام وارد نہیں کیا اور کسی حدیث کو سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے رد نہیں کیا۔ امام دار قطنیؒ کی کتاب سنن دار قطنی کے منہج سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام سفیان ثوریؒ کی تدلیس ان کے نزدیک قطعاً مضر نہیں اور ان کی معنعن روایات بالکل صحیح ہوتی ہے۔

۱۱۔ امام ابن جارودؒ نے اپنی کتاب منتقیٰ ابن جارودؒ میں سفیان ثوریؒ کی متعدد معنعن /عن والی روایات نقل کیں ہیں اور اس منہج سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن جارودؒ کے نزدیک سفیان ثوری کی تدلیس حدیث کی صحت اور ثقاہت کے لیے مضر نہیں۔ دیکھیے منتقیٰ ابن جارود حدیث نمبر ۱۰۵۸۔ ۹۹۶۔ ۳۶۔ ۱۰ وغیرہ۔

۱۲۔ محدث خطیب البغدادیؒ نے اپنی کتاب الفصل للوصل المدرج فی النقل ۱۹۲/۱ پر امام سفیان ثوریؒ کے معنعن /عن والی روایت نقل کی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خطیب بغدادیؒ کے نزدیک امام سفیان ثوریؒ کی تدلیس مضر نہیں۔

۱۳۔ امام بوصیریؒ نے اپنی کتاب مصباح الزجاجہ فی زوائد ابن ماجہ صہ ۱۳۵ پر سفیان ثوریؒ کی معنعن /عن والی روایت کی تصحیح اور امام عراقیؒ سے تحسین نقل کی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ محدث بوصیری اور امام ابو الفضل العراقیؒ کے نزدیک سفیان ثوریؒ کی تدلیس مضر نہیں ہے۔

۱۴۔ امام شافعیؒ کے نزدیک بھی سفیان ثوریؒ کی تدلیس مضر نہیں ہے۔ گذشتہ صفحات میں تفصیل گزر چکی ہے۔

۱۵۔ امام یحییٰ بن معین بھی سفیان ثوری کی تدلیس کو صحیح سمجھتے تھے۔ مسند یحییٰ بن معین قلمی ۱۵۷/۲۔

۱۶۔ حافظ ذہبیؒ نے تلخیص المستدرک میں سفیان ثوریؒ کی عن والی روایات کی تصحیح کی ہے۔ تلخیص مستدرک حاکم حدیث نمبر ۳۷۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۱۱۷۔ ۱۲۵۔ ۱۲۸۔ ۱۳۷۔ ۱۵۵۔ ۱۶۸۔ ۱۷۱۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۲۶۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۸۔ ۳۲۹۔۔

۱۷۔ امام طبریؒ نے سفیان ثوری سے اپنی کتاب تہذیب الآثار میں کئی حدیثیں نقل کیں مگر سفیان ثوری کی معنعن /عن والی روایات پر کوئی اعتراض وارد نہیں کیا۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام طبری کے نزدیک سفیان ثوری کی عن والی روایات صحیح ہوتی ہیں۔ (دیکھئے تہذیب الآثار مسند علیؓ: ۱۶۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۶۔)

زبیر علیزئی صاحب کا قارئین کو علمی دھوکا

اس مقام پر زبیر علیزئی صاحب کا قارئین کو دھوکا دینے کی کوشش پر ضرور انتباہ کرنا چاہتا ہوں۔ زبیر علیزئی صاحب نے نہایت ہی عقلمندی سے دھوکا اور مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔

زبیر علیزئی صاحب اپنی کتاب نور العینین ص ۱۳۸ پر امام شافعیؒ کا قول "حافظ ابن صلاحؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں "والحکم بانه لا یقبل من المدلس حتیٰ یبین قد اجراه الشافعی" فیمن عرفناه دلس مرةً والله اعلم"

حکم یہ ہے کہ مدلس کی صرف وہی روایت قبول کی جائے گی جس میں وہ سماع کی تصریح کرے۔ یہ بات (امام) شافعیؒ نے ہر اس شخص پر جاری فرمائی ہے جو ایک مرتبہ ہی تدلیس کرے۔ (علوم الحدیث مقدمہ ابن صلاح صہ ۹۹، الرسالۃ للشافعی صہ ۳۸۰)

زبیر علیزئی کا امام شافعیؒ کا قول نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر وہ راوی جس پر تدلیس کا الزام ثابت ہو اس کی ہر وہ روایت جو عن / یا معنعن ہو وہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔ زبیر علیزئی صاحب نے اس کی وضاحت خود بھی کی ہے۔ زبیر علیزئی صاحب نے اپنے ماہنامہ رسالہ الحدیث شمارہ نمبر ۳۳ صفحہ ۵۴ پر لکھتے ہیں۔ "میری تحقیق کے مطابق یہ

مسلک (یعنی امام شافعیؒ کا قول) سب سے زیادہ راجح ہے۔'' اور مزید صہ ۵۵ پر لکھتے ہیں۔
''بلکہ حق وہ ہے جو امام شافعیؒ کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ امام شافعیؒ کا قول زبیر علیزئی الحدیث شمارہ نمبر ۳۳ صفحہ ۵۲ پر خود لکھتے ہیں۔ "لا نقبل من مدلس حدیثاً حتی یقول فیہ حدثنی او سمعت" ہم مدلس کی کوئی حدیث اس وقت تک قبول نہیں کرینگے جب تک وہ حدثنی یا سمعت نہ کہے۔ (الرسالۃ للشافعی صہ ۳۸۰) اور شمارہ نمبر ۳۳ صہ ۵۵ پر طبقاتی تقسیم کا انکار کر دیا۔ لہٰذا زبیر علیزئی کے اس انکار پر علمی تحقیق حاضر ہے۔ کیونکہ تدلیس خالصۃً علمی مسئلہ ہے، اسلیئے ہوسکتا ہے کہ عام لوگوں اس کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ میں عام لوگوں کو اتنا عرض کروں گا کہ مسئلہ تدلیس میں غیر مقلد زبیر علیزئی جمہور محدثین کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس موقف میں تنہا ہے، لہٰذا زبیر علیزئی کا موقف مردود اور باطل ہے۔ اُلجھن سے بچنے کے لیئے عام لوگ غایۃ التقدیس کا مطالعہ چاہیں تو موقوف بھی کرکے کرسکتے ہیں۔ زبیر علیزئی کی مسئلہ تدلیس میں شعبدہ بازیاں اور چالاکیاں ملاحظہ کیجیے۔

غایۃ التقدیس فی مسئلۃ التدلیس

1: تدلیس کے مسئلہ پر غیر مقلد زبیر علی زئی نے مقالات ۴/۱۵۱ پر ایک سرخی ''اصول الحدیث اور مدلس کی عن والی روایت کا حکم'' کے تحت لکھتے ہیں۔ ''اصول حدیث کا مشہور اور معروف مسئلہ ہے کہ مدلس راوی (یعنی جس کا مدلس ہونا ثابت ہو) کی عن والی روایت ناقابل حجت یعنی ضعیف ہوتی ہے'' اور پھر اپنی کتاب کا حجم اور عام لوگوں پر رعب ڈالنے کے لئے ۴۰ محدثین کرام کے حوالے دیے ہیں۔

جواب : (۱) عرض یہ ہے کہ ان حوالہ جات کا انکار کس نے کیا ہے؟ یہ جو اصول ثابت کرنے کے لئے آپ نے جو ۴۰ حوالے دیے ہیں۔ ان حوالہ جات کا انکار تو آپ نے خود

'' مقالات ۴/۱۶۴ تا ۴/۱۶۵ میں تخصیصات اور استثناء کے نام پر کیا ہے۔ ان ۴۰ حوالہ جات کو پیش کرنے کے بعد زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ''جس طرح بعض اصول و قواعد میں تخصیصات ثابت ہو جانے کے بعد عام کا حکم عموم پر جاری رہتا ہے اور خاص کو عموم سے باہر نکال لیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس اصول کی بھی کچھ تخصیصات ثابت ہیں''۔ پھر آگے صفحہ ۲۰ اور صفحہ ۲۱ پر مندرجہ ذیل چند تخصیصات لکھی ہیں۔

(i) صحیحین میں تمام مدلسین کی تمام روایات سماع یا معتبر متابعت و شواہد پر محمول ہیں۔

(ii) مدلس کی اگر معتبر متابعت یا قوی شاہد ثابت ہو جائے تو تدلیس کا اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔

(iii) بعض مدلسین کی روایات بعض شاگردوں کی روایت میں سماع پر محمول ہوتی ہیں مثلاً شعبہ کی قتادہ، اعمش اور ابو اسحاق السبیعی سے روایت، شافعی کی سفیان بن عیینہ سے روایت اور یحییٰ بن سعید القطان کی سفیان ثوری سے روایت سماع پر محمول ہوتی ہیں۔

(iv) بعض مدلسین بعض شیوخ سے تدلیس نہیں کرتے تھے۔ مثلاً ابن جریج عطا بن ابی رباح سے اور ہشیم حصین سے تدلیس نہیں کرتے تھے۔ مثلاً ابن جریج عطا بن ابی رباح سے اور ہشیم حصین سے تدلیس نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا ایسی معنعن روایات بھی سماع پر محمول ہیں۔

(v) اسی طرح اگر کوئی اور بات دلیل سے ثابت ہو جائے تو وہ بھی قابل قبول ہے۔

قارئین کرام املاحظہ کریں کہ زبیر علی زئی نے جو اصول ثابت کرنا تھا اس اصول کو انہوں نے خود ۵ تخصیصات کرکے اپنے ہی دعویٰ کی نفی کر دی ہے۔ یعنی یہ بات ذہن نشین رہے کہ مدلس کی ہر عن والی روایت ضعیف نہیں ہوتی کیونکہ دیگر قرائن اور شواہد اور تخصیصات بھی مدنظر رکھنا ہوتی ہیں۔ لہٰذا غیر مقلد زبیر علی زئی ہر جگہ امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول کہ ''پس ہم نے کہا: ہم کسی مدلس سے کوئی حدیث قبول نہیں کرتے حتی کہ وہ حدثنی یا سمعت کہے (کتاب

الرسالہ فقرہ نمبر ۱۰۳۵) جو فقرہ نمبر پیش کرتے ہیں، اس قول کی تخصیصات ثابت کر دیں۔

راقم کا بھی یہی کہنا تھا کہ غیر مقلد زبیر علی زئی بار بار امام شافعیؒ کے قول سے مطلقاً استدلال کرتے ہیں وہ بالکل غلط اور مردود ہے بلکہ امام شافعیؒ کے اس اصول سے محدثین کرام متفق نہیں بلکہ خود امام شافعی نے اپنے اصول کو اپنی کتاب الرسالہ میں بھی لاگو نہیں کیا۔ ہم آئندہ صفحات میں امام شافعی علیہ الرحمہ کے اس قول کا تفصیلی جائزہ پیش کریں گے۔ مگر فی الوقت امام شافعی علیہ الرحمہ کے قول کو زبیر علی زئی خود مطلقاً نہیں مانتے بلکہ جزوی طور پر اس کا اقرار کرتے ہیں۔

مزید یہ کہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے تخصیصات میں نمبر ۵ کے تحت جو لکھا ہے کہ "اسی طرح اگر کوئی اور بات دلیل سے ثابت ہو جائے تو وہ بھی قابل قبول ہے"۔ یہ ایک اہم نکتہ ہے کیونکہ یہ ایک گہری بات ہے۔ جس کا مفہوم بڑا ظاہر ہے کہ اگر کسی اور دلیل سے تدلیس نہ کرنا ثابت ہو تو اس روایت کو بھی قبول کیا جا سکتا ہے

مزید یہ کہ جس طرح تحقیقی میدان میں زبیر علی زئی غیر مقلد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ امام شافعی کے اصول میں تخصیصات ثابت کر سکیں اسی طرح ہمیں بھی حق حاصل ہے کہ ہم بھی اصول الحدیث اور اقوال محدثین و علماء کرام کی روشنی میں امام شافعی کے اصول میں کچھ تخصیص ثابت کر سکیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔

(۱) حافظ ابن حجر اور دیگر محدثین کرام کی مدلسین کی طبقاتی تقسیم۔

(۲) ائمہ کرام کے اقوال سے قلیل التدلیس کی تدلیس قبول کرنا۔

(۳) تدلیس کی مختلف صورتوں کے مختلف احکام۔

(۴) ثقہ سے تدلیس۔

(۵) طویل رفاقت ہونا۔

(۶) مخصوص اساتذہ سے تدلیس۔

(۷) خاص شاگردوں کا مدلس سے روایت۔

(۸) جلالت علمی۔

(۹) محدثین کرام کا عنعن قبول کرنا۔

اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ ان تخصیصات کے علاوہ عرب محقق ڈاکٹر عواد الخلف نے اپنی کتاب روایات المدلسین فی البخاری صفحہ ۲۶ تا صفحہ ۳۱ تک تدلیس کے تقریباً ۳۳ کے قریبا اصول اور ضوابط لکھے ہیں، جس کی وجہ سے مدلسین کی روایت قبول کی جاتی ہے۔

میں نے جو مندرجہ بالا ۸ تخصیصات ثابت کیں ہیں۔ ان میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث میں سفیان ثوری کو تخصیص نمبر ۲،۱، ۸، ۹ حاصل ہیں ۔ حالانکہ ایک تخصیص بھی ثابت ہونے سے روایت صحیح ہوتی ہے۔

اب مزید یہ تحقیق کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سفیان ثوری کو غیر مقلد زبیر علی زئی کی پیش کردہ کن تخصیصات سے تخصیص حاصل ہے۔ زبیر علی زئی نے 'مقالات ۱۶۵/۲ پر تخصیص نمبر ۵ لکھی ہے۔ "اسی طرح اگر کوئی اور بات دلیل سے ثابت ہو جائے تو وہ بھی قابل قبول ہے۔" اس بات کو مزید مزین کرنے کی کوشش ہے جو محدث ابن رشید الفہری سے ثابت ہے، لکھتے ہیں۔ " اما من عرف بالتدلیس فمعرفته بذلک کافیهم التوقف فی حدیثه حتی یتبین الأمر " (السنن الابین ص ۶۶) ترجمہ مگر جو تدلیس کے ساتھ معروف ہو تو یہ معلوم ہو جانا اس کے لئے کافی ہے کہ اس کی حدیث میں توقف کیا جائے الا کہ یہ معاملہ واضح ہو جائے۔

اب ہم زبیر علی زئی کے تخصیص نمبر ۵ سے اور محدث ابن رشید الفہری کے حوالہ سے معاملہ واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اول تو عرض یہ ہے کہ آج تک متقدمین اور محدثین کرام نے اس ترک رفع یدین والی

حدیث پر دیگر الزامات تو وارد کئے مگر کسی ایک محدث نے اس حدیث پر سفیان ثوری کی تدلیس کا الزام وارد نہیں کیا۔ حالانکہ یہ مسئلہ ہر دور میں زیر بحث رہا ہے۔ لہٰذا عبدالرحمن معلمی میرے علم میں وہ پہلا شخص ہے۔ جس نے محدث کبیر ثقہ عالم زاہد الکوثری کے رد میں یہ الزامی جواب دیا۔

اس لئے تدلیس کے الزام کی حیثیت بالکل مردود اور جمہور محدثین کے منہج کے خلاف ہے۔

دوم یہ کہ آج تک کسی محدث نے یہ تصریح بھی نہیں کی کہ یہ حدیث سفیان ثوری نے عاصم بن کلیب سے نہیں سُنی۔ اگر زبیر علی زئی غیر مقلد دوسری احادیث کے متعلق محدثین کرام سے یہ نقل کر سکتے ہیں کہ فلاں محدث یا راوی نے یہ حدیث نہیں سنی یا فلاں روایت میں تدلیس کا شبہ ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس حدیث کے متعلق محدثین کرام کی یہ خاموشی کیسی ؟

سوم عرض یہ ہے کہ جمہور علماء کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ حدیث عاصم بن کلیب سے سفیان ثوری نے سُنی ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل محدثین کرام شامل ہیں۔

(i) امام بخاریؒ — جزء رفع یدین:۳۲

(ii) یحیٰی بن آدمؒ — کتاب العلل:۳۷۸

(iii) امام احمدؒ — کتاب العلل:۳۷۸

(iv) امام ابو حاتمؒ — علل الحدیث:۲۵۸

(v) امام دارقطنیؒ — العلل الوردہ:۵/۱۷۳

(vi) ابن قیم — تہذیب السنن:۱/۳۶۸

یہاں میں وضاحت کر دوں کہ محدثین کرام نے واضح تصریح کی ہے کہ سفیان ثوری نے یہ روایت عاصم بن کلیب سے سنی ہے مگر ثم لا یعود کی اضافت میں سفیان ثوری سے وہم ہوا

اور باقی حدیث صحیح ہے۔ عرض یہ کہ محدثین کرام نے اس حدیث میں سفیان ثوری پر وہم کا الزام عائد کیا ہے۔

قارئین کرام کو یہ دعوت فکر ہے کہ اگر سفیان ثوری نے اس حدیث میں تدلیس کی ہوئی تو پھر انہوں نے یہ حدیث عاصم بن کلیب سے کیسے سنی اور اگر جس طرح محدثین کرام نے وضاحت کی ہے کہ یہ روایت سفیان ثوری نے عاصم بن کُلیب سے سنی ہے تو پھر اس میں تدلیس کس طرح ہو سکتی ہے۔ کیونکہ تدلیس ہوتی ہی وہ ہے جو روایت مذکورہ نہ سنی ہو۔ اور پھر مقام تحقیق یہ ہے کہ اگر یہ حدیث سنی ہی نہیں تو وہم کیسا؟ اگر حدیث سنی ہوتی تو پھر وہم کا الزام صحیح وارد ہو سکتا ہے۔ لہٰذا کچھ چیزیں واضح ہوتی ہیں۔

(i) اگر حدیث سنی ہے تو تدلیس نہیں ہوئی اور اگر تدلیس ہوئی ہے تو حدیث نہیں سنی

(ii) اگر حدیث سنی ہی نہیں تو وہم کا الزام کیسا؟ اگر وہم ہے تو پھر سننا ثابت ہوتا ہے۔

(iii) اور اگر سننا ثابت ہے تو پھر تدلیس نہیں ہو سکتی لہٰذا تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہے

اُمید ہے کہ قارئین کرام! اَب اس مسئلہ کی تہہ تک پہنچ گئے ہوں گے۔ تعجب انگیز امر یہ ہے کہ یہ باتیں علماء غیر مقلدین کو نظر کیوں نہیں آتی؟ وجہ صرف اور صرف احناف کا بغض ہے

اعتراض : میرے اس نکتہ (جو ابھی سمجھا چکا ہوں) پر غیر مقلد زبیر علی زئی نے مناظرانہ اور الزامی جواب کچھ یوں دینے کی کوشش کی۔

''جب سفیان ثوری کو اپنے اُستاذ عاصم بن کلیب سے روایت کرنے میں وہم ہو سکتا ہے تو پھر دوسرے مجہول یا مجروح راوی سے روایت کرنے میں وہم کیوں نہیں ہو سکتا اگر ثوری نے عاصم بن کلیب سے یہ روایت مذکورہ سنی تھی تو پھر سماع کی تصریح کہاں ہے؟'' (مقالات ۴/۲۶۱ تا ۲۶۰)

جواب : اس سلسلہ میں پہلی بات تو عرض یہ ہے کہ سفیان ثوری پر اس حدیث میں وہم کا

الزام ہے، اور وہ بھی صرف ثم لا یعود کے الفاظ پر نہ کہ باقی مکمل روایت پر۔ میں نے اپنی دونوں کتابوں میں لکھ دیا تھا کہ ثم یعود کے الفاظ کے بغیر بھی احناف کا موقف ثابت ہوتا ہے۔ اور میں نے ان اقوال کا تحقیقی جواب دے دیا ہے۔ لہٰذا تفصیل کے لئے میری دونوں کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

مزید یہ کہ زبیر علیزئی کو یہ شاید بھول گیا ہے کہ تدلیس اپنے استاد سے نہ سنی ہوئی خاص حدیث کو کہتے ہیں جبکہ وہم تو اپنے استاد سے سنی ہوئی حدیث میں ہوتا ہے۔ لہٰذا نہ سنی ہوئی خاص حدیث (جسکو تدلیس کہتے ہیں) کو، سنی ہوئی حدیث میں فرق نہ کرنا جہالت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جن دوسرے مجہول یا مجروح راویوں کی روایت میں اگر وہم، دلائل سے ثابت ہو جائے تو ہم اس کو ضرور مانیں گے۔ ہم اصولوں کو ماننے والے ہیں اور ہم اصول کے تحت ہی تحقیق کرتے ہیں۔ آپ کی طرح نہیں کہ ایک دن ایک موقف اور دوسرے دن دوسرا موقف اور پھر طرہ امتیاز یہ کہ اس بے اصولی کو آپ رجوع کا نام دیں۔ جناب زبیر علیزئی آپ کا یہ دھوکا عام لوگوں کو تو متاثر کر سکتا ہے مگر علماء کرام پر اس کی قباحت اور حقیقت واضح ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ حدیث کی سماع کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ حدثنا، اخبرنا یا سماع کی تصریح کرے۔ کیونکہ اگر مدلس راوی کی روایت میں سماع شیخ معلوم ہو جائے تو تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہو جاتا ہے۔ اور عن کا اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔

زبیر علی زئی کا عام لوگوں کو مغالطہ

قارئین کرام! زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ مقالات ۲۶۱/۴ ''پھر سماع کی تصریح کہاں ہے؟'' ایک دھوکا اور مغالطہ ہے۔ کیونکہ زبیر علیزئی عام لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کر رہے

ہیں۔ لہٰذا انکے مغالطے کی تحقیق حاضر خدمت ہے۔

زبیر علی زئی کا پہلا رخ

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علی زئی نے مقالات ۳۰۷/۳ الحدیث ۶۷ صفحہ ۱۲ پر لکھا تھا۔ ''کہ سفیان ثوری کی حدیث میں یحییٰ القطان کے محتاج ہیں۔ کیونکہ وہ مصرح بالسماع روایت بیان کرتے تھے'' (الکفایۃ صفحہ ۳۶۲)۔ اور مزید لکھا ہے کہ ''امام یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا میں نے سفیان ثوری سے صرف وہی کچھ لکھا ہے جس میں انہوں نے حدثنی اور حدثنا کہا ہے۔ سوائے دو حدیثوں کے''۔ (کتاب العلل ۲۵۷/۱)

اس بات کا جواب راقم نے اپنی دوسری کتاب ''مسئلہ ترک رفع یدین...... مضامین کا جواب'' صفحہ ۳۶ پر لکھا کہ ''یہاں ہم عرض کر دیں کہ امام یحییٰ بن سعید کے بے شمار ایسی حدیثیں صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں جس میں وہ سفیان ثوری کی عن (یعنی معنعن) روایت بھی لیتے ہیں۔''

زبیر علی زئی کا دوسرا رخ

میرے درج بالا اعتراض کا جواب غیر مقلد زبیر علی زئی نے مقالات ۲۲۸/۴ پر کچھ یوں دیا۔

''جب یحییٰ القطان کی سفیان سے ہر روایت سماع پر محمول ہے تو پھر عن والی روایت بیان کرنا ذرہ بھی مضر نہیں اور یہ عنعنہ ثوری کی طرف سے نہیں بلکہ امام یحییٰ بن سعید القطان یا ان کے شاگردوں کی طرف سے ہے۔''

جواب: قارئین کرام! ملاحظہ کریں کہ کس طرح زبیر علی زئی نے اپنا رخ تبدیل کیا اور کس طرح عنعنہ کا دفاع کیا۔ ہم نے جب محدثین کرام سے ثابت کر دیا کہ یہ روایت سفیان ثوری نے عاصم بن کلیب سے سنی ہے تو زبیر علیزئی نے ہم سے سماع کی تصریح مانگی

۔ مگر خود یحیٰی بن سعید القطان کے حوالے میں عنعنہ کو قابل قبول مانا اور کسی شاگرد سے اس عن کا داخل ہونا ثابت کیا۔

تحقیق: ہمارا دعویٰ بھی یہی ہے کہ جب محدثین کرام کے اقوال سے ثابت ہو گیا کہ سفیان نے یہ روایت عاصم بن کلیب سے سنی ہے تو عنعنہ مضر نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ عنعن سفیان ثوری کے کسی شاگرد یا اس کے کسی شاگرد کی طرف سے ہے۔ لہٰذا اس روایت میں عنعن ہونا روایت میں تدلیس ہونے کو ثابت نہیں کرتا۔ اس طرح اس حدیث پر الزام باطل اور مردود ہے۔ اور سفیان ثوری کی روایت میں ہم سے سماع کی تصریح مانگنا دجل وفریب ہے جبکہ قارئین کرام کو مغالطہ دینے کی ایک ناکام کوشش ہے۔ بلکہ قارئین خود فیصلہ کریں کہ اگر سفیان ثوری کی عن والی روایت یحیٰی القطان روایت کریں تو یہ عن کا لفظ مضر نہ ہو کیونکہ عنعنہ یحیٰی القطان یا ان کے شاگردوں کی طرف سے ہوگا۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو یہی اصول ترک رفع یدین والی حدیث میں کیوں نہیں ؟ ہمارا موقف کہ یہ روایت سفیان ثوری نے عاصم بن کلیب سے سنی ہے کو امام بخاری، یحیٰی بن آدم، امام احمد، امام ابو حاتم، امام دار قطنی، ابن قیم اور ابن قطان سے ثابت کریں اور غیر مقلد زبیر علی زئی یہ سوال کرے کہ سماع کی تصریح کہاں ہے؟ کیا یہ مسلکی تفاوت اور بغض احناف نہیں؟ فیصلہ قارئین پر چھوڑتا ہوں کہ وہ پڑھیں، سوچیں اور سمجھیں۔

اس سلسلہ میں یہ بھی عرض ہے کہ علماء بریلوی اور دیوبندی نے جو تدلیس کا الزام وارد کیا ہے وہ سب کے سب الزامی جواب ہیں۔ زبیر علی زئی غیر مقلد کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ الزامی جواب مناظروں میں تو کام آسکتے ہیں مگر تحقیقی میدان میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور ان علماء احناف نے مکمل طور پر الزامی جواب بھی نہیں بلکہ یہ الزامی جواب سمجھایا ہے کہ خود غیر مقلدین تو مدلسین کی روایت پر اعتراض کریں مگر خود مدلس راوی سے استدلال بھی کریں۔

علماء بریلی اہل السنت والجماعت کے تمام اقوال کا جواب میں نے اپنی دوسری کتاب "ترک رفع یدین .... مضامین کا جواب" صفحہ ۶۰ تا صفحہ ۶۸ پر دے دیے ہیں مزید تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ مزید برآں زبیر علی زئی غیر مقلد نے جو ۴۰ حوالہ جات پیش کیے ان میں مندرجہ ذیل حوالہ جات سے ایک بڑا ہی لطیف اصول سامنے آیا ہے ۔ زبیر علی زئی کے پیش کردہ حوالوں میں: حوالہ نمبر ۲: عبدالرحمٰن محدیؒ۔ حوالہ نمبر ۳: امام احمد حنبلؒ، حوالہ نمبر ۴: امام اسحاق بن راہویہؒ، حوالہ نمبر ۵: امام المزنیؒ، حوالہ نمبر ۶: امام بیہقیؒ، حوالہ نمبر ۲۰: حافظ ابن کثیرؒ، حوالہ نمبر ۲۴: امام ذہبیؒ، حوالہ نمبر ۲۶: عمر بن ارسلان البلقینیؒ، حوالہ نمبر ۲۷: امام الابناسیؒ کے حوالہ جات سے زبیر علیزئی نے امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اصول اور کتاب پر تعریف، مؤید اور سکوت سے دلیل پکڑی ہے۔ یعنی مندرجہ بالا محدثین کرام نے امام شافعی رحمہ اللہ کے حوالہ پر سکوت کر کے امام شافعی کے اصول کو مانا ہے۔

<u>ان حوالہ جات سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ زبیر علیزئی غیر مقلد کے نزدیک کسی کتاب کی تعریف کرنا اور اس پر سکوت کرنا اس دلیل پر رضامندی اور تصحیح کی علامت ہے۔</u>

لہٰذا اس لطیف نکتہ کو ذہن نشین کر لیں ان شاء اللہ مزید آگے چل کر یہ نکتہ بڑا کام آئے گا۔

ہمارا مطالبہ زبیر علیزئی پر قائم رہے گا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث متقدمین محدثین سے بھی مروی ہے کسی ایک محدث کا حوالہ نقل کر دیں جس میں انہوں نے اس حدیث میں سفیان ثوری کی تدلیس کا اعتراض کیا ہو۔ آپ طبقہ اولی اور طبقہ ثانیہ کی بحث بھی ایک طرف رکھیں صرف ایک ایسا حوالہ پیش کریں جس میں محدثین نے یہ صراحت کی ہو کہ اس حدیث میں سفیان ثوری نے تدلیس کی ہے۔

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کے اس حدیث ترک رفع یدین پر تدلیس کا الزام اصول کی روشنی میں باطل اور مردود ہے۔

«محدثین کرام کے حوالہ جات کی حقیقت»

غیر مقلد زبیر علی زئی نے مقالات ۴/۱۸۸۔۱۸۹ پر تدلیس کو مضر ثابت کرنے کے لیے نام نہاد ۱۰ حوالے پیش کیے ہیں۔

امام بخاری کا حوالہ :امام بخاری علیہ الرحمہ نے قتادہ عن ابی نضر والی ایک روایت کے بارے میں فرمایا: اور قتادہ نے ابونضر سے اس روایت میں اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا (جزء القراۃ :۱۰۶) معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک مدلس کا سماع کی تصریح نہ کرنا صحت حدیث کے منافی ہے۔

جواب : عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی عام لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں کیونکہ اس حوالہ سے تو آپ کا مؤقف ثابت ہی نہیں ہوتا کیونکہ اول تو آپ امام شافعی کے اصول میں تخصیص کے بھی قائل ہیں۔ مگر حوالہ سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قتادہ کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے جبکہ قتادہ کی عن والی روایات کی بھی تخصیص ثابت ہیں۔ مزید یہ کہ جناب قتادہ بن دعامہ کو حافظ ابن حجر نے طبقہ ثالثہ کا مدلس اپنی کتاب النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر لکھا ہے۔ جناب قتادہ جو کہ طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔ ہمارے نزدیک تو طبقہ ثالثہ کی معنعن روایات تخصیصات اور استثناء کے علاوہ ضعیف ہوتی ہیں۔ لہذا آپ کے ایسے اقوال جن میں طبقہ ثالثہ اور دیگر طبقات کے مدلسین پر اعتراض ہو، ایسے مدلسین کو پیش کر کے جان خلاصی نہیں ہو سکتی ہے۔

ابن خزیمہ کا حوالہ۔ امام ابن خزیمہ نے فرمایا، دوسری بات یہ ہے کہ اعمش مدلس ہیں انہوں نے حبیب بن ابی ثابت سے اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا۔ (کتاب التوحید ص ۳۸،

علمی مقالات ۳/۲۲۰)

جواب : جناب عرض یہ ہے کہ اعمش کو حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔ لہذا طبقہ ثالث کے مدلس پہ جرح ثابت کرنا ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم تو طبقہ ثالثہ کے راویوں کی عنعن والی روایات کو دیگر شواھد اور قرائن کے بغیر مانتے ہیں۔ لہذا ایسے حوالے دینا صرف عام لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔

امام شعبہ کا حوالہ: امام شعبہ نے فرمایا، میں قتادہ کے منہ کو دیکھتا رہتا، جب آپ کہتے، میں نے سنا ہے یا فلاں نے ہمیں بیان کیا ہے تو میں اسے یاد کر لیتا اور جب آپ کہتے فلاں نے حدیث بیان کی تو میں اسے چھوڑ دیتا۔ (مقدمہ الجرح والتعدیل ص ۱۶۹)

جواب : جناب عرض یہ ہے کہ قتادہ بن دعامہ طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔ لہذا ایسے حوالے تو مردود اور باطل ہیں کیونکہ ہم تو طبقہ اولی اور طبقہ ثالث کے مدلس راویوں کی احادیث صحیح اور طبقہ ثالثہ وغیرھم کی معنعن والی روایات کو ضعیف سمجھتے ہیں الا کہ دیگر قرائن و شواھد سے تخصیصات ثابت ہو۔

حافظ ابن عبدالبر کا حوالہ: انہوں نے فرمایا حافظ ابن عبدالبر نے کہا، اور انہوں نے (محدثین) فرمایا، اعمش کی تدلیس (یعنی عن والی روایت) غیر مقبول ہے۔ کیونکہ انہیں جب (معنعن روایت کے بارے میں) پوچھا جاتا تو غیر ثقہ کا حوالہ دیتے تھے۔ (التمہید ۱/۳۰، علمی مقالات ۱/۲۷۰)

جواب : اس حوالہ پر دیگر اعتراضات تو اپنی جگہ مگر یہاں پر عرض کر دوں کہ امام اعمش کو حافظ ابن حجر نے النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

لہٰذا طبقہ ثالثہ وغیرھم کے مدلسین پر جرح ہمارے خلاف استدلال کے طور پر پیش کرنا باطل اور راہ فرار اختیار کرنا مردود ہے۔

محمد بن فضیل بن غزوان کا حوالہ: محمد بن فضیل بن غزوان نے کہا، مغیرہ بن مقسم تدلیس کرتے تھے پس ہم ان سے صرف وہی روایت لکھتے جس میں وہ ابراہیم کہتے تھے۔

(مسند علی بن الجعد ۱/۴۳۰)

جواب : دیگر اعتراضات کے علاوہ عرض یہ ہے کہ مغیرہ بن مقسم کو بھی حافظ ابن حجر نے النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس قرار دیا ہے۔ لہٰذا طبقہ ثالث وغیرھم کے مدلسین پر اعتراضات ہمارے خلاف پیش کرنا مردود ہے۔ کیونکہ ہم یہ تصریح کر چکے ہیں کہ حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کے مطابق طبقہ اولیٰ و طبقہ ثانیہ کے مدلس کی عن والی روایت قابل قبول ہے اور طبقہ ثالث وغیرھم کے مدلسین کی عن والی روایات ضعیف ہوتی ہیں۔ الا دیگر قرائن اور شواھد اور تخصیصات ثابت ہوں۔

ابن قطان الفاسی کا حوالہ: ابن قطان الفاسی نے کہا، اور اعمش کی معنعن (عن والی) روایت انقطاع بیان کرنے کا نشانہ اور ہدف ہے کیونکہ وہ مدلس ہیں۔ (بیان الوھم ۲/۴۳۵)

جواب : جناب اس حوالہ میں بھی اعتراض اعمش پر ہے اور اعمش کے طبقہ ثالثہ مدلس ہونے کی وجہ سے یہ اعتراض ہمارے خلاف نہیں ہے۔

ابو حاتم کا حوالہ: ابو حاتم الرازی نے فرمایا: زہری نے عروہ سے یہ حدیث نہیں سنی، لہٰذا ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس میں تدلیس کی ہو۔ (علل الحدیث ۱/۳۲۳)

جواب : عرض یہ ہے کہ زہری کو بھی حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب

النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔ لہٰذا طبقہ ثالثہ وغیرھم کے مدلس راویوں پر اعتراضات کے حوالہ جات ہمارے خلاف پیش کرنا مردود ہے۔

قارئین کرام! غیر مقلد زبیر علی زئی نے جتنے حوالے میرے خلاف پیش کئے اگر بغور انصاف دیکھا جائے تو وہ میرے حق میں بنتے ہیں کیونکہ حافظ ابن حجر نے جس راوی کو طبقہ ثالثہ وغیرھم کا مدلس لکھا ہے محدثین کرام نے انہی مدلسین کے عنعنہ پر اعتراض وارد کیا ہے میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کے مدلسین کے راویات جو عن سے مروی ہوں انہیں صحیح تسلیم کیا ہے اور جمہور محدثین کرام بھی ان کے ساتھ ہیں۔ اور جن راویوں کو حافظ ابن حجر نے طبقہ ثالثہ وغیرھم میں شمار کیا ہے تو ان کے نزدیک ایسے مدلسین کی عن والی روایات ضعیف ہوتی ہیں۔ جس سے جمہور محدثین کرام متفق ہیں۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ محدثین کرام ہر روایت کے ساتھ یہ تصریح کریں کہ یہ مدلس راوی طبقہ اولیٰ یا طبقہ ثانیہ کا ہے۔ لہٰذا معنعن والی روایت صحیح ہے اور اس کی بھی تصریح کرنا ضروری نہیں کہ فلاں روایت مدلس کی ضعیف ہے کیونکہ یہ طبقہ ثالث وغیرھم کا مدلس ہے۔ کیونکہ حافظ ابن حجر اور دیگر علماء کرام نے متقدمین محدثین کرام کے اقوال کی اتباع کی اور طبقات وضع کئے۔ لہٰذا طبقہ ثالثہ وغیرھم کے مدلسین راویوں پر اعتراضات و حوالہ پیش کرنا باطل اور مردود ہے۔

«علماء غیر مقلدین کے حوالہ جات کی حقیقت»

اعتـــــــراض : امام شافعی رحمہ اللہ اور مسئلہ تدلیس کے مضمون کے ضمن میں غیر مقلد زبیر علیزئی نے مقالات ۴/۱۹۰ تا ۴/۱۹۵ پر مزید ۲۰ حوالہ جات صرف اپنے مضمون کو طویل کرنے کے لئے لکھا۔ ان ۲۰ حوالہ جات میں ۱۰ حوالے عصر حاضر کے غیر مقلدین کے

۵ حوالے علماء اہلسنت بریلوی کے اور ۵ حوالے علماء دیوبند کے شامل ہیں۔ لہٰذا ان حوالہ جات کی فنی اور تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ بھولے بھالے غیر مقلدین حضرات ان حوالہ جات کی حقیقت سے واقف ہوسکیں۔

پہلے دس حوالہ جات میں مندرجہ ذیل حوالے شامل ہیں۔

1:	ارشاد الحق اثری صاحب	(توضیح الکلام ۵۵۸/۲، توضیح الکلام ۲۸۳/۲)
2:	مولانا محمد داؤد ارشد غیر مقلد	(حدیث اور اہل تقلید ۷۹۳/۱)
۳:	علامہ معلمی غیر مقلد	(التنکیل ۲۰/۲)
۴:	مبشر احمد ربانی غیر مقلد	(احکام و مسائل کتاب وسنت کی روشنی میں ۱۷۹/۱)
۵:	مولانا مبارکپوری غیر مقلد	(تحفۃ الاحوذی ۱۰۱/۱)
۶:	عبدالعزیز بن باز	(مجموعہ فتاوی ابن باز ۲۳۶/۲۶)
۷:	مولانا یحییٰ گوندلوی	(ضعیف اور موضوع روایات ص ۲۸
۸:	ملک عبدالعزیز ملتانی	(فیصلہ رفع یدین ص ۳۴)
۹:	ابوالقاسم سیف البنارسی	(تذکرۃ المناظرین ص ۳۳۵)
۱۰:	خواجہ محمد قاسم	(حدیث اور غیر اہل حدیث ۴۷)

جواب: عرض یہ ہے کہ ان حوالہ جات کی حیثیت بالکل مردود ہے کیونکہ ان میں اکثر کتابیں الزامی جوابات سے پُر ہیں۔ اور ان کتابوں کے مطالعہ سے آپ پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

اوّل: غیر مقلد زبیر علی زئی نے مقالات ۱۹۰/۴، انوار الطریق ص ۱۰۹ پر ارشاد الحق اثری سے ۵ راویوں پر تدلیس کا الزام ہونے کی وجہ سے حدیث پر اعتراض کرنے کے حوالہ کے ذریعہ ارشاد الحق اثری کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کی ہے۔ مگر غیر مقلد زبیر علی زئی نے جو عام لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے وہ مردود فعل ہے۔ کیونکہ زبیر علیزئی نے جو ۵ حوالے

ارشاد الحق اثری کی کتاب توضیح الکلام سے پیش کیے ہیں ان میں سے ابوالزبیر المکی (توضیح الکلام ۵۵۸/۲) قتادہ بن دعامہ (توضیح الکلام ۲۸۳/۲) سلیمان بن مھران الاعمش (توضیح الکلام ۷۶۵/۲) اور محمد بن عجلان (۳۳۱/۲ توضیح الکلام) کو تو حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے طبقہ ثالثہ کے مدلسین میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت پر ابوالزبیر المکی، قتادہ بن دعامہ، الاعمش اور محمد بن عجلان کو طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔ <u>جناب آپ تو دھوکا بازی پر اتر آئے ہیں کیونکہ طبقہ ثالثہ کے مدلس کے عنعنہ کو تو ہم خود ضعیف مانتے ہیں تو پھر ان حوالہ جات کو پیش کر کے عام لوگوں کو فریب دے کر راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔</u>

دوم: اس مقام پر مناسب ہوگا کہ مولانا ارشاد الحق اثری کا اپنا ہی موقف پیش کر دیا جائے۔ مولانا اثری لکھتے ہیں۔ ''اختلاف کی گنجائش ہے، لیکن دھینگا مشتی سے اس کی تردید اہل علم کو زیبا نہیں''۔ (توضیح الکلام ص ۳۷۳)

مولانا ارشاد الحق اثری نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (طبقہ ثانیہ) کی حدیث پر تدلیس کا اعتراض صرف جواب الزامی کے طور پر دیا ہے۔ دیکھئے توضیح الکلام ص ۱۰۲۶ مگر ان کا موقف پہلے واضح کر دیا ہے کہ وہ طبقاتی تقسیم کے قائل ہیں۔

سوم: ان الزامی اور مناظرانہ جوابات کی حقیقت آپ ہی کی جماعت کے معتبر عالم عبدالرحمن مبارکپوری سے واضح کرتے ہیں۔ غیر مقلد مولانا عبدالرحمن مبارکپوری علامہ نیموی کے خلاف لکھتے ہیں۔

غیر مقلد مولانا مبارکپوری کا مدلسین کے بارے فیصلہ

غیر مقلد مولانا مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں۔

''جس حدیث کو مؤلف اپنی مذہب کے مؤید سمجھتے ہیں اور اس کی سند میں کوئی راوی مدلس ہوتا ہے جس نے اس کو معن عنا روایت کیا ہے تو آپ وہاں اپنی دیانت سے بالکل سکوت فرماتے ہیں اور اسکا مدلس ہونا ظاہر نہیں کرتے''۔ (اعلام اہل الزمن ص ۳۶۷)

''اور جو حدیث صحیح مولف کے مذہب کے موافق نہیں ہوتی اور اسکی سند میں کوئی راوی مدلس ہوتا ہے تو آپ فوراً بول اٹھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں فلاں راوی مدلس ہے۔ حالانکہ اس مدلس کی تدلیس متابعت یا کسی اور وجہ سے مضر نہیں ہوتی۔ (اعلام اہل الزمن ص ۳۶۸)

مولانا مبارکپوری اس بے انصافی کا شکوہ کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں۔

''اہل علم انصاف سے بتائیں کہ مؤلف کا اپنے مذہب کے موافق حدیثوں کے راوی مدلس کی تدلیس مضر کو ظاہر نہ کرنا اور جو احادیث صحیحہ کہ مذہب حنفی کے موافق نہیں ہے ان کے راوی مدلس کی تدلیس غیر مضر کو ظاہر اور اس کی تدلیس غیر مضر و غیر قادح سے ان احادیث صحیحہ کو ضعیف بنانا کیا صریح ''دیانت'' نہیں ہے۔ (اعلام اہل الزمن ص ۳۶۹)

قارئین کرام مولانا مبارکپوری کی یہ گواہی بڑی وزنی ہے کیونکہ اپنے مسلک کا دفاع کرتے ہوئے اصولوں سے روگردانی کرنا مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا غیر مقلد زبیر علی زئی کے تمام ۲۰ حوالے اور خصوصاً ۱۰ حوالے علماء غیر مقلدین کے اسی مضمون میں ہیں۔ اُمید ہے کہ قارئین کرام کو ان پیش کردہ اصولوں کی حقیقت سمجھ آگئی ہوگی۔ فائدے کے لئے ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے، مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔'' حالانکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ سفیان ثوری کی تدلیس قادح و مضر صحت حدیث نہیں ہے۔ اور بدون تصریح سماع کے ان کی روایت مقبول ہوتی ہے۔ (اعلام اہل الزمن ص ۳۶۸)

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ مولانا مبارکپوری نے یہ تحریر مولانا شمس الحق محدث ڈیانوی غیر مقلد کی درخواست پر لکھی تھی۔ لہٰذا اس بات پر مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد کا بھی اتفاق ہے کہ سفیان ثوری کی تدلیس مضر حدیث نہیں ہے۔

اعتراض: لہٰذا زبیر علی زئی مقالات ۱۹۳/۴ پر یہ لکھتا ہے کہ ''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتابوں میں مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی اور یہی مفتٰی بہ قول ہے اور اس پر عمل ہے''

جواب : یہ فیصلہ تو خود غیر مقلدین ہی کرلیں کہ مولانا شمس الحق عظیم آبادی، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری، محب اللہ راشدی، بدیع الدین راشدی اور مولانا ارشاد الحق اثری وغیرہم صاحب کی بات ٹھیک اور منہج محدثین پر ہے یا کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کا طرز عمل منہج محدثین کے مطابق۔ حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا موقف باطل اور مردود ہے۔

مولانا مبارکپوری غیر مقلد کے بارے میں تو غیر مقلد زبیر علی زئی خود لکھتے ہیں۔

''ہمارے دل میں تمام اکابر اہل سنت...... اور علماء حق مثلاً مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا بہت احترام ہے۔'' (مقالات ۲۵۱/۴)

اعتراض: مزید لکھتے ہیں۔ ''بعد میں آنے والے حافظ ابن حجر کی بات مانیں یا امام شافعی کی؟ ابن رجبؒ حنبلی کا رسالہ فضل علم السلف علی علم الخلف پڑھ لیں''۔ (مقالات ۲۴۲/۴)

جواب : عرض یہ ہے کہ ابن رجب کا حوالہ دینا کم از کم آپ کو تو زیبا نہیں دیتا کیونکہ آپ تو انہیں غالی تصور کرتے ہیں اور پھر ہم بعد میں آنے والے غیر مقلد زبیر علی زئی کی بات کو صحیح مانیں یا مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری اور شمس الحق عظیم آبادی کی؟ فیصلہ تو عام لوگوں کو کرنا ہے کہ عبدالرحمٰن مبارکپوری اور شمس الحق عظیم کی طبقات المدلسین کی بات مانیں جو ان سے علم اور اصول میں بالاتر ہیں یا غیر مقلد زبیر علی زئی کی جس کا کوئی اصول ہی نہیں ہے۔

2: غیر مقلد محمد داؤد ارشد کی کتاب حدیث اور اہل حدیث تقلید ۲۵۱/۱ کا حوالہ تو کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ کتاب حدیث اور اہلحدیث کتاب کا جواب ہے۔ لہٰذا اس الزامی حوالہ کو پیش کرنا تو صرف عام لوگوں کو دھوکا دینا ہے کیونکہ تحقیق کے میدان میں اہمیت تو اصول وضوابط کی ہوتی ہے۔

3: عبدالرحمٰن معلمی کتاب التنکیل ۲۰/۲ کا حوالہ بھی فضول ہے کیونکہ عبدالرحمٰن معلمی متعصب فی الاحناف ہے غیر مقلد زبیر علیزئی میں علمی ہمت اور جرأت ہے تو سفیان بن عیینہ جو ایک مسلمہ مدلس راوی ہیں اس کی کسی ایک حدیث جو عنعن سے ہو اس پر عبدالرحمٰن معلمی کا تدلیس کا الزام ثابت کر دیں۔ مگر یقین مانیں کہ ایسا حوالہ پیش کرنا تو ممکن نہیں ہوگا۔ عبدالرحمٰن معلمی نے تعصب کا ثبوت دیتے ہوئے۔ احناف کی ترک رفع یدین والی حدیث جو حضرت عبدالرحمٰن بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس پر جواب لکھتے ہوئے سب سے پہلی مرتبہ سفیان ثوری پر تدلیس کا الزام لگاتے ہوئے اس حدیث کو تدلیس کی وجہ سے رد کیا۔ زبیر علی زئی کو چیلنج ہے آپ عبدالرحمٰن معلمی سے پہلے کسی ایک محدث کا حوالہ پیش کر دیں جنہوں نے ترک رفع یدین والی حدیث میں سفیان ثوری کا الزام وارد کرتے ہوئے اس کو وجہ ضعف کی دلیل بنایا ہو۔ حالانکہ یہ حدیث جلیل القدر محدثین جن میں علل کے ماہر بھی شامل ہیں ان کے سامنے تھی مگر کسی ایک نے بھی تدلیس کا الزام وارد کر کے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہو۔ مگر عام لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے معلمی متعصب اور پھر ان کے بعد غیر مقلد زبیر علیزئی نے الزام وارد کیا ہے۔

4: غیر مقلد مبشر احمد ربانی کی کتاب احکام ومسائل ۱/۵۳-۵۷-۵۸ کا حوالہ بھی دھوکا اور فریب ہے۔ کیونکہ غیر مقلد مبشر احمد ربانی نے اعمش پر تدلیس کا الزام لگایا ہے۔

کو حافظ ابن حجر نے النکت ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس قرار دیا ہے۔ جناب ہم تو اس بات کے قائل ہیں کہ طبقہ اولی اور طبقہ ثانیہ کے مدلسین کی روایات صحیح جبکہ دیگر طبقات کے مدلسین کی روایات ضعیف ہوتی ہیں الا کہ کوئی دیگر قرائن یا شواہد مل نہ جائیں۔ لہٰذا جس طبقات کے مدلسین کی عنعن والی روایات کو حافظ حجر اور علماء کرام خود ضعیف مانتے ہیں تو اس کو ہمارے خلاف پیش کرنا مردود ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کی کتاب تحفۃ الاحوذی ۱۰۱/۱ والا حوالہ بھی باطل اور مردود ہے۔ کیونکہ اول یہ ثابت کر چکے ہیں کہ عبدالرحمٰن مبارکپوری کا اپنا عمل طبقات المدلسین پر تھا۔ دوم یہ کہ اس حوالہ میں ان کا اعتراض اعمش کی تدلیس پر تھا۔ اس بات کی تصریح ہو چکی ہے کہ اعمش کو حافظ ابن حجر نے النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔ لہٰذا عام لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ایسے حوالے پیش کرنا آپ کے نزدیک تو جائز ہو سکتا ہے مگر یہ طرز عمل باطل اور مردود ہے۔

سعودی عالم شیخ عبدالعزیز ابن باز کی کتاب مجموعہ فتاوی ابن باز ۲۳۶/۲۶ کا حوالہ بھی صرف اور صرف عام لوگوں کو مغالطہ دینا ہے کیونکہ اس حوالہ میں اعتراض ایک مدلس راوی یحیٰی بن ابی کثیر پر ہے۔ جو کہ حافظ ابن حجر کی کتاب النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۹ پر طبقہ ثالثہ میں موجود ہے۔ لہٰذا ثالثہ کے مدلسین کی روایات پر جرح والے حوالے پیش کرنا تو علمی بددیانتی ہے۔ کیونکہ طبقہ ثالثہ کے مدلسین کے عنعن والی روایت کو تو ہم بھی ضعیف مانتے ہیں۔

غیر مقلد عبدالعزیز ملتانی کی کتاب تمرید العینین ص ۳۶ اور استیصال التقلید ص ۹۰ کا حوالہ بھی فریب ہے۔ کیونکہ اس میں قتادہ بن دعامہ راوی مدلس راوی کی تدلیس پر اعتراض ہے۔ اس سلسلہ میں یہ واضح کر دیا ہے کہ طبقہ ثالثہ کے مدلس راویوں کی روایات

پر جرح کے حوالے مردود ہیں۔ قتادہ بن دعامہ کو حافظ ابن حجر نے النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالث کا مدلس لکھا ہے۔

8۔9: ابوالقاسم سیف البناری کا تذکرۃ المناظرین ص ۳۳۵ اور غیر مقلد خواجہ محمد قاسم کی کتاب حدیث اور غیر اہل حدیث ص ۲۷ کے حوالہ جات بھی مردود ہیں کیونکہ ابوالقاسم البناری نے اپنی دیگر کتاب اور تصانیف میں مدلس راویوں کی تدلیس کو قبول کیا ہے۔ مزید یہ کہ ان حوالہ جات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تذکرۃ المناظرین اور حدیث اور غیر اہل حدیث جیسی کتابوں میں صرف مناظرانہ اور الزامی جواب ہیں جن کا تحقیق سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔

لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا ان علماء غیر مقلدین کے غیر متعلقہ حوالہ جات پیش کر کے عام لوگوں اور خصوصاً اپنے غیر تحقیقی علماء اور مناظرین کو یہ سمجھانے کی کوشش کرنا کہ دیکھیں اس موقف پر میں اکیلا نہیں بلکہ دیگر علماء غیر مقلدین حضرات بھی میرے (غیر مقلد زبیر علیزئی) کے ساتھ ہیں۔ اور اس مذموم مقصد کے لئے انہوں نے یہ سارے طبقہ ثالثہ والے حوالے پیش کیے ہیں اور عام لوگوں کو دھوکا کچھ اس انداز سے دینے کی کوشش کی ہے کہ اعمش و محمد بن عجلان اور یحیی بن ابی کثیر کو حافظ ابن حجر کی پہلے لکھی جانے والی تصنیف طبقات المدلسین سے طبقہ ثانیہ کا مدلس ثابت کر کے پھر ان پر علماء کرام کا اعتراض لکھا ہے تاکہ عام لوگوں کو یہ یقین دلایا جاسکے کہ یہ علماء کرام حافظ ابن حجر کے طبقاتی تقسیم سے انکار کرتے تھے۔ مگر جناب آپ کی یہ مذموم کوشش ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی کیونکہ امام اعمش و محمد بن عجلان اور یحیی بن ابی کثیر کو حافظ ابن حجر نے اپنی متاخر تصانیف میں اسے ایک کتاب النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ و ص ۲۵۹ پر ان کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔ اس بات

کے تو سب قائل ہیں کہ طبقہ ثالثہ کے مدلس راویوں کی معنعن روایات ضعیف ہوتی ہے الا کہ دیگر قرائن اور شواہد ہوں۔ لہٰذا علماءِ کرام بشمول علماء غیر مقلدین کے حوالہ جات کو حافظ ابن حجر کے طبقاتی تقسیم کے خلاف پیش کرنا باطل اور ناانصافی ہے۔

قارئین کرام! یہ تحقیق آپ کے سامنے واضح ہو چکی ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کس شاطرانہ انداز میں عام لوگوں بلکہ بعض علماء کو دھوکا اور فریب دیتے ہیں۔

﴿علماء اہل سنت کے حوالہ جات کی حقیقت﴾

غیر مقلد زبیر علی زئی نے مقالات ۱۹۳/۴ تا ۱۹۴/۴ پر تدلیس پر ۵ حوالہ جات علماء بریلوی کی پیش کیے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ (فتاویٰ رضویہ ۲۳۵/۵۔ فتاویٰ رضویہ ۲۳۹/۲۴)

2: مولانا محمد عباس رضوی صاحب (مناظرے ہی مناظرے ص ۲۳۹ و اللہ آپ زندہ ہیں ص ۳۵۱)

3: محقق العصر غلام مصطفیٰ نوری صاحب (ترک رفع یدین ص ۳۲۵)

4: مولانا محمد شریف کوٹلی رحمہ اللہ صاحب (فقہ الفقیہ ص ۱۳۴)

5: مولانا محمود احمد رضوی صاحب (فیوض الباری حصہ سوم ص ۲۰۶)

جواب: عرض یہ ہے کہ مناظرانہ اعتراض کی حقیقت مناظروں میں ہی اچھی لگتی ہے۔ تحقیقی میدان میں تحقیقی جواب پیش کریں۔ ان تمام اکابرین نے غیر مقلدین حضرات پر الزامی جواب وارد کیے ہیں اور ان کے اسلوب ہی سے کہ خود تو مدلسین کے عنعنہ والی روایت پر تو اعتراض کرتے ہیں مگر اپنی پیش کردہ روایت میں عنعنہ بھول جاتے ہیں۔

1: اب میں اس بات کی وضاحت خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلویؒ کی تحریر

سے کرتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں: ''رابعاً: ملاجی! (نذیر حسین دہلوی غیر مقلد) آپ تو بہت محدثی کا دم بھرتے ہیں صحیح حدیثیں بے وجہ تو رد کرتے آئے بخاری و مسلم کے رجال ناحق مردود الراویہ بنائے اب اپنے لئے یہ روایت حجت بنالی جو آپ کے مقبولہ اصول محدثین پر ہرگز کسی طرح حجت نہیں ہو سکتی اس کا مدار ابن جریج پر ہے وہ مدلس تھا اور یہاں روایت میں عنعنہ کیا''۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۹۵/۵)

امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ نے اپنی اس عبارت میں واضح کر دیا کہ غیر مقلدین حضرات کے اپنے مروجہ اصول حدیث کے تحت راوی کی تدلیس موجود ہے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت کا یہ حوالہ ہمارے خلاف پیش کرنا غلط اور مردود ہے۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت تو ملا نذیر حسین دہلوی کو ان کے اصول یاد کروا رہے ہیں۔

2: محدث العصر مولانا محمد عباس رضوی کی عبارت مناظرے ہی مناظرے ص ۲۶۹ کا حوالہ پیش کرنا بھی غلط ہے کیونکہ میں نے اس بات کا جواب مسئلہ ترک رفع یدین......... مضامین کا جواب ص ۶۲ پر دے دیا ہے۔

اعتراض: زبیر علی زئی صاحب مقالات ۴۳۶/۲ پر لکھتے ہیں ''عباس رضوی بریلوی رضاخانی کی عبارت کو الزامی جواب قرار دینا پانچ وجہ سے باطل اور مردود ہے۔''

جواب: عرض یہ ہے کہ زبیر علی زئی غیر مقلد کا اپنا اعتراض باطل اور مردود ہے، کیونکہ عباس رضوی صاحب کی کتاب مناظرے ہی مناظرے سے ہی یہ ظاہر ہے کہ یہ ان کے تحریری مناظروں کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا یہ لکھنا کہ یہ جواب الزامی نہیں غلط ہے۔

مزید یہ کہ محقق العصر علامہ عباس رضوی کا اپنا موقف سفیان ثوری کے طبقہ ثانیہ کا ہے۔ لہٰذا الزامی جواب کو تحقیقی جواب کہنا غلط ہے۔ عباس رضوی صاحب کے الزامی

جواب ہونے کا ثبوت مندرجہ ذیل نکات سے ثابت ہے۔

اول: محدث العصر علامہ عباس رضوی صاحب اپنی کتاب مناظرے ہی مناظرے ص ۲۵۷ پر لکھتے ہیں۔ ''اور اگر صرف اتنی ہی بات ہوتی (یعنی مدلس کی عن والی روایت قابل قبول نہیں) تو شاید آپ کہہ دیتے کہ چلیں صحیح نہ سہی حسن تو ہوگی۔ لیکن اس روایت کی سند پر صرف اتنا ہی کلام نہیں آگے سنئے۔''

دوم: علامہ عباس رضوی مزید الزامی جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اس روایت میں یہ تینوں لفظ (حدثنا۔ اخبرنا۔ سمعت) نہیں بلکہ عن ہے۔ لہٰذا یہ روایت قابل رد ہوئی اور پھر اگر چہ یہی علت ہوتی تب بھی خیر تھی اس کی سند میں ایک علت ہے وہ یہ کہ اس کا ایک راوی ہے سلیمان بن موسیٰ۔ (مناظرے ہی مناظرے ص ۲۶۱)

سوم: علامہ عباس رضوی لکھتے ہیں: تو جب آپ کے نزدیک یہ حدیث دلیل ہی نہیں بن سکتی تو پھر اس کو پیش کیوں کیا ہے۔ آپ کے مرسل روایت کے استدلال کرنے سے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ کے پاس اس مسئلہ میں صحیح مرفوع روایت نہیں ہے۔ (مناظرے ہی مناظرے ص ۲۶۰)

چہارم: علامہ عباس رضوی صاحب لکھتے ہیں اس حدیث میں ایک راوی عاصم بن کلیب ہے۔ جو کہ ترک رفع یدین کا مرکزی راوی ہے۔ مسئلہ رفع یدین میں علماء اہل حدیث اس راوی کو قبول نہیں کرتے۔ جو راوی رفع یدین کے مسئلہ میں ضعیف ہے۔ وہ راوی رفع یدین علی الصدر میں کیسے ثقہ ہو گیا؟ یہ معمہ بھی حل فرما دیں۔ (مناظرے ہی مناظرے ص ۲۴۹)

پنجم: محدث العصر علامہ عباس رضوی کی کتاب مناظرے ہی مناظرے میں بہت سے ایسے مقامات ہیں۔ جہاں انہوں نے الزامی جوابات دیے ہیں۔ لہٰذا ایسے الزامی جوابات کو تحقیق

جوابات بنانا غلط ہے۔ علامہ عباس رضوی صاحب کا اپنا موقف طبقات المدلسین کا ہی ہے۔

ششم: علامہ عباس رضوی صاحب اپنی ہی کتاب مناظرے ہی مناظرے ص ۳۵۶ پر لکھتے ہیں۔

''امام سفیان ثوری زبردست ثقہ ہیں اور اس کا اقرار آپ کو بھی ہے اور جہاں تک کہ تدلیس کا معاملہ تو شاید آپ ہماری بات نہ مانیں لہٰذا آپ ہی کے مسلک کے معتبر آدمی کی نسبت سے ہی اس کا جواب دیتے ہیں۔ شاید آپ کی قسمت میں ہدایت ہو اور شاید قبول حق کا جذبہ کہیں چھپا ہوا ہو۔ ویسے تو غیر مقلدین حضرات میں یہ جذبہ ناپید ہے۔ مشہور غیر مقلد مولوی محمد یحییٰ گوندلوی لکھتا ہے۔ بلاشبہ بعض محدثین نے امام ثوری کو مدلس کہا ہے مگر یہ مدلس کے اس طبقہ میں ہیں۔ یہاں تدلیس مضر اور روایت کی صحت کے مانع نہیں ہے

ہفتم: <u>عباس رضوی صاحب نے راقم سے ملاقات کے دوران یہ واضح کیا کہ میں اپنے اکابرین کے ساتھ ہوں اور طبقات المدلسین کا قائل ہوں۔ لہٰذا ان کے اپنے موقف کے علاوہ دوسرا موقف گھڑنا غلط اور مردود ہے۔</u>

ہشتم: عباس رضوی صاحب نے دیوبندی شیر محمد کی تصنیف (آئینہ تسکین الصدور ص ۹۲) سفیان ثوری کی تدلیس کے اعتراض کے جواب میں اپنی کتاب واللہ آپ زندہ ہیں ص ۳۳۱ پر یہ جواب دیا تھا کہ ''اس میں شک نہیں کہ مدلس کا عنعن مردود ہوتا ہے لیکن معترض نے کما حقہ تتبع نہیں کیا اور یہ فعل اہل علم کے نزدیک جہالت ہے کیونکہ اس روایت میں سفیان ثوری نے تحدیث کی ہے۔ مگر یہ جواب غیر مقلد زبیر علیزئی کی سمجھ میں نہ آیا اور انوار الطریق ص ۲۶ پر لکھ بیٹھے کہ رضوی صاحب نے طبقہ ثانیہ کی بحث نہیں چھیڑی جناب عرض یہ ہے کہ اگر رضوی صاحب نے طبقہ ثانیہ کی بحث نہیں چھیڑی تو اس سے یہ کیسے ثابت

ہو گیا کہ رضوی صاحب طبقات کے منکر ہیں۔ دوم یہ کہ رضوی صاحب نے عالمانہ جواب دیا ہے کہ اس روایت میں تحدیث موجود ہے۔ جناب اگر روایت میں تحدیث موجود ہے تو طبقہ ثانیہ کی بحث کیوں چھیڑی جائے۔ اب آپ کا کیا خیال ہے کہ رضوی صاحب آپ کی مرضی کے مطابق جواب دیا کریں جو کہ ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے اعتراضات فضول ہیں۔

2۔ عباس رضوی صاحب نے اپنی کتاب واللہ آپ زندہ ہیں ص ۳۵۱ پر اعمش راوی پر تدلیس کا اعتراض وارد کیا ہے۔ جس کو زبیر علیزئی نے طبقہ ثانیہ میں لانے کی کوشش کی۔ مگر جناب اعمش کو حافظ ابن حجر نے النکت ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔ لہٰذا آپ نے انوار الطریق ص ۲۶ پر سفیان ثوری اور اعمش کو طبقہ ثانیہ کا لکھا ہے وہ حافظ ابن حجر کی کتاب النکت ص ۲۵۸ کی روشنی میں غلط ہے۔ کیونکہ سفیان ثوری کو حافظ ابن حجر نے النکت ص ۲۵۷ پر طبقہ ثانیہ کا لکھا ہے اور جبکہ النکت ص ۲۵۸ پر اعمش کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ محدث العصر علامہ عباس رضوی صاحب کا حوالہ دینا اور ان کے حوالہ جات میں تضاد ثابت کرنا مردود ہے۔

3۔ محقق العصر علامہ غلام مصطفیٰ نوری صاحب نے اپنی کتاب ترک رفع یدین ص ۲۹۵ پر رفع یدین کی احادیث پر الزامی جوابات دیتے ہوئے سعید بن عروبہ کو مدلس لکھا مگر یہ یہ کہ علامہ غلام مصطفیٰ نوری صاحب کا اپنا موقف بھی طبقات المدلسین کا ہے۔ جس پر ان کے مناظرے اور تقاریر اور گفتگو شاہد ہیں۔ لہٰذا علامہ غلام مصطفیٰ نوری صاحب کا حوالہ پیش کرنا غلط اور مردود ہے۔

4۔ مولانا محمود احمد رضوی بریلوی رحمہ اللہ صاحب نے کسی بھی مقام پر طبقات کا انکار

نہیں کیا۔ لہٰذا آپ پر یہ فرض ہے کہ آپ طبقات کے انکار کی تصریح دکھائیں۔ مطلق

روایت میں عنعنہ کا مضر ہونا آپ کو بھی تسلیم نہیں کیونکہ آپ بھی اس اصول کو تخصیص

استثناء کے ساتھ مانتے تھے۔ لہٰذا عام لوگوں کو مغالطہ دینا اور مطلق عنعنہ والی روایت کا

ہونے کے حوالے دینا غلط اور مردود ہے اور پھر ان حوالہ جات کے آخر میں یہ لکھ دینا کہ

عنعنہ والی روایت کا رد ہونے میں امام شافعی رحمہ اللہ کا قول مانتا ہوں مگر تخصیصات

استثناء کے ساتھ لہٰذا یہ بات بالکل مردود ہے۔ کیونکہ آپ اپنے حوالہ جات سے یہ ثابت کر

چاہتے ہیں کہ عن والی روایت مطلق ضعیف ہوتی ہے۔

یہاں ایک علمی نکتہ کی وضاحت ہو جائے کہ زبیر علی زئی نے تقریباً ۲۰ حوالے

علماء بریلوی علماء دیوبند اور علماء غیر مقلدین کے ایسے دیے ہیں جس میں انہوں نے کسی ایک

مجرد روایت پر تدلیس کا اعتراض نقل کیا ہے۔ ان ۲۰ حوالہ جات میں انہوں نے ان علماء کرام

سے کوئی ایک ایسا حوالہ پیش نہیں کیا جس میں انہوں نے حافظ ابن حجر کے طبقات المدلسین

انکار کیا ہو؟ دوم یہ کہ ان حوالہ جات میں اکثر طبقہ ثالثہ کے مدلس اعمش پر اعتراضات ہیں

لہٰذا ایسے حوالے پیش کرنا مردود اور باطل ہے۔

اگر زبیر علی زئی صاحب، ان علماء کرام کے وہ حوالہ پیش کرتے ہیں جس میں

انہوں نے عن والی روایات پر تدلیس کا اعتراض کیا ہے اور پھر اس سے نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ

یہ تمام علماء کرام اور محدثین کرام امام شافعی رحمہ اللہ کے کتاب الرسالہ فقرہ: ۱۰۳۵ کے اصول

کے قائل ہیں تو پھر میں نے اپنی کتابوں میں مدلسین راوی تو ایک طرف صرف امام سفیان

بن ثوری رحمہ اللہ کی عن والی ہزاروں روایات لکھی ہیں اور محدثین کرام نے اس پر تدلیس کی

کوئی جرح نقل نہ کرتے ہوئے سکوت کیا اور ساتھ کئی محدثین کرام نے ان احادیث کی تصحیح

کی ہے تو کیا میں اس بات کو لکھنے میں حق بجانب نہیں کہ محدثین کرام اور علماء کرام امام شافعی

کے اصول سے کلیتاً متفق نہیں اور ان کا منہج مدلسین خصوصاً امام سفیان ثوری کی عن والی

روایات کو صحیح ماننا ہے۔

قارئین کرام! میں یہ عرض کردوں کہ کتب احادیث میں سے چند روایات پر

تدلیس کا اعتراض نقل کر کے یہ ثابت کرنا کہ امام شافعی کا کتاب الرسالہ فقرہ: ۱۰۳۵ اصول

مطلق صحیح اور قاعدہ کلیہ ہے بالکل غلط اور مردود ہے۔ مدلسین کی روایات کے بارے میں حکم

صرف منہج محدثین کرام سے معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا حافظ علائی اور حافظ ابن حجر نے اپنی تحقیق

کے مطابق مدلسین کے مراتب اور طبقات بنائے۔ جس کی بنیاد صرف اور صرف منہج محدثین

کرام تھا۔ لہٰذا حافظ ابن حجر کے طبقات کو ان کے معاصر اور بعد میں آنے والے محدثین

کرام نے قبول کیا اور اگر کسی نے رد کیا ہے تو زبیر علی زئی کوئی حوالہ پیش کریں صرف یہ لکھنا

کہ فلاں راوی طبقہ ثانیہ کا مدلس ہے اور اس کی فلاں روایت کو فلاں محدث نے تدلیس کی

وجہ سے ضعیف کہا ہے بالکل غلط ہے کیونکہ میں یہ عرض کر چکا ہوں کہ محدثین کرام نے جن

جن روایات پر تدلیس کا اعتراض کیا ہے اگر تو اصول کی روشنی میں اعتراض صحیح ہے تو وہ خاص

روایت ضعیف ہوگی نہ کہ اس کی ہر عن والی روایت ضعیف ہوگی۔ لہٰذا زبیر علی زئی کا چند

احادیث پر تدلیس کا اعتراض نقل کر کے اس کو اصول کہنا مردود ہے۔ اگر زبیر علی زئی

صاحب کو یہ اصول قبول ہے تو ان کی دیگر عن والی روایات جن کی محدثین کرام نے تصحیح یا

سکوت کیا ہے تو پھر ان کے بارے میں کیا رائے ہے؟ میری التماس ہے کہ قارئین محدثین

• کرام کا منہج دیکھیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ جمہور محدثین کرام بشمول صحاح ستہ کے

مصنفین نے طبقہ ثانیہ اور سفیان ثوری کی عن والی روایات کی تصحیح کی ہے اور اسے قبول کیا ہے

۔لہٰذا عام لوگوں کے سامنے امام شافعی رحمہ اللہ کے کتاب الرسالہ فقرہ: ۱۰۳۵ کا حوالہ نقل کرنا غلط ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے طبقات کو امام شافعی رحمہ اللہ کے کتاب الرسالہ، فقرہ: ۱۰۳۵ کے خلاف کہہ کر رد کر دینا صحیح نہیں کیونکہ حافظ ابن حجر نے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے اصول میں تخصیص کی ہے۔ کیونکہ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب طبقات المدلسین کے مقدمے میں وضاحت کر دی ہے کہ طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کے مدلس کی عن والی روایات صحیح ہوتی ہیں اور جبکہ دیگر طبقات کے مدلسین کی عن والی روایات معتبر ہوتی ہے۔ اس بات کو کچھ اس طرح سمجھ لیں کہ حافظ ابن حجر نے کچھ مدلسین کے نام طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کے مدلسین میں شمار کر کے لکھا ہے کہ ان راویوں کی تدلیس معتبر نہیں ہوتی ہیں جن کو زبیر علیزئی صاحب استثناء سمجھ سکتے ہیں اور دیگر سب مدلسین پر امام شافعی رحمہ اللہ کا کتاب الرسالہ فقرہ: ۱۰۳۵ والا اصول لاگو ہوگا۔

﴿اصول شافعی۔ کتاب الرسالہ :فقرہ ۱۰۳۵﴾

استثناء	اصول
عن والی روایت صحیح	عن والی روایات ضعیف
طبقہ اولیٰ۔ طبقہ ثانیہ	طبقہ ثالثہ۔ طبقہ رابعہ ۔ طبقہ خامسہ

اُمید ہے کہ قارئین کرام کو مندرجہ بالا نقشہ سے بات سمجھ آ گئی ہو گی لہٰذا واضح ہوا کہ غیر مقلد زبیر علی زئی حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم سے انکار غلط اور مردود ہے کیونکہ خود زبیر علی زئی اپنی کتاب انوار الطریق میں متعدد مقامات پر امام شافعی کی کتاب الرسالہ : ۱۰۳۵ کے اصول میں تخصیص اور استثناء مانتے ہیں۔ لہٰذا امام شافعیؒ کے اصول کو قاعدہ کلیہ

بنا کر پیش کرنا مردود ہے۔

تحقیق : قارئین کرام! درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا کتاب الرسالہ فقرہ: ۱۰۳۵ والا قول کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے دوسرا امام شافعی رحمہ اللہ کا اپنا منہج اور اسلوب اس اصول سے مختلف ہے۔ مزید محدثین کرام، علماء احناف، علماء اہل سنت بریلوی، علماء دیوبند اور علماء غیر مقلدین کے کل ۵۰ حوالہ جات میں سے کوئی ایک حوالہ بھی طبقات المدلسین کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ علماء غیر مقلدین کے اکابرین نے بھی طبقہ ثالثہ کے راویوں کی روایات پر اعتراض کیا ہے۔ ان حوالہ جات سے طبقہ اولیٰ یا طبقہ ثانیہ کی عن والی روایات ضعیف ثابت نہیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا امام شافعی اور محدثین کرام کی تائیدی اقوال سے مغالطہ میں ڈالنا اور عام لوگوں کو پریشان کرنا درست نہیں۔ اور گذشتہ تحقیق سے آپ کے سامنے ان دلائل کی حیثیت واضح ہو گئی ہو گی۔ لہٰذا عددی لحاظ سے حوالہ جات سے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حوالہ جات سے کسی بھی جگہ حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کی تردید ثابت نہیں ہوتی۔ یاد رہے کہ حافظ ابن حجر کے سامنے امام شافعی اور دیگر محدثین کرام کے اصول موجود تھے۔ مگر انہوں نے امام شافعی کے اصول میں طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کے مدلسین کی تخصیص کر کے باقی کو عموم پر قائم رکھا ہے۔ لہٰذا خواہ مخواہ حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم امام شافعی کے اصول کے خلاف پیش کرنا باطل ہے۔ اگر جناب زبیر علی زئی کو امام شافعی کا اصول پسند ہے تو پھر باقی اصولوں کو بھی مانیں مگر قارئین کرام یاد رکھیں کہ غیر مقلد زبیر علی زئی کا یہ وطیرہ ہے کہ جو بات ان کے حق میں ہو اس کو ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں مگر بے سود کیونکہ حق تو جمہور کے ساتھ ہی رہے گا نہ کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کی انفرادی تحقیق کے ساتھ، میرے ساتھ بات چیت میں متعدد علماء غیر مقلدین نے غیر مقلد

زبیر علی زئی کے موقف کو تفرد شمار کیا ہے۔ لہٰذا جمہور کے خلاف کسی کا قول مسلکی حمایت میں تو سکون دے سکتا ہے مگر تحقیق کے میدان میں اس کی کوئی حیثیت اور مقام نہیں ہے۔

"تدلیس اور محدثین کرام" کا جواب

مسئلہ تدلیس پر غیر مقلد زبیر علیزئی نے جس طرح عام لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔ عام لوگوں کو کیونکہ اصل کتابوں تک رسائی نہیں ہے۔ حوالہ جات کی غیر متعلقہ بھرمار لوگوں کو تشکیک میں مبتلا کر دیتی ہے۔ غیر مقلد زبیر علیزئی نے مقالات ۲۱۸/۳ تا ۲۲۰/۳ تک "تدلیس اور محدثین کرام" کے عنوان سے تقریباً ۱۰ حوالے پیش کئے ہیں، انکی حقیقی صورت حال ملاحظہ کریں۔

نوٹ: زبیر علیزئی غیر مقلد کے اس مضمون کے جواب سے پہلے چند گزارشات ذہن نشین کرلیں۔

(i) اگر بالفرض غیر مقلد زبیر علیزئی کا وہ حوالہ جو انہوں نے امام شافعی کی کتاب الرسالہ سے فقرہ نمبر ۱۰۳۵ لکھا ہے کہ مدلس راوی کی ہر عن والی روایت ضعیف ہوگی تو بطور تنزل مان لینے کی صورت میں یہ حوالہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ زبیر علیزئی نے خود متعدد مقامات پر اپنی کتاب انوار الطریق میں امام شافعی کے اصول میں تخصیص کی ہے۔ جس طرح غیر مقلد زبیر علیزئی نے دیگر محدثین کرام کی روشنی میں تخصیص کی ہے اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے طبقات المدلسین سے ہم نے امام شافعی رحمہ اللہ کے اصول میں تخصیص ثابت کردی تھی۔ لہٰذا تخصیص کچھ یوں ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا اصول اپنی جگہ موجود ہے مگر طبقہ اولی کے راوی اور طبقہ ثانیہ کی تدلیس یعنی عن والی روایت قابل قبول ہوں گی۔ اور طبقہ ثالثہ و طبقہ رابعہ وغیرہم پر امام شافعی رحمہ اللہ کا اصول لاگو ہوگا الا کہ دیگر قرائن شواہد اور

تخصیصات اس کے برعکس ثابت نہ ہوں۔

(ii) حافظ ابن حجرؒ کی طبقاتی تقسیم میں اُن کی کتاب النکت علی ابن صلاح (جو کہ متاخر یعنی بعد والی کتاب ہے) اس کو طبقات المدلسین یا تلخیص الحبیر (جو کہ پہلے کی تصانیف ہیں) کو فوقیت اور ترجیح حاصل رہے گی۔ اس کی مثال کچھ یوں ہے کہ ایک مدلس راوی سلیمان بن مہران الاعمشؒ کو حافظ ابن حجرؒ نے اپنی پہلے کتاب طبقات المدلسینؒ میں طبقہ ثانیہ میں درج کیا ہے مگر اپنی متاخر کتاب النکت علی ابن صلاح میں اعمشؒ کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔ لہٰذا اصول کے مطابق اعمش طبقہ ثالثہ کا مدلس ہوگا۔

(iii) قارئین سے التماس ہے کہ وہ زبیر علیزئی کی اس عیاری کو ضرور مد نظر رکھیں کہ جس راوی کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب طبقات المدلسین میں طبقہ ثانیہ میں لکھا ہوگا اور خود ہی اپنی متاخر کتاب النکت علی ابن صلاح میں طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہوگا۔ ایسے راویوں کے بارے میں غیر مقلد زبیر علیزئی یہ دھوکا دے کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں کہ دیکھیں جناب فلاں راوی کو حافظ ابن حجر نے طبقہ ثانیہ میں اپنی کتاب المدلسین میں لکھا ہے اور اس کی تدلیس پر محدثین کرام نے اعتراض کیا ہے۔ حالانکہ حافظ ابن حجر نے اسی راوی کو اپنی متاخر کتاب النکت میں طبقہ ثالثہ کا لکھا ہوگا۔ اور یہی وہ نکتہ ہے جس کی وجہ سے زبیر علیزئی عام لوگوں کو دھوکہ دے کر لکھتا ہے کہ امام اعمش کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقہ ثانیہ کے مدلسین میں رکھا ہے اور محدثین کرام نے اعمش کی عن والی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مطلب یہ کہ اعمش کی عن والی روایات کو محدثین کرام نے ضعیف قرار دے کر حافظ ابن حجر کے طبقات المدلسین سے اختلاف کیا ہے۔ اور پھر مزید اس انداز سے بھی عیارانہ پینترہ بدلتے ہیں کہ جب طبقہ ثانیہ کے مدلس اعمش کی روایات ضعیف ہیں تو پھر طبقہ ثانیہ کے دوسرے مدلس راوی خصوصاً سفیان ثوری کی عن والی روایات کیسے صحیح ہوسکتیں ہیں۔ لہٰذا غیر مقلد زبیر علی زئی کے اس فریب

سے ہوشیار رہیں کیونکہ یہ وہ نکتہ ہے کہ جس مقام پر عام لوگ تو ایک طرف رہے بعض علماء کرام بھی تذبذب کا شکار ہو جاتے ہیں لہٰذا ہمارے بیان کردہ نکات ذہن نشین کر لیں۔ اور اب ہم غیر مقلد زبیر علی زئی کے پیش کردہ اقوال و حوالہ جات کا تحقیقی جائزہ پیش فرماتے ہیں۔

1: امام بخاری کا حوالہ: غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۲۱۸/۳ پر لکھتا ہے۔

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری نے قتادہ عن ابی نضر والی ایک روایت کے بارے میں فرمایا: اور قتادہ نے ابو نضر سے روایت میں اپنے سماع کا تذکرہ نہیں کیا۔ (جزء القراۃ حدیث ۷۰)

جواب: عرض یہ ہے کہ میں نے اس مضمون کے آغاز میں ۳ نکات عرض کر دیے ہیں جن کی روشنی میں عرض ہے کہ امام بخاری نے اس روایت میں قتادہ کی عن پر اعتراض کیا جس کو حافظ ابن حجر نے النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔ لہٰذا طبقہ ثالثہ کے مدلس کی روایات پر اعتراضات نقل کر کے پیش کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ محدثین کرام حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کے مخالف تھے ایک مردود عمل ہے۔ اگر بنظر انصاف دیکھیں تو اس حوالہ سے تو حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم سے اتفاق ثابت ہوتا ہے اور اس کے برعکس غیر مقلد زبیر علیزئی اس کو حافظ ابن حجر کے خلاف ثابت کرنے کی سعی لا حاصل فرما رہے ہیں۔ مزید یہاں ایک اور نکتہ غور طلب ہے کہ حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم محدثین کرام کی تصریحات کے مطابق ہے الا یہ کہ قرائن، دلائل اور تخصیصات ثابت ہو جائیں۔ مطلب یہ کہ اگر کسی طبقہ اولیٰ یا طبقہ ثانیہ کے مدلس راوی کی کسی روایت پر محدثین کرام نے تدلیس اور عدم سماع کا اعتراض وارد کیا ہو، وہ بھی دیگر قرائن اور دلائل کی روشنی میں تو اس طبقاتی تقسیم پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ زبیر علیزئی میں اگر علمی دم خم باقی ہے تو امام بخاری سے ترک رفع یدین کی مروی حدیث میں سفیان ثوری کی تدلیس پر اعتراض ثابت کریں ورنہ مدلسین کی طبقاتی تقسیم کی رٹ لگانا چھوڑ دیں۔

2: ابو حاتم الرازی کا حوالہ: غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۲۱۸/۳ پر لکھتا ہے۔

ایک روایت "ثوری عن الاعمش عن ابراهیم التیمی عن ابیه عن ابی ذر" کی سند سے مروی ہے اس کے بارے میں ابو حاتم الرازی نے فرمایا: یہ حدیث باطل ہے۔ ان (محدثین) کا خیال ہے کہ اسے اعمش نے حکیم بن جبیر عن ابراہیم عن ابیہ عن ابی ذر سے لیا ہے۔ (علل الحدیث رقم: ۲۷۲۴)

جواب: عرض یہ ہے کہ اس حوالہ میں غیر مقلد زبیر علی زئی نے بریکٹ () میں محدثین کا اضافہ کر کے تحریف کی ہے۔ کیونکہ ابو حاتم کے قول سے کسی مجہول شخص کی تصریح ظاہر ہوتی نظر آتی ہے جبکہ زبیر علیزئی اس زبردستی محدثین ثابت کرنے کے چکر میں ہیں۔ مزید یہ کہ اس حوالہ میں اعمش کی تدلیس پر اعتراض ثابت نہیں ہوتا۔ اگر بطور تنزل اعمش کی تدلیس مان بھی لیں تو پھر بھی یہ حوالہ ہمارے خلاف نہیں ہے اور نہ ہی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی طبقاتی تقسیم کے خلاف ہے کیونکہ حافظ ابن حجر نے اپنی متاخر کتاب النکت بھی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر اعمش کو طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھتے ہیں اور طبقہ ثالث کے مدلس راوی کی عن والی روایت حافظ ابن حجر کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ حوالہ تو حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کے خلاف ثابت نہیں ہوتا۔ اور ایسے حوالہ جات سے عام لوگوں کو گمراہ کرنا غلط اور باطل ہے۔

3: حافظ ابن الجوزی کا حوالہ غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۲۱۹/۳ پر لکھتا ہے

''اور اعمش ضعیف راویوں سے حدیث بیان کرتے (یعنی تدلیس کرتے) تھے۔'' (العلل المتناھیۃ ۲۳۷/۱)

جواب: جناب اس حوالہ میں بریکٹ کے اندر (یعنی تدلیس کرتے تھے) کے الفاظ آپ کے خود ساختہ نوادرات کی قبیل سے ہے اور یہ بات یاد رہے کہ اعمش کو حافظ ابن حجر

نے طبقہ ثالثہ کا مدلس النکت ص ۲۵۸ پر لکھا ہے۔ لہٰذا طبقہ ثالثہ کے مدلس پر اعتراض کے حوالے پیش کرنا علمی فریب اور دھوکا ہے۔

4: حافظ ابن حجر کا حوالہ ۔ غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۲۱۹/۳ پر لکھتا ہے۔

''اعمش مدلس ہیں اور اس نے عطاء سے اپنا سماع (اس حدیث میں) ذکر نہیں کیا۔ (التلخیص الحبیر ۱۹/۳)

جواب: قارئین کرام! اس حوالہ میں بھی اعمش پر اعتراض ہے جو کہ طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے جس کی معنعن روایت کو حافظ ابن حجر بھی ضعیف لکھتے ہیں۔ لہٰذا ایسے حوالے پیش کر کے دھوکہ دینا مقصود ہے۔

5: حافظ ذہبیؒ کا حوالہ غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۲۱۹/۳ پر لکھتا ہے۔

حافظ ذہبی نے اعمش کی ایک غیر مصرح بالسماع روایت کے بارے میں فرمایا: اس کے راوی ثقہ ہیں مگر اعمش مدلس ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ۳۶۲/۱۱)

جواب: قارئین کرام! اس حوالہ میں بھی اعمش ہے جو کہ طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔ لہٰذا طبقہ ثالثہ وغیرھم کے مدلس راویوں پر اعتراض نقل کر کے حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کا انکار کرنا غلط ہے۔ کیونکہ حافظ ابن حجر نے طبقہ ثالثہ کے معنعن یعنی عن والی روایات پر ضعف کی تصریح کی ہے اور یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ دیگر تخصیصات اور استثناء بھی اعمش کے بارے میں ثابت ہیں کیونکہ غیر مقلد زبیر علیزئی اگر یہ اعتراض کرے کہ ''اگر طبقہ ثالثہ کے مدلس یعنی اعمش کی عن والی روایت کو آپ ضعیف مانتے ہیں تو فلاں فلاں حوالے میں تو ان کی عن والی روایات کو محدثین کرام نے صحیح کہا ہے تو اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ ایسے حوالے پیش کر کے آپ دھوکا اور فریب کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ بات ذہن میں رہے کہ اعمش کے بارے میں بھی محدثین کرام کی بہت سی تخصیصات ثابت ہیں۔ لہٰذا ایسی مذموم

کوشش کرنا اپنے علمی مقام کو گرانا ہی سمجھا جائے گا۔ کیونکہ غیر مقلد زبیر علیزئی اکثر اوقات اپنے غلط موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ایسے متضاد اقوال پیش کر کے عام لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔

6: ابن قطان کا حوالہ: غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۲۱۹/۳ پر لکھتا ہے۔

ابن القطان الفاسی المغربی نے فرمایا۔ اعمش کی عن والی روایت انقطاع کے بیان کا نشانہ ہے کیونکہ وہ مدلس تھے۔ (بیان الوہم والایہام ۴۳۵/۲)

جواب: عرض یہ ہے کہ اعمش طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔ لہٰذا طبقہ ثالثہ وغیرھم کے مدلس پر اعتراض پیش کرنا غلط اور مردود ہے۔ جس کی وضاحت ہم کر چکے ہیں۔

7: حافظ ابن خزیمہ کا حوالہ ۔ غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۲۲۰/۳ پر لکھتا ہے۔

''اعمش عن حبیب بن ابی ثابت عن عطاء بن ابی رباح عن (ابن) عمر والی ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے امام ابن خزیمہ نے فرمایا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اعمش مدلس ہیں انہوں نے حبیب بن ابی ثابت سے اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا اور تیسری بات یہ ہے کہ حبیب بن ابی ثابت بھی مدلس ہیں اور یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے اسے عطاء سے سنا ہے۔

(کتاب التوحید ص ۳۸)

جواب: عرض یہ ہے کہ اس حوالہ میں بھی اعتراض اعمش پر ہے۔ اور اس کی وضاحت بیان ہو چکی ہے کہ اعمش اور دیگر طبقہ ثالثہ کے مدلس راویوں کی عن والی روایت پر اعتراض نقل کرنا فضول ہے کیونکہ حافظ ابن حجر تو طبقہ ثالثہ اور طبقہ رابعہ وغیرھم کے مدلسین پر تو امام شافعی کا اصول کا اطلاق کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے امام شافعی کے اصول (بطور تنزل اگر اصول مان لیا جائے) میں طبقہ اولی اور طبقہ ثانیہ کے مدلس کی تخصیص کی ہے۔ لہٰذا عام لوگوں کو ظاہری طور پر یہ باور

کروانا کہ محدثین کرام حافظ ابن حجر کے طبقاتی تقسیم کے خلاف تھے ایک سعی لا حاصل ہے۔ لہٰذا طبقہ ثالثہ کے مدلسین پر اعتراض پیش کرنا اصول کی روشنی میں باطل ہے۔

«"تدلیس اور حنفیہ" کا جواب»

تدلیس کے مسئلہ پر غیر مقلد زبیر علیزئی نے عام لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے ائمہ احناف کے چند اقوال نقل کر کے یہ مذموم کوشش کی ہے کہ حنفیہ بھی تدلیس کے مسئلہ میں حافظ ابن حجر کے خلاف ہیں۔ مگر حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ ائمہ احناف مطلقاً مدلس کی ہر عن والی رایت کی تضعیف نہیں کرتے الا یہ کہ قرائن اور شواھد موجود ہوں۔ ائمہ احناف نے بھی انہی مدلسین کی عن والی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ جس کو حافظ ابن حجر نے تلاش اور تتبع کے ذریعے طبقات المدلسین میں درج کیا۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کے مدلس کی عن والی روایات صحیح اور طبقہ ثالثہ وطبقہ رابعہ وغیرھم طبقات کے مدلسین کی عن والی روایات ضعیف ہوتی ہیں الا یہ کہ دیگر قرائن وشواھد اور تخصیصات موجود ہوں۔ یعنی اگر طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کے مدلسین کی عن والی روایات صحیح ہوتی ہیں مگر قرائن اور شواھد یہ ثابت کر دیں کہ مخصوص روایت ضعیف ہے تو ایسے قول کو پیش کر کے طبقات کا انکار کر دینا غلط اور باطل ہے۔ غیر مقلد زبیر علیزئی کے پیش کردہ احناف کے اقوال کی حقیقت ملاحظہ کریں۔

1: امام طحاوی ؒ کا حوالہ۔ غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۳/۲۲۰ پر لکھتا ہے۔
"طحاوی حنفی نے امام زہریؒ کے بارے میں کہا۔ انہوں نے تدلیس کی ہے۔ (شرح معانی الآثار ۱/۵۵) اور انہوں نے قتادہ کو مدلس قرار دیا ہے۔ (مشکل الآثار ۱۰/۲۳۲)

جواب: جناب عرض یہ ہے کہ ایسے حوالے پیش کر کے عام لوگوں کو دھوکا دینا چھوڑ دیں

کیونکہ زہری رحمہ اللہ اور قتادہ رحمہ اللہ کو حافظ ابن حجر نے طبقہ ثالثہ میں اپنی کتاب النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر درج کیا ہے اس کی وضاحت ہو چکی ہے کہ طبقہ ثالثہ کے مدلسین راویوں پر اعتراض والے اقوال ہمارے خلاف پیش نہیں کر سکتے کیونکہ حافظ ابن حجر تو طبقہ ثالثہ کے مدلسین کی عن والی روایات ضعیف لکھتے ہیں۔ لہٰذا ایسے حوالے پیش کر کے آپ کی جان نہیں چھوٹ سکتی ہے۔

2: ابن ترکمانی ؒ کا حوالہ: غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۳/۲۲۰ پر لکھتا ہے: "ابن ترکمانی حنفی نے امام سفیان ثوری کو مدلس کہا" (الجواھر النقی ۸/۲۶۲)۔ "اور قتادہ کو مدلس کہا"۔ (الجواھر النقی ۲/۲۹۸، الجواھر النقی ۷/۱۲۶)

جواب: دلچسپ صورت حال یہ ہے کہ ابن ترکمانی رحمہ اللہ کا یہ حوالہ پیش کر کے زبیر علیزئی نے خود آ بیل مجھے مار کی صورتحال پیدا کر دی ہے۔ ابن ترکمانی کی کتاب دراصل حافظ بیہقی کی کتاب السنن الکبریٰ / معرفۃ السنن والآثار پر نقد ہے۔ امام بیہقی نے اپنی کتاب معرفۃ السنن والآثار رقم: ۱۷/۱۳۶ پر ایک حدیث لکھی۔ "اخبرنا ابو سعید حدثنا ابو العباس اخبرنا الربیع قال قال الشافعی فیما بلغه عن ابن مهدی عن سفیان عن عیسی بن ابی عزة عن الشعبی عن ابن مسعود: ان رسول الله ﷺ قطع سارقاً فی قیمة خمسة دراهم"

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام بیہقی نے سفیان ثوری کی اس عن والی روایت کے بارے میں امام شافعی کا قول لکھا کہ "ونحن ناخذ بهذا" (معرفۃ السنن والآثار رقم: ۱۷/۱۳۵)

امام شافعی سفیان ثوری (مدلس) کی عن والی روایت پر خود عمل کر رہے ہیں۔ مگر غیر مقلد زبیر علیزئی نے شور مچا کر رکھا ہے کہ ہم تو امام شافعی رحمہ اللہ کے کتاب الرسالہ فقرہ نمبر: ۱۰۳۵ کے اصول پر کاربند ہیں۔

امام شافعی خود تو مدلس کی عن والی روایت سے استدلال کر کے عمل کریں مگر غیر مقلد زبیر علی زئی اس اصول سے احتجاج کرتے ہوئے یہ دکھلانا چاہ رہے ہیں کہ ہم تو امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی زیادہ ان کے اصول کو مانتے ہیں۔

قارئین کرام! فیصلہ میں پڑھنے والوں پر چھوڑتا ہوں کہ آپ خود اندازہ لگالیں کہ غلط حوالہ جات پیش کر کے غیر مقلد زبیر علیزئی عام لوگوں کو کس طرح فریب دینے کی کوشش کرتا ہے۔

امام ابن ترکمانیؒ نے اپنی کتاب الجواہر النقی میں صرف اسی حدیث پر سفیان ثوری کی عن والی روایت پر اعتراض کیا ہے جس کی وجہ یہ نہیں کہ مدلس کی تمام عن والی روایت رد ہوتی ہے بلکہ اس حدیث کے اندر ابن ترکمانی نے تین علتیں بیان کیں ہیں۔ جبکہ تدلیس کے علاوہ دو علتیں یہ بھی بیان کیں کہ اس حدیث کا راوی بن ابی عزۃ ضعیف راوی ہے۔ (۲) شعبی اور عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان انقطاع ہے۔

لہٰذا عام لوگوں کو یہ باور کرانا کہ اعتراض صرف اور صرف تدلیس پر تھا غلط ہے۔ جبکہ ابن ترکمانی کے نزدیک سفیان ثوری کا ابن ابی عزۃ سے سماع میں شک تھا لہٰذا سماع کی شک کی وجہ سے اس پر اعتراض وارد کیا۔

امام ابن ترکمانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب جواہر النقی میں ۵۰ سے زیادہ مقامات پر سفیان ثوری کی عن والی روایت کی تصحیح کے قائل نظر آتے ہیں۔ مندرجہ ذیل میں چند مقامات کے نشاندہی کی جارہی ہے جس میں حافظ ابن ترکمانی نے سفیان ثوری کی معنعن روایات کی تصحیح کی ہے۔

(i) الثوری عن ابی معشر کی ایک سند کو ھذا اسند جید لکھا۔ ۱/۳۲۵ الجواہر النقی

(ii) ابن ترکمانی نے الجواہر ۲/۳۰ پر سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث مؤمل بن اسماعیل عن الثوری عن عاصم کلیب بن کی سند پر مؤمل بن اسماعیل پر جرح تو کی مگر سفیان ثوری کی تدلیس کا الزام وارد نہیں کیا۔ (لیکن کیا کیا جائے یہاں پر تو زبیر علیزئی کی گنگا الٹی بہتی ہے وہ مؤمل بن اسماعیل کو ثقہ ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کرتا ہے اور سفیان ثوری کے معنعنہ پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرتا نظر آتا ہے) مؤمل بن اسماعیل پر جرح کی مزید تفصیل راقم کی کتاب "الدرة فی عقده الایدی تحت السرة" یعنی نماز میں زیر ناف کے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر غیر مقلد زبیر علیزئی اور ارشاد الحق اثری کے اعتراضات کو علمی محاسبہ میں مطالعہ فرمائیں۔

(iii) امام ابن ترکمانی جواہر النقی ۳/۹۴ پر سفیان عن زبید عن سعید بن عبدالرحمٰن کی روایت کی تصحیح کے قائل ہیں۔

(iv) ابن ترکمانی جواہر النقی ۳/۲۲۴ پر سفیان الثوری عن الاعمش کی روایت کی تصحیح کے قائل ہیں اور سفیان ثوری کی عن والی روایت پر کوئی تدلیس کا اعتراض وارد نہیں کیا۔

(v) امام ابن ترکمانی جواہر النقی ۵/۲۶۴ پر سفیان الثوری عن وائل کی ایک روایت کی تصحیح کی ہے۔

(vi) اہم بات یہ کہ ترک رفع یدین والی حدیث میں سفیان ثوری کی حدیث کی تصحیح پر مستقل کام کیا ہے اور وہاں پر سفیان ثوری نے عن سے روایت کی ہے۔ (الجواہر النقی ۱/۷۶)

اس تحقیق سے صاف واضح ہے کہ سفیان ثوری کی تدلیس اور عن والی روایت ابن ترکمانی کے ہاں قابل قبول اور صحیح ہے۔ اور اس کا تذکرہ اور بیان پہلے گذر چکا ہے کہ طبقہ اولی اور طبقہ ثانیہ کے مدلس کی عن والی روایت صحیح ہوتی ہے، الا کوئی دیگر قرائن اور شواہد موجود ہوں کیونکہ ابن ترکمانی جلیل القدر محدث ہیں لہٰذا ان کے نزدیک سفیان ثوری کا ابن ابی عزۃ سے سماع میں احتمال ہوگا، نہ کہ روایت کو صرف سفیان کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہا۔

علی ھذا القیاس ابن ترکمانی نے متعدد مقامات پر سفیان کی عن والی روایات کی تصحیح فرمائی ہے۔ صرف ایک مقام پر سفیان ثوری کی تدلیس پر اعتراض معتبر نہیں کیونکہ ابن ترکمانی حنفی سفیان ثوری کی عن والی روایت کو صحیح مانتے تھے اور اگر دوسرا حوالہ بر سبیل تنزل مانیں تو ابن ترکمانی کے اپنے اقوال میں تضاد ثابت ہو کر یہ قول ساقط ہو جائے گا اور پھر حافظ ابن ترکمانی کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث میں سفیان ثوری کی عن والی روایت کو ماننا راجح ٹھہرے گی۔ مزید یہ کہ ابن ترکمانی نے صرف ایک مرتبہ تدلیس پر اعتراض کیا جبکہ انہوں نے متعدد مقامات پر خود سفیان ثوری کی عن والی روایات کی تصحیح کی لہٰذا ایک کے مقابلے میں ۵۰ کی برتری ثابت ہوگی۔

امام ابن ترکمانی نے جواھر النقی ۲۹۸/۴ پر قتادہ کو مدلس کہا، مگر یہ حوالہ بھی غلط ہے کیونکہ قتادہ بن دعامہ کو حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے لہٰذا طبقہ ثالثہ کے مدلس کے عنعن پر اعتراض ہمارے خلاف پیش کرنا بے وقوفی سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔

اعتراض : غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۲۳۹/۴ پر لکھتا ہے۔

”اب رہا یہ کہنا کہ ابن ترکمانی نے مختلف مقامات پر سفیان ثوری کی معنعن روایات کی تصحیح کی ہے تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں بلکہ اس کے دوغلی پالیسی کے ذمہ دار ابن ترکمانی صاحب ہیں۔“

جواب : اب اگر غیر مقلد زبیر علیزئی کو محدث شہیر ابن ترکمانی کے اقوال کی سمجھ نہ آئے تو پھر اس کی اپنی ناقص عقل کا قصور ہی ہو سکتا ہے، ویسے بھی احناف کی باتیں آپ کو کہاں سمجھ آتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محدث ابن ترکمانی کے نزدیک سفیان ثوری کی ابن ابی غزۃ سے سماع میں احتمال تھا نہ کہ سفیان ثوری کی ہر عن والی روایت میں، لہٰذا ایسے حوالہ جات سے جان نہیں چھوٹ سکتی ہے۔

علامہ عینیؒ کا حوالہ : غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۲۲۰/۳ پر لکھتا ہے

عینی حنفی نے سفیان ثوری کے بارے میں کہا: اور سفیان مدلسین میں سے اور مدلس کی عن والی روایت سے حجت نہیں پکڑی جاتی الا یہ کہ اس کا سماع دوسری سند سے ثابت ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ۱۱۲/۳)

جواب : عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کو اگر کسی بھی محدث کا ایک حوالہ مل جائے تو شور مچانا شروع کر دیتے ہیں اور اصل میں محدث کا منہج جاننے کی زحمت بھی نہیں کرتے ہیں جس روایت پر علامہ عینی نے تدلیس کا الزام وارد کیا ہے وہ صحیح بخاری کی حدیث نمبر ۲۱۴ ہے اور صحیح بخاری کی روایت پر تدلیس کا الزام تو جناب آپ کو خود منظور نہیں ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس سے پہلے تصریح کی ہے کہ صحیحین میں مدلسین کی روایات سماع پر محمول ہیں۔

(عمدۃ القاری ۲۱۴/۱ رقم ۳۲)

اول: قابل غور بات یہ ہے کہ خود علامہ عینی نے اپنی کتاب کے ابتداء میں صحیحین کے مدلس راویوں کی معنعن روایات کو محمول علی السماع کہا مگر بعد میں عمدۃ القاری ۱۱۲/۳ پر صحیح بخاری کی حدیث میں یہ نکتہ بیان کیا کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ اگر صحیحین کی معنعن روایات محمول السماع ہوتی ہیں تو پھر متابعت اور سماع کی تصریح کی کیا ضرورت تھی؟ کیونکہ محمول السماع کہہ دینے سے مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اور یاد رہے کہ خالی اس مقام پر یہ بات نقل نہیں کی بلکہ علامہ عینی رحمہ اللہ نے میری تحقیق کے مطابق عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں تقریباً ۵۰ حدیثوں پر تدلیس کی تصریح کے بعد ان روایات میں سماع کی تصریح کی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ متعدد محدثین کرام نے بخاری کی احادیث میں معنعن روایات پر اعتراضات وارد کئے تو علامہ عینی نے ان معترضین کے اعتراضات کو ان کے اپنے منہج کے مطابق جوابات دیے ہیں اور یہ نکتہ علامہ عینی رحمہ اللہ کی کتاب عمدۃ القاری پڑھ

کرواضح ہو جاتا ہے مگر یہ نکتہ غیر مقلد زبیر علیزئی کی پہنچ سے دور اور ناقص عقل سے بالاتر ہے۔

دوم: علامہ عینی نے اپنی کتاب شرح ابی داود ۳/۶۱/۳ پر ترک رفع یدین کی حدیث میں وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب کو صحیح ثابت کیا ہے۔ اگر سفیان کی عن والی روایت ضعیف ہوتی تو پھر ترک رفع یدین کی حدیث کی تصحیح نہ کرتے۔ لہٰذا اپنی کم فہمی کا الزام محدثین کرام پر ڈالنا مردود اور باطل ہے۔

علامہ کرمانی حنفی کا حوالہ: غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۲۲۱/۳ پر لکھتا ہے۔

''کرمانی حنفی نے بھی سفیان ثوری کو مدلس قرار دیا ہے۔'' (شرح صحیح البخاری ۶۲/۳۔ رقم ۲۱۳)

جواب: جناب عرض یہ ہے کہ سفیان ثوری کے مدلس کا تو ہم نے انکار نہیں کیا۔ صرف مدلس ثابت کر کے ہمارے خلاف حوالہ نقل کرنا تو کم علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ہم خود ہی سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ کا مدلس تسلیم کرتے ہیں تو پھر مدلس ثابت کرنے کے لئے اتنا زور کیوں صرف کر رہے ہیں۔ جناب کوئی ایسا حوالہ پیش کریں جس سے حافظ ابن حجر کے طبقات کا انکار ہو۔ لہٰذا ایسے حوالے پیش کرنا غلط ہے۔

ملا علی قاری کا حوالہ: غیر مقلد مقالات ۲۲۱/۳ پر لکھتا ہے۔

''ملا علی قاری نے بتایا کہ اعمش اور سفیان ثوری وغیرہما تدلیس کرتے تھے۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۴۲۰)

جواب: لگتا ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کو بغض سفیان ثوری ہے۔ لہٰذا جس نے بھی مدلس لکھا، زبیر علیزئی نے اسے نقل کرنے میں دیر نہیں لگائی، جناب اعمش اور سفیان ثوری کو تو ہم بھی مدلس مانتے ہیں ہم نے کس تحریر میں اس بات کا انکار کیا ہے۔ لہٰذا خواہ مخواہ صفحات سیاہ کرنا محض وقت کا ضیاع ہے۔ جناب ہم تو طبقات المدلسین کے قائل ہیں۔ لہٰذا کوئی ایسا حوالہ نقل کریں جس میں حافظ ابن حجر کے طبقات کا رد ہو۔ یا کوئی ایسا حوالہ پیش کریں کہ ائمہ

اور محدثین کرام نے سفیان ثوری کی معنعن روایات کو ضعیف قرار دیا ہو۔ صرف ایسے چند اقوال پیش کرنا جس میں محدثین کرام نے سفیان ثوری کی عن والی روایت پر اعتراض کیا ہو وہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ میں نے پہلے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ تخصیصات، شواہد اور قرائن کا حکم جدا ہوگا۔

مزید یہ کہ ملا علی قاری تو خود سفیان ثوری کی عن والی ترک رفع یدین کی تصحیح کی طرف مائل ہیں انہوں نے اس روایت کا تو دفاع کیا ہے۔ اگر آپ میں علمی ہمت اور جرأت ہے تو ملا علی قاری سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر سفیان ثوری کا اعتراض ثابت کر دیں اگر نہیں تو کوئی ایسا حوالہ نقل کر دیں جس میں ملا علی قاری نے طبقات کا صراحتاً انکار کیا ہو۔

امام زیلعیؒ کا حوالہ: غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۲۲۱/۳ پر لکھتا ہے

''زیلعی حنفی نے شیخ تقی الدین سے قتادہ کے بارے میں نقل کیا کہ...... اور وہ تدلیس میں امام ہیں۔'' (نصب الرایہ ۱۵۵/۳)

جواب: عرض یہ ہے کہ قتادہ کو حافظ ابن حجر نے طبقہ ثالثہ میں لکھا ہے اور طبقہ ثالثہ، طبقہ رابعہ وغیرھم کی عن والی روایات ضعیف ہوتی ہیں اور طبقہ ثالثہ کے مدلسین پر امام شافعی کے اصول کا اطلاق ہوگا لہٰذا ایسے حوالے فضول اور غلط ہیں۔

امام کوثریؒ کا حوالہ: غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۲۲۱/۳ پر لکھتا ہے۔

''کوثری حنفی (وجہمی) نے کہا...... اور قتادہ مدلس ہیں اور انہوں نے عن سے روایت کی ہے۔ (النکت الطریفہ ص ۱۵۲)

جواب: عرض یہ ہے کہ دیگر علماء غیر مقلدین کی طرح غیر مقلد (وہابی) زبیر علیزئی کو بھی محدثین کرام کا کوئی ادب نہیں ہے۔ مزید یہ کہ اس حوالہ میں بھی قتادہ بن دعامہ کو حافظ ابن

حجر نے النکت ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔ لہٰذا طبقہ ثالثہ کے مدلس راوی کی معنعن روایت کو ضعیف کہنے کے لئے یہ کافی ہے کہ اس میں فلاں راوی مدلس ہے لہٰذا مدلس کے عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے اور اس میں طبقہ ثالثہ ، طبقہ رابعہ کے مدلس کی تصریح کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا ایسے حوالہ جات سے عام لوگوں کو گمراہ کرنا مردود ہے۔

احمد علی سہارنپوری کا حوالہ: غیر مقلد مقالات ۲۲۱/۳ پر لکھتا ہے۔ ''احمد علی سہارنپوری نے قتادہ کے بارے میں کہا، کیونکہ وہ مدلس ہیں۔'' (صحیح بخاری حاشیہ ۷۶۴/۲)

جواب : عرض یہ ہے کہ اس حوالے میں بھی قتادہ ہے۔ لہٰذا یہ حوالہ بھی قتادہ کے طبقہ ثالثہ کے مدلس ہونے کی وجہ سے ہمارے خلاف نہیں ہے۔ لہٰذا حوالہ دینا غلط ہے۔

﴿تدلیس اور آل دیوبند کی تحقیق﴾

غیر مقلد زبیر علیزئی نے مقالات ۲۲۱/۳ تا ۲۲۲/۳ ۔ علماءِ دیوبند کے ۱۰ حوالہ جات لکھے ہیں۔ غیر مقلد زبیر علیزئی نے ۱۔ سرفراز خان صفدر (خزائن السنن ۷۷/۲) ۲۔ ماسٹر امین اوکاڑوی مجموعہ الرسائل ۳۳۱/۳)، ۳۔ شیر محمد مماتی دیوبندی (آئینہ تسکین الصدور ص ۹۰)، ۴۔ حسین احمد مدنی (تقریر ترمذی ص ۳۹۱)، ۵۔ محمد تقی عثمانی (درس ترمذی ۵۲۱/۱) کے حوالہ جات دوبارہ پیش کر دیئے ہیں۔ حالانکہ ان تمام اقوال کا جواب کتاب ''مسئلہ ترک رفع یدین پر غیر مقلد زبیر علیزئی کے اعتراضاتی مضامین کا جواب'' ص ۶۰ تا ص ۶۵ پر تفصیل کے ساتھ دیا جا چکا ہے تفصیل وہاں ملاحظہ کیجئے۔ مگر یہاں مختصراً عرض کر دوں کہ ان تمام حوالہ جات میں غیر مقلدین اور مخالفین پر الزامی جوابات دیے گئے ہیں۔ آپ ان حوالہ جات کو اصل کتاب میں پڑھ کر دیکھ لیں۔ جہاں پر آمین بالجہر کا مسئلہ ہوگا اسی مقام پر ان حضرات نے سفیان ثوری کی تدلیس کا جواب الزامی دیا ہوگا۔ لہٰذا تحقیق کے میدان میں

الزامی حوالہ جات مردود اور فضول ہیں۔ اب دیگر 4 حوالہ جات کی حقیقت ملاحظہ کیجئے۔

مولانا عبدالقدیر کا حوالہ : غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۲۲۲/۳ پر لکھتا ہے۔

''علامہ بیہقی پر رد کرتے ہوئے کہا: علامہ بیہقی پر تعجب ہے کہ وہ یہ جانتے ہوئے بھی قتادہ مدلس ہے اور عن سے روایت کرتا ہے اس کو استدلال میں لے کر اپنا مطلب نکال گئے ہیں۔ (تدقیق الکلام ۱۰۶/۱)

جواب : قارئین کرام، اس حوالہ میں بھی قتادہ طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔ لہٰذا طبقہ ثالثہ کے مدلسین کی روایات پر اعتراض وارد کرنا محض حماقت ہے کیونکہ طبقہ ثالثہ اور طبقہ رابعہ وغیرھم کے مدلسین کی عن والی روایات عندالمحدثین ضعیف ہی ہوا کرتی ہیں الّا یہ کہ دیگر قرائن و شواہد موجود ہو۔

مولانا امداد اللہ انور کا حوالہ: غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۲۲۲/۳ پر لکھتا ہے۔

''غالی دیوبندی امداد اللہ انور نے کہا: اس کی سند میں اعمش راوی مدلس ہیں۔ اس نے معنعن سے روایت کی ہے اور اس کا سماع حکم سے ثابت نہیں ہے''۔ (مستند نماز حنفی ص ۳۵)

جواب : جناب اس حوالہ میں بھی اعمش ہے جس کو حافظ ابن حجر نے النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر طبقہ ثالثہ کا مدلس لکھا ہے۔ لہٰذا طبقہ ثالثہ و طبقہ رابعہ نے مدلسین پر اعتراضات عائد کرنا جہالت ہے۔

محمد الیاس فیصل کا حوالہ : غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۲۲۳/۳ پر لکھتا ہے۔

محمد الیاس فیصل (دیوبندی) نے لکھا: اس کی سند میں اعمش راوی مدلس ہے۔ اس نے معنعن سے روایت کی ہے۔ اور اس کا سماع حکم سے ثابت نہیں ہے۔ (نماز پیغمبر ﷺ ۸۵)

جواب : عرض یہ ہے کہ زبیر علیزئی کی وہی دھوکا دہی کہ طبقہ ثالثہ کے مدلس پر اعتراض والا حوالہ نقل کیا۔ جناب طبقہ ثالثہ و طبقہ رابعہ کے مدلسین کے حوالہ نقل کرنا مردود اور باطل ہے۔ لہٰذا آپ کے تمام پیش کردہ حوالہ جات کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور ایسے حوالہ

جات سے عام لوگوں اور اپنے علماء کو دھوکا دینا درست نہیں ہے۔

﴿علماء اہل سنت کے تدلیس پر اقوال کا جواب﴾

مسئلہ تدلیس پر جناب زبیر علی زئی اس قدر اضطراب کے شکار ہیں کہ جہاں بھی کوئی مدلس راوی والا حوالہ نظر آیا فوراً اسے نقل کر دیا۔ اتنا بھی نہ سوچا کہ آیا پیش کردہ حوالہ نفس مسئلہ پر منطبق ہوتا ہے کہ نہیں۔ اس نہج کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے غالی غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب مقالات ۶۱۲/۳ تا ۶۱۷/۳ پر علماء اہل سنت بریلوی کے ۱۰ حوالہ جات نقل کر کے یہ مذموم کوشش کی ہے کہ علماءِ اہل سنت بھی تدلیس کا وہی موقف رکھتے ہیں جو غیر مقلد زبیر علیزئی کا ہے۔ مگر حقیقت اس سے مختلف ہے۔ یہاں دوبارہ وضاحت کر دینا مناسب ہے کہ طبقہ اولی اور طبقہ ثانیہ کے مدلس کی معنعن روایات بھی عن والی روایات صحیح ہوتی ہیں الا کہ دیگر قرائن اور شواھد اس کی تصحیح کے خلاف ہوں۔ اور طبقہ ثالثہ وطبقہ رابعہ وغیرھم کی مدلسین کی عن والی روایت ضعیف ہوگی الا دیگر قرائن، شواھد اور تخصیصات، اس کی تصحیح کریں۔ علماء اہل سنت کا ہر وہ حوالہ نا قابل قبول ہوگا جو انہوں نے علماء غیر مقلدین کو یا تو الزامی جواب کی صورت میں دیا ہو یا طبقہ ثالثہ وطبقہ رابعہ وغیرھم کے مدلسین کی معنعن روایات کو ضعیف قرار دیا ہوں۔ اور یہ یاد رہے کہ طبقہ ثالثہ وغیرھم کے مدلسین کی معنعن روایت کو ضعیف لکھتے وقت ضروری نہیں کہ وہ اس بات کو تحریر کریں کہ فلاں راوی طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے اس لئے فلاں روایت ضعیف ہے۔ لہٰذا مندرجہ ذیل علماء اہل سنت بریلوی کے اقوال کی حقیقت ملاحظہ کیجئے۔

1: اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی ؒ کا حوالہ : غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۶۱۲/۳ پر لکھتا ہے۔

"حافظ ابن حجر کے نزدیک طبقہ ثالثہ کے مدلس عبداللہ بن ابی نجیح المکی کی ایک روایت کے بارے میں احمد رضا خان بریلوی نے کہا: اس کا دارومدار ابن ابی نجیح پر ہے وہ مدلس تھا اور یہاں روایت میں عنعن کہا اور عنعنِ مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار و معتمد مردود نامستند ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۴۵/۵)

جواب : عرض یہ ہے کہ اول تو غالی زبیر علیزئی نے خود لکھ دیا کہ حافظ ابن حجر کے نزدیک طبقہ ثالثہ کے مدلس عبداللہ بن نجیح المکی۔ یعنی یہ راوی طبقہ ثالثہ کا مدلس تھا۔ لہٰذا جیسے پہلے تصریح کر دی ہے کہ طبقہ ثالثہ کے مدلسین پر اعتراض ہمارے خلاف نقل کرنا مردود اور نامستند ہے۔

دوم یہ کہ اعلیٰ حضرت نے یہ جواب الزامی طور پر غیر مقلد نذیر حسین دہلوی کو دیا ہے۔

سوم: یہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فتاوی رضویہ جلد نمبر ۶ میں سفیان ثوری کی عن والی روایت کو صحیح کہا ہے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت کا حوالہ پیش کرنا مردود اور باطل ہے۔

محدث کوٹلی ؒ کا حوالہ : غالی زبیر علیزئی مقالات ۶۱۲/۳۔ ص ۱۴۶ پر لکھتا ہے۔

"محمد شریف کوٹلی بریلوی نے سفیان ثوری کی ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا: اور سفیان کی روایت میں تدلیس کا شبہ ہے۔ (فقہ الفقیہ ص ۱۳۴)

جواب : عرض یہ ہے کہ کتاب مسئلہ ترک رفع یدین پر ...... مضامین کا جواب ص ۶۱ اور ص ۶۲ پر محدث کوٹلوی رحمہ اللہ کی اس بات کی وضاحت کی اور جواب دیا تھا کہ محدث کوٹلوی رحمہ اللہ نے ترجیح شعبہ کی روایت کو دی ہے۔ اور سفیان ثوری کی روایت میں تدلیس کا شبہ ظاہر کیا ہے۔ محدث کوٹلوی رحمہ اللہ نے ترجیح کے الفاظ لکھے ہیں۔ لہٰذا واضح تحریر کے مقابلے میں مبہم عبارات پیش کر کے فرار ہونے کی کوشش نہ کریں۔

اعتراض : میرے اس جواب کے رد میں غالی زبیر علیزئی مقالات ۲۴۶/۴ پر لکھتا ہے۔

"کسی اس پر بھی "غور شریف" کیا ہے کہ تدلیس کا شبہ کیوں ہے؟ چونکہ سفیان ثوری رحمہ اللہ

مدلس تھے۔ لہٰذا ان کی معنعن روایت میں تدلیس کا شبہ ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ کوٹلوی کے نزدیک وہ مدلس تھے، کوٹلوی کے نزدیک وجہ ترجیح شعبہ کا مدلس نہ ہونا اور سفیان ثوری کا مدلس ہونا ہے۔ چارپائی پر جس طرف سے بھی لیٹیں گے ازار بند درمیان میں ہی آئے گا۔

جواب: عرض یہ ہے کہ الحمد للہ مسئلہ کی مناسبت سے بہتر انداز میں وضاحت کی کوشش کی ہے کہ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کو معلوم ہی نہیں کہ ترجیح کسے کہتے ہیں؟۔ جناب جب دونوں طرف کے موقف اپنی اپنی جگہ دلائل کے ساتھ قائم ہوں تو محدثین کا یہ طریقہ ہے کہ وہ تطبیق کے بعد ترجیح کرتے ہیں۔

قارئین کرام! ذرا غور کریں کہ محدث کوٹلوی رحمہ اللہ نے اس حوالہ میں ایک جگہ بھی سفیان ثوری کی مدلس ہونے کی وجہ سے عن والی روایت کو ضعیف نہیں لکھا بلکہ ترجیح کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اگر سفیان ثوری کی معنعن روایت مطلقاً ضعیف سمجھی جاتی تو محدث کوٹلوی واضح الفاظ میں یہ لکھ دیتے کہ عن کی وجہ سے روایت ضعیف ہے مزید یہ کہ اگر آپ کو محدث کوٹلوی رحمہ اللہ کے قول سے استدلال کرنا ہے تو پھر مکمل طور پر استدلال کریں کیونکہ محدث کوٹلوی نے آہستہ آمین کی روایت (جس شعبہ راوی ہیں) کو آمین بالجہر (جس میں سفیان ثوری راوی) پر ترجیح دی ہے۔ یعنی آہستہ آمین کہنے کو ثابت کیا ہے۔ اگر موقف پیش کرنا ہے تو محدث کوٹلوی کا مکمل موقف پیش کریں۔ یہ بھی یاد رہے کہ محدث کوٹلوی ترک رفع یدین کی حدیث جس میں سفیان ثوری عن سے روایت کر رہے ہیں۔ اس کی تصحیح کے قائل ہیں۔ لہٰذا ایسے جواب پیش کر کے میدان سے راہ فرار اختیار کرنا فضول ہے۔

علامہ عباس رضوی کا حوالہ: غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۳/۲۱۲ پر لکھتا ہے۔

''یعنی سفیان مدلس ہے اور یہ روایت انہوں نے عاصم بن کلیب سے عن کے ساتھ کی ہے اور اصول محدثین کے تحت مدلس کا عنعن غیر مقبول ہے جیسا کہ آگے ان شاء اللہ بیان

ہوگا۔ (مناظرے ہی مناظرے ص ۲۳۹)۔

عباس رضوی نے سلیمان الاعمش کی روایت کے بارے میں کہا: اس روایت میں ایک راوی امام اعمش ہیں جو کہ بہت بڑے امام ہیں لیکن مدلس ہیں اور مدلس راوی جب عن سے روایت کرے تو اس کی روایت بالاتفاق مردود ہوگی۔ (واللہ آپ ﷺ زندہ ہیں ص ۳۵۱)

جواب: عرض یہ ہے کہ ان حوالہ جات پر گفتگو گذشتہ صفحات پر تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہے۔ مگر مختصراً عرض کر دوں کہ پہلے حوالہ میں عباس رضوی صاحب نے ایک غیر مقلد کو الزامی جواب دیا تھا۔ اس الزامی جواب کو غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کا تحقیقی جواب کہنا مردود ہے۔ مزید یہ کہ جس کی مرضی چاہے وہ عباس رضوی صاحب سے ان کا اپنا موقف معلوم کر سکتا ہے اور دوران گفتگو مولانا مناظر الاسلام عباس رضوی صاحب نے اس بات کی وضاحت کی کہ وہ طبقات المدلسین کے ماننے والے ہیں اور اپنے اکابر کے ساتھ ہیں لہٰذا ایسا حوالہ ان کی اپنی تصریح کے بعد مردود اور باطل ہے۔ لہٰذا آئندہ ایسے حوالے پیش کرنے سے شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ دوسرے حوالہ میں اعمش راوی ہیں لہٰذا طبقہ ثالثہ کے مدلس ہونے کی وجہ سے اس کی معنعن روایات پر اعتراض کیا ہے اور کیونکہ محدث عباس رضوی صاحب طبقات کے قائل ہیں، لہٰذا ایسے حوالہ جات بھی پیش کرنا غلط ہے۔ اور ویسے بھی تصریح متعدد مقامات پر کر دی گئی ہے کہ طبقہ ثالثہ وغیرھم کے راویوں کی عن والی روایات والے حوالے ہمارے خلاف پیش کر کے راہ فرار اختیار کرنا مقصود ہے۔

غلام مصطفی نوری صاحب کا حوالہ: غالی غیر مقلد مقالات ۳/۲۱۲ پر لکھتا ہے۔

غلام مصطفی نوری بریلوی نے سعید بن ابی عروبہ کے بارے میں لکھا:

لیکن اس کی سند میں ایک تو سعید بن ابی عروبہ ہیں جو کہ عن کے ساتھ روایت کرے تو حجت نہیں ہوتی۔ (ترک رفع یدین ص ۳۲۵)

جواب : عرض یہ ہے کہ اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ جناب مناظر اسلام غلام مصطفیٰ نوری صاحب نے اثبات رفع یدین والی حدیث میں سعید بن ابی عروبہ پر عن کی وجہ سے اعتراض لکھا ہے اور اس حوالہ سے یہ معلوم کرنا دشوار نہیں کہ انہوں نے غیر مقلدین حضرات کو الزامی جواب دیا ہے۔ اور الزامی جوابات کو تحقیقی میدان میں پیش کرنا غلط ہے۔

دوم یہ کہ اسی کتاب کا اگر آپ بغور مطالعہ کرتے، تو انہوں نے حافظ ابن حجر کے طبقاتی تقسیم کا اقرار کیا ہے۔ سوم یہ کہ براہ راست غلام مصطفیٰ نوری صاحب سے انکا اپنا موقف بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ لہٰذا مناظر اسلام غلام مصطفیٰ نوری صاحب کی طبقاتی تقسیم کے موقف کے خلاف کچھ اور اخذ کرنا آپ کی اپنی ذہنی اختراع ہی ہو سکتی ہے۔ جناب ان شاء اللہ آپ کے میدان سے راہ فرار کے راستوں کی ہم نشاندہی ضرور بالضرور کرتے رہیں گے۔

مولانا محبت علی قادری کا حوالہ : غالی غیر مقلد زبیر علی زئی مقالات ۶۱۳/۳ پر لکھتا ہے۔ محمد محبت علی قادری بریلوی نے فاتحہ خلف الامام کی ایک حدیث پر جرح کرتے ہوئے رضامندی لکھا۔ "علامہ نیموی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مکحول ہیں جو کہ تدلیس کرتے ہیں اور اس نے اس روایت میں عنعن کیا ہے اور اس کی سند میں اضطراب ہے۔" (نصرت الحق ص ۲۲۴)

جواب : عرض یہ ہے کہ محبت علی قادری صاحب نے فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر اس کی سند میں اس بات کی تصریح کردی ہے کہ طبقہ ثالثہ کے مدلسین کی عن والی روایات پر اعتراض والے حوالے پیش کرنا مردود ہے اہم بات یہ ہے کہ اس حوالہ سے تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی طبقاتی تقسیم کا اقرار ہے۔ اور حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کے مدنظر ہی اس روایت میں مکحول کی تدلیس پر اعتراض لکھا ہے۔ لہٰذا اس حوالے کو پیش کرکے دھوکا دینا غلط ہے۔ مزید یہ کہ مولانا محبت علی قادری کا اپنا موقف طبقات المدلسین کا ہی ہے

اگر مرض تدلیس برقرار ہے تو مولانا محبت علی قادری سے براہ راست رابطہ کر کے ان کا موقف معلوم کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ان کا حوالہ نقل کرنا باطل اور غلط ہے۔

عبدالرزاق بھترالوی صاحب کا حوالہ : غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۶۱۳/۳ پر لکھتا ہے۔ حافظ عبدالرزاق چشتی بھترالوی نے فاتحہ خلف الامام کی کتاب میں حدیث کے بارے میں کہا: یہ حدیث قابل حجت نہیں اس لئے کہ ایک تو یہ حدیث مضطرب ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مدلس ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ حدیث معنعن ہے۔ لہٰذا یہ حدیث دلیل بنانے کے لائق نہیں۔ اس حدیث کے متعلق علامہ نیموی نے بیان کیا: قال نیموی فیہ مکحول وھو یدلس، ورواہ معنعنا...... (نماز حبیب کبریا ص ۲۱۷)

جواب : عرض یہ ہے کہ اس حوالہ میں بھی اعتراض مکحول راوی کی تدلیس پر ہے جو کہ طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔ طبقہ ثالثہ کے مدلس کی تدلیس مضر ہوتی ہے اور اس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے النکت علی ابن صلاح میں واضح کر دیا ہے۔ جب علماء اہلسنت بھی طبقہ ثالثہ کے مدلسین کی تدلیس کو روایت میں ضعف مانتے ہیں تو اس حوالے کو ہمارے خلاف پیش کر کے غالی غیر مقلد نے جو یہ حوالہ نقل کیا ہے وہ دلیل تو ہمارے موقف کو ثابت کرتی ہے۔ لہٰذا ایسے حوالے پیش کرنا باطل اور غلط ہے۔

غلام رسول سعیدی صاحب کا حوالہ : غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۶۱۳/۳ پر لکھتا ہے۔ غلام رسول سعیدی بریلوی نے بقیہ (مدلس راوی) کی ایک روایت پر جرح کی: اور امام طبرانی کی سند میں بقیہ بن ولید معنعن ہے۔ (تبیان القرآن ۵۳۳/۲، شرح صحیح مسلم ۳۶۲/۲)

جواب : عرض یہ ہے کہ غلام رسول سعیدی صاحب نے بقیہ بن ولید کی معنعن روایت پر جرح کی ہے جناب بقیہ بن ولید تو طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔ یہ حوالہ تو ہمارے حق میں ہے کہ غلام رسول سعیدی صاحب نے طبقہ ثالثہ کے مدلس پر جرح کی ہے کیونکہ حافظ ابن حجر نے واضح تصریح کی ہے کہ طبقہ اولی یا طبقہ ثانی کے مدلسین کی عن والی روایات صحیح اور طبقہ ثالثہ وغیرھم کی عن والی روایات ضعیف ہیں۔ لہٰذا طبقہ ثالثہ والے مدلس بقیہ بن ولید پر غلام رسول سعیدی

صاحب کا حوالہ پیش کرنا باطل اور مردود ہے۔ مزید یہ کہ غلام رسول سعیدی صاحب نے شرح
مسلم ..... پر ترک رفع یدین والی حدیث میں سفیان ثوری کی عن والی روایت کو صحیح لکھا ہے۔

محمد شوکت علی سیالوی صاحب کا حوالہ : غالی غیر مقلد زبیر علیزئی
مقالات ۶۱۴/۳ پر لکھتا ہے۔ محمد شوکت علی سیالوی بریلوی نے امام بیہقی کی بیان کردہ ایک
روایت کے راوی ابن جریج کے بارے میں میزان الاعتدل سے نقل کیا ہے کہ وہ مشہور
ثقات میں سے ہیں مگر تدلیس کرتے تھے۔ (مسئلہ رفع یدین ص ۲۸)۔ سیالوی مذکور
امام نعیم کے بارے میں حافظ ذہبی سے بطور تائید نقل کیا کہ وہ بیشک ثقہ حفاظ میں سے ہیں
مگر کثرت سے تدلیس کرتے ہیں۔ (مسئلہ رفع یدین ص ۳۴)

جواب : عرض یہ ہے کہ محمد شوکت علی سیالوی صاحب کے ان دونوں حوالہ جات میں
مدلس راوی ہشیم بن بشیر اور ابن جریج طبقہ ثالثہ کے مدلس ہیں اور یہ عرض کر دیا گیا ہے کہ
خود طبقہ ثالثہ وغیرھم کے مدلسین کی عن والی روایات کو ضعیف مانتے ہیں لہٰذا یہ حوالہ تو ہمارے
حق میں جاتا ہے۔ محمد شوکت علی سیالوی سے کسی بھی جگہ طبقات کا رد موجود نہیں ہے بلکہ ان
اپنا موقف بھی طبقات المدلسین کا ہی ہے اور انہوں نے خود ترک رفع یدین کی حدیث میں
سفیان ثوری کی عن والی روایت کو صحیح مانا ہے۔ لہٰذا محمد شوکت سیالوی صاحب کے اس
موقف کے خلاف کچھ اخذ کرنا مردود ہے۔ لہٰذا طبقہ ثالثہ وغیرھم کے مدلسین پر جرح والے
اعتراضات لکھ کر فرار ہونے کی کوشش مناسب نہیں۔

اس مندرجہ بالا تحقیق سے یہ واضح ہوگیا کہ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کے پیش کردہ تمام حوالہ
جات غیر متعلقہ ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ کیونکہ اکابر اہلسنت حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم
کے خلاف نہیں ہیں۔ بلکہ ان طبقات میں موجود راویوں پر ان کے طبقات کے مطابق حکم لگاتے
ہیں۔ اگر کوئی مدلس راوی طبقہ ثالثہ وغیرھم کا ہو تو بغیر اس کے طبقات کی تصریح کے اسکی تدلیس

پر جرح کر دیتے ہیں۔ لہٰذا ایسے حوالے پیش کرنا عام لوگوں کو گمراہ کرنے کے مترادف ہے۔

عرب سلفی عالم مسفر بن غرم الله الدمینی کا حتمی فیصلہ

زبیر علیزئی نے اپنی کتاب فتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین میں اکثر مقامات پر عرب عالم مسفر بن
غرم اللہ الدمینی کی کتاب تدلیس فی الحدیث سے استدلال کیا ہے۔ مسفر بن غرم اللہ الدمینی سفیان
ثوری کے بارے میں حتمی فیصلہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "سفیان ثوری . فانہ امام مشهور
وکان یدلس لکنہ قلیل التدلیس کما تقدم فی القول الخامس قریباً.... واذن
فروایة سفیا ن ثوری بالعنعنمقبولة مطلقا" (تدلیس فی الحدیث ص ۱۲۲)

یعنی :۔ سفیان ثوری۔ امام مشہور اور مدلس ہیں لیکن قلیل التدلیس ہیں جیسا کہ قول خامس
میں بیان ہوا ہے۔ امام سفیان ثوریؒ کی معنعن روایات مطلقاً قبول ہیں۔

اعتــــراض:۔ غالی غیر مقلد تو ایک طرف اپنی کتاب فتح المبین فی تحقیق طبقات
المدلسین میں مسفر بن غرم اللہ الدمینی کی کتاب سے استفادہ کریں، مگر جب مسفر بن غرم اللہ
الدمینی کا حتمی فیصلہ سفیان ثوری کے متعلق دیا تو بڑی چالاکی سے مقالات ۳۲۲/۴ پر لکھتے
ہیں۔ ''مسفر کا اہل حدیث یا غیر مقلد ہونا صراحتاً ثابت نہیں ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ ان کا
مسلک کیا ہے؟''

جواب :۔ عرض یہ ہے کہ جناب جب معلوم نہیں تھا کہ مسفر کا مسلک کیا ہے تو پھر انکی کتاب
تدلیس فی الحدیث سے استفادہ کیوں کیا تھا؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ مسلکی تعصب تھا، کیونکہ
اس میں بہت سارے راویوں کو تدلیس سے بری قرار دیا گیا اور کچھ کو طبقہ اولی میں داخل کیا
گیا ہے، جو کہ آپ کے مسلک کو تقویت دیتے تھے۔ مگر جوں ہی سفیان ثوریؒ کے بارے
میں مسفر بن غرم اللہ الدمینی کا فیصلہ جناب کے سامنے آیا تو جناب نے اس کے مسلک کو نہ

جانے کا بہانہ کر کے جان خلاصی میں عافیت سمجھی۔مگر جناب یہ عرض کر دوں کہ سعودی عرب کے کچھ ساتھیوں سے بات کر کے یہ معلوم ہوا ہے کہ مسفر بن غرم اللہ الدمینی صاحب، سلفی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔اب تو یہ حوالہ آپ پر حجت ہے، وگرنہ اپنی چالاکیوں سے توبہ کرلیں تو بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حق بات کہنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور مسلکی حمایت میں تحقیقات سے روگردانی کرنے سے محفوظ فرمائے۔آمین۔بجاہ سید المرسلین

سفیان ثوریؒ کی متابعت:۔

زبیر علیزئی صاحب نور العینین صہ ۱۳۷ پر لکھتے ہیں۔

"مدلس کی اگر معتبر متابعت ثابت ہو جائے تو اس کی روایت قوی ہو جاتی ہے۔سفیان ثوری اس روایت میں عاصم بن کلیب سے منفرد ہیں اور ان کی کوئی معتبر متابعت نہیں ہے۔لہذا یہ سند ضعیف ہے۔"

الجواب:

امام سفیان ثوریؒ طبقہ ثانیہ کے مدلس ہیں۔اور طبقہ ثانیہ کی تدلیس حدیث کی صحت کے لیے مضر نہیں ہوتی۔متقدمین سے متاخرین محدثین نے اس حدیث پر سفیان ثوری کی تدلیس کی جرح نہیں کی۔لہذا اس حدیث پر سفیان ثوریؒ کی تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہے۔سفیان ثوریؒ کی عاصم بن کلیب سے اس روایت کی سماعت اور تحدیث پر خارجی اور داخلی دلائل کا ایک انبار ہے۔جس کی وجہ سے متقدمین اور متاخرین نے اس حدیث پر دوسرے اعتراضات تو وارد کیے مگر اس حدیث پر تدلیس کا الزام کسی محدث نے وارد نہیں کیا۔

الزامی جواب:

اس حدیث میں اگر سفیان ثوری کی متابعت نہ بھی ہو تو یہ حدیث درجہ کے اعتبار سے صحیح ہے۔مگر دلائل کی رو سے سفیان ثوری کی متابعت بھی ثابت ہے۔

امام دارقطنیؒ کی تحقیق:

امام دارقطنیؒ سفیان ثوری کی اس حدیث میں متابعت کے بارے لکھتے ہیں۔

"وسئل عن حديث علقمة عن عبد الله قال الا اصلى بكم صلوة رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم فرفع يديه فى اول تكبيرة ثم لم يعد فقال يرويه عاصم ابن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمه حدث به الثورى عنده رواه ابوبكر النهشلى عن عاصم ابن كليب عن عبد الرحمن ابن لاسود عن ابيه وعن علقمه عن عبد الله و كذلك رواه ابن ادريس عن عاصم ابن كليب عن عبد الرحمن ابن لاسود عن علقمه عن عبد الله و اسناده صحيح وفيه لفظة ليست بمحفوظة ذكرها ابو حذيفة فى حديثه عن الثورى وهى قوله ثم لم يعد." (العلل الواردۃ فی الاحادیث جلد ۵ /۱۷۱ رقم ۸۰۴)

امام دارقطنیؒ کی تحقیق سے چند اہم نکات واضح ہو گئے۔

امام دارقطنیؒ کا حدیث کی تصحیح کرنا:

امام دارقطنیؒ نے اس حدیث کے بارے "اسنادہ صحیح" کے الفاظ لکھے۔معلوم ہوا کہ امام دارقطنی کے نزدیک یہ حدیث بالکل صحیح اور قابل حجت ہے۔

سفیان ثوری کی متابعت:

امام دارقطنیؒ نے اس حدیث میں امام سفیان ثوریؒ کے ۲ متابعت نقل کی ہیں۔

۱۔امام ابوبکر نہشلیؒ ۲۔عبد اللہ بن ادریسؒ

سفیان ثوریؒ کے دو متابعت کی وجہ سے یہ حدیث بالکل صحیح اور قابل حجت ہے۔

اعتراض: زبیر علیزئی صاحب مقالات ۳/۳۲۵ پر شعبدہ بازے کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ایک شخص نے امام دار قطنی کی کتاب العلل رقم ۸۰۴ سے ابوبکر النھشلی اور عبداللہ بن ادریس کی متابعت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ یہ حوالہ بالکل بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور دنیا کی کسی کتاب میں صحیح یا حسن لذاتہ سند کے ساتھ ابوبکر النھشلی یا عبداللہ بن ادریس کی روایت مذکورہ میں لفظی یا معنوی متابعت ثابت نہیں ہے۔

الجواب: زبیر علیزئی صاحب سے عرض ہے کہ امام دار قطنی یہ بات اپنی کتاب العلل رقم ۸۰۴ پر کر رہے ہیں۔ اور کتاب العلل کا بنیادی مقصد کسی حدیث میں خفیہ علتیں بیان کرنا ہے اور کسی حدیث میں علت بیان کرنے کے لیے وسیع علم کی ضرورت ہوتی ہے۔ امام سفیان ثوری کی معنعن روایت کو امام دار قطنی نے صحیح لکھا ہے۔ دوسرا امام دار قطنی نے اس حدیث کی علت میں کسی مقام پر یہ نہیں لکھا کہ سفیان ثوری نے یہ روایت عاصم بن کلیب سے نہیں سنی۔ اگر آپ امام دار قطنی کی کتاب العلل کا مطالعہ کریں تو یہ واضح ہو جائے گا کہ امام دار قطنی نے متعدد مقامات پر نشاندہی کی ہے کہ یہ روایت راوی نے اپنے استاد سے نہیں سنی۔ حافظ ابن حجر مکیؒ کے ترجمہ میں زبیر علیزئی صاحب اپنی کتاب فتوی علمیہ ۲/۳۱۲ پر حافظ ابن حجر مکیؒ کو مجروح ثابت کرنے کے لیے ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ'' اس کتاب (الخیرات الحسان) میں سندیں حذف کر کے قال فلاں اور روی عن فلان کے ساتھ روایات لکھی گئی ہیں۔ اہل تحقیق پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ بے سند اور غیر ثابت روایات کے بارے میں قال فلان اور روی فلان وغیرہ کے الفاظ لکھنا انتہائی معیوب اور ناپسندیدہ حرکت ہے''۔ عرض یہ ہے کہ اگر اسی اصول کو امام دار قطنیؒ پر لاگو کیا جائے تو امام دار قطنیؒ بھی مجروح ثابت ہوتے ہیں کیونکہ امام دار قطنیؒ نے بھی اس متابعت کو بے سند نقل کیا ہے۔ جناب ہم

آپ کے سامنے آپ ہی کا دوسرا رخ بھی پیش کرتے ہیں تا کہ عام لوگوں پر آپکا تضاد اور بغض احناف واضح ہو جائے۔ امام دار قطنیؒ کی متابعت پر اتنا شور جبکہ احناف کے خلاف کوئی جرح کرے تو کسطرح اُس قول کا دفاع کرتے ہیں، ذرا ملاحظہ کریں۔

ترک رفع یدین پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی خلافیات بیہقی والی روایت پر جب امام حاکم اور ابن قیم نے بغیر کسی وجہ جرح کی تو احناف نے اس جرح کی دلیل مانگی۔ جب حدیث کو ضعیف کہنے کی کوئی وجہ نہیں ملی تو اس کے حق میں غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کی تحریر ملاحظہ کیجیے۔ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۸۶ پر لکھتا ہے۔

''امام ابو حاتم نے کچھ روایات کو کذب و باطل اور (کچھ کو) صحیح کہا اور دلیل نہ بتا سکے۔ ابوزرعہ نے انھی روایات کو باطل و کذب اور صحیح کہا تو سائل بڑا حیران ہوا۔ یہ پہچان ایسے ہے جیسے ایک جوہری سچے موتی اور جعلی موتی پہچان لیتا ہے۔۔۔۔۔۔ غرض یہ کہ حدیث کی پہچان میں اس کے جوہریوں (محدثین) کا قول حجت ہے۔''

قارئین کرام، جب رفع یدین کے خلاف کوئی قول ملا تو بغیر کسی وجہ اور علت کے قول کو مان لیا اور جب ترک رفع یدین پر امام دار قطنی کے قول کو بے سند کہ کر رد کر دیا۔ اس کا نتیجہ قارئین پر چھوڑتا ہوں، تا کہ وہ تضاد سے بخوبی آگاہ ہو سکیں۔

اُمید ہے زبیر علیزئی صاحب جمہور علماء کرام کے فیصلے کی روشنی میں اس حدیث کی صحت کو تسلیم کرینگے اور اپنی مردود تحقیق سے رجوع کر کے حق کی جانب رجوع کرینگے اور امام دار قطنی سے ابوبکر نہشلی تک سند کے بارے میں اعتراض نہیں کرینگے۔

سفیان ثوریؒ کی حدیث کے شواھد

مندرجہ بالا سطور سے یہ واضح ہو گیا کی سفیان ثوریؒ کی معنعن روایات یعنی عن والی روایات جمہور محدثین کرام کے نزدیک صحیح اور ثابت ہوتی ہیں مگر اتمام حجت کے لئے ہم حضرت

عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین کی احادیث کے شواہد کی بھی تحقیق پیش کرتے ہیں۔

مدلس راوی کی اگر متابعت یا شاہد مل جائے تو تدلیس کا اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔ زبیر علیزئی صاحب اس اصول کو خود اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۲۷ پر لکھتے ہیں۔

''مدلس راوی کی اگر معتبر متابعت یا قوی شاہد مل جائے تو تدلیس کا الزام ختم ہو جاتا ہے۔''

زبیر علیزئی صاحب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۲۲ پر لکھتے ہیں۔

اگرچہ ہمارے نزدیک مرسل روایات ضعیف ہوتی ہیں مگر اس روایت کو دو وجہ سے پیش کیا گیا ہے۔

۱۔ فریق مخالف کے نزدیک مرسل حجت ہے۔ ظفر احمد عثانی نے کہا '' قلت: والمرسل حجۃ عندنا '' میں نے کہا اور ہمارے نزدیک مرسل حجت ہے۔ (اعلاء السنن ۱/۸۲ بحث مرسل)

۲۔ یہ روایت حسن روایت کے شواہد میں ہے۔ (مقدمہ ابن صلاح ص ۳۸ بحث المرسل)

شاھد نمبر ۱: (مرسل موقوف) حدثنا وکیع عن مسعر عن ابی معشر عن ابراھیم عن عبداللہ انہ کان یرفع یدیہ فی اول ما یستفتح ثم لا یرفعھما۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۶)

اعتراض: غالی غیر مقلد شعبدہ بازی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ ''اس کے راوی ابراھیم نخعی کی پیدائش سے پہلے سیدنا ابن مسعودؓ فوت ہو گئے تھے، لہذا یہ روایت منقطع ہے اور یہ کہنا کہ مجھے ابن مسعودؓ کے بہت سے شاگردوں نے بتایا ہے، چنداں مفید نہیں، جب تک ان میں سے کسی ایک ثقہ شاگرد کے نام کی صراحت نہ ہو۔ (مقالات ۲/۲۶۲)

جواب: عرض یہ ہے کہ اس اعتراض کی حقیقت کے لئے محدثین کرام کے اقوال جاننا بہت ضروری ہے۔

امام ترمذیؒ کی تحقیق: امام ترمذی لکھتے ہیں۔

حدثنا ابو عبیدۃ بن ابی السفر الکوفی حدثنا سعید بن عامر عن شعبہ عن سلیمان الاعمش قال: قلت لابراھیم النخعی اسند لی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ، فقال ابراھیم: اذا حدثتک عن رجل عن عبداللہ فھو الذی سمیت واذا قلت قال عبداللہ فھو عن غیر واحد عن عبداللہ۔ (علل الترمذی صغیر من الجامع ۵/۷۵۵)

ترجمہ: سلیمان الاعمشؒ نے ابراھیم نخعیؒ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تک سند کا پوچھا تو ابراھیم نخعیؒ نے فرمایا: جب میں کسی شخص کا درمیان میں ذکر کروں تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ روایت میں نے صرف اسی سے سنی ہوتی ہے اور اگر میں (ابراھیم نخعی) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا نام لوں تو وہ حدیث میں نے کئی اشخاص سے سنی ہوتی ہے۔

حافظ ابن عبدالبرؒ کی تحقیق:

حافظ ابن عبدالبر تحقیق کرتے ہوئے ابراھیم نخعی کی مرسل کو انکی مسند سے زیادہ صحیح مانتے ہوئے لکھتے ہیں۔ " حدثنا عبدالوارث بن سفیان قال قاسم بن اصبغ قال حدثنا احمد بن زھیر قال حدثنا احمد بن حنبل قال محمد بن جعفر قال حدثنا شعبہ عن سلیمان الاعمش قال قلت لابراھیم: اذا حدثتنی حدیثاً فاسندہ فقال اذا قلت عن عبداللہ یعنی ابن مسعود فاعلم أنہ عن غیر واحد واذا سمیت لک احد فھو الذی سمیت". (التمھید ۱/۳۲)

مفھوم: سلیمان الاعمش نے ابراھیم نخعیؒ سے کہا کہ جب حدیث بیان کریں تو اس کی سند بھی بتا دیا کریں تو ابراھیم نخعیؒ نے کہا کہ جب میں عن عبداللہ بن مسعود سے بیان کروں تو یہ میں نے کئی اشخاص سے سنی ہوتی ہے اور جب میں نے کسی ایک سے سنی ہوتی ہے تو پھر اسی سے سنی ہوتی ہے۔

امام طحاویؒ کی تحقیق: امام طحاوی اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں

فان قالوا ما ذکرتموه عن ابراهیم عن عبدالله غیر متصل قیل لهم کان ابراهیم اذا ارسل عن عبدالله لم یرسله الا بعد صحة عنده وتواتر الروایة عن عبدالله قد قاله الاعمش اذا حدثنی فاسند فقال اذا قلت لک قال عبدالله فلم اقل ذلک حتی حدثنیه جماعة عن عبدالله واذا قلت حدثنی فلان عن عبدالله فهو الذی حدثنی ". (شرح معانی الآثار ۱/۴۶۴)

ترجمہ : امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اگر وہ کہیں کہ جو کچھ تم نے بواسطہ ابراہیم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ غیر متصل ہے تو ان سے کہا جائے گا کہ حضرت ابراہیم صرف ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس وقت ارسال کرتے ہیں جب وہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ مروی ہوتی ہے۔ حضرت اعمش نے ان سے کہا مجھ سے حدیث بیان کرتے وقت سند ذکر کیا کریں۔ انہوں نے فرمایا جب میں تم سے کہوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا تو میں یہ بات اس وقت کہتا ہوں جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک جماعت بیان کرتی ہے اور جب میں یہ کہتا ہوں فلاں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے بیان کہا تو یہ اسی سے ہوگی جس نے مجھ سے بیان کیا۔

اسی طرح کا قول حافظ ابن سعد نے اپنی کتاب الطبقات الکبریٰ ۶/۲۸۰ ابوزرعہ الدمشقی نے تاریخ ص ۳۴۶ پر بیان کیا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت پر لغوی طور پر تو مرسل کا اطلاق ہوسکتا ہے مگر ان کی روایت اصطلاحی طور پر مرسل یا منقطع ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ابراہیم نخعیؒ نے یہ واضح طور پر اعلان کردیا ہے کہ اگر میں روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام ذکر کروں تو یہ روایت میں نے ایک جماعت سے سنی ہوتی ہے۔

اعتراض : غیر مقلد زبیر علیزئی اس مندرجہ بالا تصریحات پر لکھتا ہے۔

"اگر کہا جائے کہ یہ روایت ابراہیم نخعی نے غیر واحد (کئی اشخاص سے سنی ہے یا ایک جماعت سے سنی ہے۔ (نصب الرایہ ۱/۴۰۷) تو اس کا جواب یہ ہے کہ غیر واحد اور جماعت دونوں نامعلوم اور غیر متعین ہیں، لہذا ان سے استدلال مخدوش ہے۔ حافظ گوندلوی لکھتے ہیں...... یہ عبارت مرویات ابراہیم کے قابل حجت ہونے پر دال نہیں ہے۔

اول: اس لئے کہ ممکن ہے دو تین کوئی جمع ہو کر اسے حدیث سنائیں اور وہ تینوں ضعیف الحافظہ ہوں۔

ثانیا: پتا نہیں کہ سلسلہ اسناد عبداللہ تک کتنے واسطوں سے پہنچتا ہے۔ بعض اوقات تابعی اور صحابی کے درمیان دو چار بلکہ سات واسطے بھی ہوتے ہیں، ان کے متعلق تحقیقات نہایت ضروری ہیں۔

ثالثا: ممکن ہے ابراہیم کے نزدیک وہ ثقہ ہوں مگر دیگر ائمہ فن کے ہاں ضعیف ہوں۔

والجرح مقدم علی التعدیل ، تعدیل مبہم مقلد مایہ ناز ہوسکتی ہے ایک تشنہ تحقیق کی سیرابی کے لئے ناکافی ہے۔...... امام شافعی نے کہا: ابراہیم نخعی اگر علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کریں تو وہ قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ ابراہیم کی ان میں سے کسی ایک سے بھی ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ (نور العینین ص ۱۱۶ اور ص ۱۶۷)

جواب : عرض یہ ہے کہ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی اور حافظ گوندلوی نے جو مفروضے قائم کر کے جو عمارت بنانے کی کوشش کی ہے وہ بڑی ہی نرالی ہے کیونکہ مفروضے غیر مقلدین کے لیے مایہ ناز ہوسکتی ہے مگر ایک مقلد تشنہ تحقیق کی سیرابی کے لئے نہیں ہے۔

1: جناب آپ کا یہ اعتراض کہ غیر واحد (کئی اشخاص) اور جماعت دونوں نامعلوم اور غیر متعین ہیں ایک مضحکہ خیز بات ہے۔ کیونکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے جس جماعت سے احادیث سماع کریں اور ان سے علم حاصل کیا اور جن کے علم پر فتوی دیا یہ سب محدثین کرام نے واضح طور پر بیان کردیا ہے۔ جناب ایک جماعت میں سے چند اشخاص تو اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

وکان ابراهیم نخعی عندی من اعلم الناس باصحاب عبداللہ یعنی ابراہیم نخعی میرے نزدیک اصحاب عبداللہ کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے (العلل ابن مدینی ۴۳/۱)

آگے امام علی بن المدینی اصحاب عبداللہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اصحاب عبداللہ الذین یقرؤن ویفتون ستة علقمه والاسود ومسرق وعبیداللہ و عمرو بن شرجیل والحارث الاعور یعنی اصحاب عبداللہ جو پڑھتے اور فتویٰ دیتے وہ چھ ہیں۔ علقمه، الاسود، مسروق، عبیداللہ، عمرو بن شر جیل، الحارث الاعور. (العلل ابن مدینی ۴۳/۱)

امام علی بن المدینی نے آگے وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔" وابراهیم لقی من هولاء الاسود وعلقمة و مسروقاً و عبید الله". (العلل ابن المدینی ۴۳/۱) یعنی ابراہیم نخعی کی اسود، علقمہ، مسروق اور عبیداللہ سے لقا ثابت ہے۔

امام علی بن المدینی کی اس مندرجہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے جن اشخاص اور جماعت سے سُنا ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور شاگرد شامل ہیں اور یہ بات تو ایک کم فہم انسان کو بھی سمجھ آجاتی ہے کہ جب ابراہیم نخعی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ترک رفع یدین نقل کر رہے ہیں تو حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے ہی سنی اور یہی ایک جماعت ہے جس کا اشارہ ابراہیم نخعی نے خود دیا ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں سب سے زیادہ علم ان کے اصحاب کو تھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب (الاسود، علقمہ، عبیداللہ) علم کو سب سے زیادہ جاننے والے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تھے اور یہ بھی بات یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

کے اصحاب میں الاسود بن یزید اور علقمہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے خاندان میں تھے۔ لہذا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے اصحاب میں سے دو اصحاب تو ابراہیم نخعی کے شیخ اور ماموں تھے اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے افعال اور فتووں کو اصحاب عبداللہ بن مسعود سے زیادہ اور کوئی نہ جانتا تھا اور اصحاب عبداللہ بن مسعود کے علم اور افعال کو ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ لہذا معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ترک رفع یدین والاعمل کا بتانا بالکل صحیح ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ اصحاب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ترک رفع یدین کرتے تھے جو کہ بالکل صحیح سند سے ثابت ہے۔ اور اس کی تحقیق آئندہ صفحات پر ملاحظہ کیجئے گا۔

ابن رجبؒ کی تحقیق :ابن رجب لکھتے ہیں۔

وکان اصحاب عبداللہ الذین یقرؤن بقرأته ویفتون بقوله ویذهبون مذهبه عقلمة بن قیس والاسود بن یزید ومسروق بن الاجدع و عبیدة السلمانی وعمرو بن شرجیل والحارث بن قیس سته هؤلاء عنهم ابراهیم نخعی و کان اعلم اهل الکوفة باصحاب عبداللہ وطریقتهم ومذاهبهم ابراهیم والشعبی الا ان الشعبی کان یذهب مذهب مسروق یأخذ من علی واهل المدینة وغیرهم وکان ابراهیم یذهب مذهب اصحابه اصحاب عبداللہ هؤلاء. (العلل ابن رجب ۶۰/۱)

مفہوم: اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ، جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت، اور ان کے قول پر فتوے اور ان کے مذہب کی طرف گئے وہ الاسود بن یزید مسروق بن الاجرع وعبیدة السلمانی، عمرو بن شرجیل اور الحارث بن قیس ہیں اور ابراہیم نخعی اور شعبی تمام اہل کوفہ سے زیادہ اصحاب عبداللہ بن مسعود کے طریقہ اور مذہب کو جاننے والے تھے مگر امام شعبی مسرق

بن الاجدع کے مذہب کی طرف مائل ہوئے اور مسروق نے یہ علم حضرت علی اور اہل المدینہ
سے حاصل کیا جبکہ ابراہیم نخعی اپنے شیوخ اور اصحاب عبداللہ بن مسعود کی مذہب کی طرف
مائل ہوئے۔

لہذا معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا
مذہب اور علم ان کے شاگردوں سے حاصل کیا اور ظاہر کہ ابن المدینی اور ابن رجب کے
قول سے ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب سب سے زیادہ ان کے
شاگرد ہی جانتے تھے۔

حافظ گوندلوی کا یہ لکھنا کہ ''ممکن ہے دو تین کوئی جمع ہو کر اسے حدیث سنائیں اور
وہ تینوں ضعیف الحافظ ہوں ایک خیالی مفروضہ ہے اس کے علاوہ اس کی کچھ حقیقت نہیں ہے
کیونکہ اصحاب عبدالاسود، علقمہ وغیرھم ثقہ راوی ہیں لہذا ان کے ضعیف الحافظ کا اعتراض تو
مردود ہے۔ خاص طور پر جب امام بخاری کے استاد علی بن مدینی کی تصریحات واضح موجود
ہیں۔ مزید یہ کہ تابعی اور صحابی کے درمیان دو چار سات واسطوں کا ذکر بھی فضول ہے کیونکہ
ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا تمام علم ان کے شاگردوں الاسود بن یزید،
علقمہ، عبیداللہ وغیرہ سے حاصل کیا۔ لہذا دو چار یا سات واسطوں کا ذکر کر کے اس حدیث
میں شک ڈالنا مردود اور باطل ہے۔ مزید یہ کہ حافظ گوندلوی کا یہ لکھنا کہ ''ابراہیم کے نزدیک
وہ ثقہ ہوں مگر دیگر ائمہ فن کے ہاں ضعیف ہوں'' بھی فضول ہے کیونکہ الاسود بن یزید، علقمہ،
مسروق، عبیداللہ وغیرھیم تو ابراہیم نخعی کے نزدیک بھی ثقہ ہیں اور دیگر محدثین کرام کے
نزدیک بھی ثقہ ہیں۔ لہذا ایسے اعتراضات وارد کرنا درحقیقت اصول علم الرجال سے بے
خبری یا مسلکی حمایت کا شاخسانہ ہی ہے۔

لہذا درج بالا تحقیق سے یہ عیاں ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تمام علم اور مذہب ان کے اصحاب (الاسود، علقمہ وغیرھم)
سے حاصل کیا کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تمام مذہب اور فتووں سے ان
کے یہ شاگرد بخوبی واقف اور عالم تھے۔ لہذا ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے جہاں بھی جماعت اور
کئی اشخاص کا ذکر کیا تو ان میں یہ حضرات ضرور شامل ہیں۔ اب یہ لازمی نہیں کہ ایک راوی یا
محدث روایت بیان کرتے وقت تمام شیوخ کا تذکرہ کرے کیونکہ جب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ
نے یہ تصریح کر دی کہ جب میں صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نام سے
روایت کروں تو میں نے یہ روایت ایک جماعت سے سنی ہے اور اس جماعت میں ابراہیم
نخعی کے ماموں اور دیگر شیوخ شامل ہیں (اسود، علقمہ، عبیدۃ وعمرو بن شرجیل وغیرھم) جو
کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں ہیں۔ اور انہوں نے ہی حضرت عبداللہ
بن مسعود کے تمام افعال اور اقوال اور مذہب کو محفوظ کیا ہے۔ لہذا اس روایت کے متصل اور
صحیح ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ سے بیان نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل بیان کر رہے
ہیں اور ظاہر ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کو اس عمل ترک رفع یدین کے بارے میں حضرت عبداللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور شاگرد سے معلوم ہوا کہ ان کے اساتذہ اور شیوخ تھے۔ لہذا
اس کے بارے میں تو کوئی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ غیر مقلد زبیر علیزئی کے تمام
اعتراضات باطل اور مردود ہیں کیونکہ علمی دنیا میں ان کی کچھ حیثیت نہیں ہے۔

شاهد نمبر ۲: (صحیح مرسل موقوف) حدثنا اسحاق عن عبدالرزاق عن
حصین عن ابراهیم ابن مسعود کان یرفع یدیه فی اول شئ ثم لا یرفع بعد.

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے پھر دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔(معجم الکبیر ۲۶۱/۸)

شاهد نمبر ۳: (صحیح مرسل موقوف) حدثنا علی بن عبدالعزیز ثنا حجاج بن المنهال ثنا حماد بن سلمة عن حماد عن ابراهیم عن عبدالله بن مسعود انه کان اذا دخل فی الصلاة رفع یدیه ثم لا یرفع بعد ذلک. (معجم الکبیر ۲۶۱/۸)

اعتراض: غالی غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب مقالات ۲۶۲/۴ پر لکھتا ہے۔

''اس میں حماد بن ابی سلیمان مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔''

جواب: جناب عرض یہ ہے کہ میں نے تدلیس کا مسئلہ اپنی دونوں کتابوں میں تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔اور غیر مقلد زبیر علیزئی کے تمام اشکالات کا تحقیقی جواب اپنی کتاب غایۃ التحقیق فی مسئلۃ التدلیس، منحۃ الحی فی کشف ظلمات زبیر علیزئی اور اپنی اس کتاب میں دیا ہے۔

منحۃ الحی فی کشف ظلمات زبیر علیزئی قسط وار ماہانہ البرهان الحق، واہ کینٹ میں شائع ہو چکی ہیں۔مگر میں اختصار کے ساتھ یہاں عرض کر دوں کہ اس روایت پر مدلس کا بہانہ بنا کر کے جان نہیں چھڑائی جا سکتی کیونکہ معجم الکبیر رقم نمبر ۹۲۹۹ (حدثنا محمد بن عبدالله الحضرمی ثنا احمد بن یونس ثنا ابوالاحوص عن حصین عن ابراهیم قال: کان عبدالله لا یرفع یدیه فی شیء من الصلاة فی التکبیرة الأولی.)، مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر ۲۴۵۸ (حدثنا وکیع عن مسعر عن ابی معشر عن ابراهیم عن عبدالله انه کان یرفع یدیه فی اول ما یستفتح ثم لا یرفعهما) اور شرح معانی الآثار حدیث نمبر: ۱۳۶۱ (حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا احمد

بن یونس قال ثنا ابوالاحوص عن حصین عن ابراهیم قال: کان عبدالله لا یرفع یدیه فی شی من الصلاة الا فی الافتتاح.) کی احادیث میں حصین اور معشر نے کی ہے۔لہٰذا اس روایت کے صحیح ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں مگر مسلکی حمایت کے علاوہ۔

شاهد نمبر ٤: (صحیح مرسل موقوف) عبدالرزاق عن الثوری عن حصین عن ابراهیم عن ابن مسعود کان یرفع یدیه فی اول شی ثم لا یرفع بعد۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پہلی مرتبہ رفع یدین کرتے پھر اس کے بعد نہ کرتے۔(مصنف عبدالرزاق ۷۱/۲)

شاهد نمبر ٥: (مرسل موقوف) عبدالرزاق عن ابی عیینه عن حصین عن ابراهیم عن ابن مسعود مثله (مصنف عبدالرزاق ۷۱/۲)

اعتراض: غالی غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب مقالات ۲۶۲/۴ پر لکھتا ہے۔

''عبدالرزاق اور سفیان بن عیینہ دونوں مدلس ہیں''

جواب: عرض یہ ہے کہ عبدالرزاق اور سفیان بن عیینہ دونوں کی متابعت مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر ۲۴۵۸ اور معجم الکبیر حدیث نمبر: ۹۲۹۹ اور شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۱۳۶۱ میں وکیع بن الجراح (ثقہ) اور مسعر بن کدام (ثقہ) اور ابوالاحوص (ثقہ) نے کی ہے۔لہٰذا تدلیس کا ڈھنڈورا پیٹنا بے کار ہے۔

شاهد نمبر ٦: عبدالرزاق عن الثوری عن حماد قال سالت ابراهیم عن ذلک فقال یرفع ید یه اول مرة (مصنف عبدالرزاق ۷۱/۲)

اعتراض: ''عبدالرزاق اور ثوری دونوں مدلس ہیں''۔(مقالات ۲۶۲/۴)

جواب: ویسے تو غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کا تدلیس والا موقف خود علماء غیر مقلدین کو قبول نہیں ہے تو ہم پر کیسے پیش کر سکتے ہیں؟۔ مزید یہ کا اس کا متابع مصنف ابن شیبۃ حدیث نمبر: ۲۴۳۶۰ میں موجود ہے۔ "حدثنا ھشیم قال اخبرنا حصین ومغیرة عن ابراھیم انه کان یقول اذا کبرت فی فاتحه الصلاۃ فا ارفع یدیک ثم لا ترفعھما فیما بقی"۔ لہذا زبیر علیزئی کا اعتراض فضول ہے۔

شاهد نمبر ۷: (مرسل موقوف) اخبرنا سفیان الثوری قال حدثنا حصین عن ابراھیم عن عبداللہ ابن مسعود انه کان یرفع یدیه اذا فتتح الصلوۃ (کتاب الحجہ ۱/۹۷)

اعتراض: اس کتاب الحجہ کا مصنف ابن فرقد جمہور محدثین کے نزدیک مجروح ہے۔ (مقالات ۲۶۲/۴)

جواب: عرض یہ ہے کہ امام محمد بن حسن شیبانیؒ پر تمام اعتراضات کے جوابات کے لیے راقم کی کتاب ان شاء اللہ جلد ہی زیور طبع سے آراستہ ہو کر آرہی ہے جس میں زبیر علیزئی کے تمام باطل اعتراضات کا بخیہ اُدھیڑ کر رکھ دیا ہے۔ امام محمد بن حسن بن شیبانیؒ پر راقم کا ایک مناظرہ انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

شاهد نمبر ۸: (مرسل موقوف) حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا احمد بن یونس قال ثناء ابو الاحوص عن حصین عن ابراھیم قال کان عبداللہ لا یرفع یدیه فی شی من الصلاۃ الا فی الافتتاح (شرح معانی آلاثار ۱/۱۳۳)

اعتراض: یہ روایت سخت منقطع ہے۔ (مقالات ۲۶۳/۴)

جواب: حضرت ابراہیم نخعیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تمام علم اور مذہب ان کے اصحاب (الاسود، علقمہ وغیرھم) سے حاصل کیا کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تمام مذہب اور فتووں سے ان کے یہ شاگرد بخوبی واقف اور عالم تھے۔ لہذا ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے جہاں بھی جماعت اور کئی اشخاص کا ذکر کیا تو ان میں یہ حضرات ضرور شامل ہیں۔ اب یہ لازمی نہیں کہ ایک راوی یا محدث روایت بیان کرتے وقت تمام شیوخ کا تذکرہ کرے کیونکہ جب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے یہ تصریح کر دی کہ جب میں صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نام سے روایت کروں تو میں نے یہ روایت ایک جماعت سے سُنی ہے اور اس جماعت میں ابراہیم نخعی کے ماموں اور دیگر شیوخ شامل ہیں (اسود، علقمہ، عبیدۃ وعمرو بن شرحبیل وغیرھم) جو کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں میں ہیں۔ اور انہوں نے ہی حضرت عبداللہ بن مسعود کے تمام افعال اور اقوال اور مذہب محفوظ کیا ہے۔ لہذا اس روایت کے متصل اور صحیح ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ باقی تفصیل شاہد نمبر ۱ کے تحت ملاحظہ کریں۔

شاهد نمبر ۹: ثنا ابو بکرۃ ثنا مومل ثنا سفیان عن المغیرۃ قال قلت لا ابراھیم حدیث وائل انه رای النبی صلی اللہ علیه وسلم یرفع یدیه ان افتتح الصلوۃ واذا رکع واذا رفع راسه من الرکوع فقال وائل رآہ مرۃ یفعل فقد رآہ عبداللہ خمسین مرۃ لا یفعل ذلک۔ (شرح معانی الآثار ۱/۱۵۴)

مغیرہ نے کہا کہ میں نے ابراہیم نخعیؒ سے حضرت وائل والی حدیث بیان کی کہ حضرت وائل نے دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو آپ رفع یدین کرتے تو ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ اگر حضرت وائل نے ایک مرتبہ ایسا دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پچاس مرتبہ دیکھا ہے کہ حضور

اکرم ﷺ ایسا نہیں کرتے تھے۔

شاهد نمبر ۱۰: محمد بن جابر حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبدالله قال صلیت مع النبی ﷺ و مع ابی بکر و مع عمر رضی الله عنهما فلم یرفعوا ایدیهم الا عند التکبیرة الاولی فی افتتاح الصلوة (سنن الدار قطنی ۱/۲۹۵) محمد بن جابر نے اپنی سند سے عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ شروع نماز میں تکبیر تحریمہ کے سوا ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

نوٹ:

ابراہیم نخعیؒ کی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے "محمول علی سماع" ہوتی ہے کیونکہ ابراہیم نخعیؒ جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کریں تو انہوں نے یہ حدیث ایک محدث سے نہیں سنی ہوتی بلکہ متعدد استادوں سے سنی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس پر منقطع کا اطلاق باطل اور غلط ہے۔

درج بالا تفصیل سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں سفیان ثوری کے شواہد اور معنوی متابعت ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے اعتراض مردود ہے۔

سفیان ثوری کی تدلیس نہ کرنے کے داخلی ثبوت

درج بالا تفصیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زبیر علیزئی صاحب کا محدثین کرام سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو ضعیف ثابت کرنا باطل اور مردود ہے اور محدثین کرام نے صرف ثم لا یعود کے الفاظ کے نقل کرنے پر اعتراض کیا ہے۔ مگر محدثین کرام کا اس حدیث پر ثم لا یعود کے الفاظ پر اعتراض کرنا ہی امام سفیان ثوری کی تدلیس کے الزام کو ختم کرتا ہے اور امام سفیان ثوریؒ کی تدلیس کا جواب ہے۔ اس نکتہ کی

وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ تدلیس کی تعریف کی جائے۔ مناسب ہے کہ تدلیس کی تعریف بھی زبیر علیزئی کے الفاظ میں نقل کی جائے تاکہ اعتراض کی گنجائش ہی نہ رہے۔

زبیر علیزئی صاحب الحدیث شمارہ نمبر ۳۳ فروری ۲۰۰۷ء میں صہ ۲۳ پر تدلیس کی اصطلاحی تعریف لکھتے ہیں۔ "اگر راوی اپنے اس استاد سے (جس سے اس کا سماع، ملاقات اور معاصرت ثابت ہے) وہ روایت (عن یا قال وغیرہ کے الفاظ کے ساتھ بیان کرے جو اس نے (اپنے استاد کے علاوہ) کسی دوسرے شخص سے سنا ہے۔ اور سامعین کو یہ احتمال ہو کہ اس نے یہ حدیث اپنے استاد سے سنی ہو گی تو اسے تدلیس کہا جاتا ہے۔ علوم الحدیث ابن صلاح صہ ۱۹۵ اختصار علوم الحدیث صہ ۹۵ تمام کتب اصول حدیث" زبیر علیزئی کے الفاظ میں تدلیس کی تعریف سے یہ معلوم ہوا کہ راوی نے یہ حدیث کسی اور سے سنی ہو اور نام اپنے استاد کا ذکر کرے مگر محدثین کرام جن میں امام احمدؒ اور امام ابوحاتم الرازیؒ نے تفصیل سے یہ بات ذکر کی ہے۔ یہ حدیث عاصم بن کلیب سے سفیان ثوریؒ اور عبداللہ بن ادریس دونوں نے روایت کی مگر سفیان ثوری کی حدیث میں ثم لا یعود کے الفاظ موجود ہیں جبکہ عبداللہ بن ادریس اس حدیث کو عاصم بن کلیب سے روایت کرتے ہیں تو ان کی راویت میں ثم لا یعود کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ اگر حدیث میں سفیان ثوریؒ نے تدلیس کی ہوتی تو پھر ثم لا یعود کے الفاظ ہونے یا نہ ہونے کا اعتراض صحیح نہ ہوتا۔ کیونکہ تدلیس کہتے ہی اسے ہیں جس میں راوی نے حدیث اپنے استاد سے نہ سنی ہو۔ محدثین کرام کی وضاحت سے ایک نکتہ واضح ہو گیا کہ یہ حدیث امام سفیان ثوری اور امام عبداللہ بن ادریسؒ دونوں نے عاصم بن کلیب سے سنی اور راویت کی ہے اگر سفیان ثوریؒ نے اس حدیث میں تدلیس کی ہے تو محدثین کرام کا یہ اعتراض لایعنی ہے اور اگر اس اعتراض کی کوئی حقیقت ہے تو تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہے (یہ علیحدہ سے وضاحت ہو چکی ہے کہ ثم لا یعود کے الفاظ کے

بغیر بھی احناف کا دعویٰ مکمل ثابت ہوتا ہے)۔ کیونکہ اگر سفیان ثوریؒ نے اس حدیث میں تدلیس کی ہوتی تو محدثین کرام یہ صراحت کردیتے کہ امام سفیان ثوریؒ نے یہ حدیث عاصم بن کلیب سے سنی ہی نہیں جبکہ محدثین کرام کے اعتراض کی بنیاد ہی سفیان ثوری کی عاصم بن کلیب سے روایت میں "ثم لا یعود" کے الفاظ کی زیادتی ہے۔

لہٰذا اس بحث سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اس حدیث میں امام سفیان ثوریؒ نے تدلیس نہیں کی اور زبیر علیزئی صاحب (عبدالرحمٰن معلمی اور ارشاد الحق اثری) کا تدلیس کو بنیاد بنا کر اس حدیث کو ضعیف ثابت کرنا باطل مردود، جمہور محدثین اور تحقیقی منہج کے خلاف ہے۔

سفیان ثوریؒ عن عاصم بن کلیب سند کی فنی حیثیت

امام سفیان ثوریؒ کی عاصم بن کلیب سے عن والی روایت کی مختلف محدثین کرام نے تصحیح کی ہے۔

۱۔ امام حاکمؒ نے مستدرک حاکم حدیث نمبر ۳۰۷۲ میں جعفر بن عون ثنا سفیان بن سعید (ثوری) عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن ابن عباسؓ کی حدیث کو "هذا حدیث صحیح" لکھا ہے۔

۲۔ امام ذہبیؒ نے تلخیص المستدرک حدیث نمبر ۳۰۷۲ پر اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

۳۔ امام ابن ملقنؒ نے المستدرک علی تلخیص میں اس حدیث کی تصحیح پر سکوت کیا۔

۴۔ امام نسائیؒ نے اپنی کتاب سنن نسائی میں میرے علم کے مطابق سفیان ثوری عن عاصم بن کلیب کی ۴ روایات نقل کی ہیں۔ اور ان حدیثوں پر کوئی اعتراض وارد نہیں کیا اور خاص طور پر سفیان ثوری کی تدلیس کا الزام عائد نہیں کیا۔

(i) حدثنا محمد، وهو ابن یوسف الفریابی، قال حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر ...... (حدیث نمبر ۱۲۷۲، کتاب السهو، باب موضع الذراعین)

(ii) حدثنا النعمان بن عبدالسلام عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن ابوهریرةؓ ...... الخ (حدیث نمبر ۱۶۵۶۔ کتاب قیام اللیل۔ باب اختلاف علی عائشة فی احیاء اللیل)

(iii) حدثنا عبدالرحمن عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابی بردہ عن علیؓ ...... الخ (حدیث نمبر ۵۲۲۸۔ کتاب الزینة۔ باب النهی عن الخاتم فی السبابة)

(iv) حدثنا قاسم قال حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجرؓ ...... الخ (حدیث نمبر ۵۰۸۳۔ کتاب الزینة۔ باب التطویل الجمة۔)

۵۔ امام ابوداؤدؒ نے اپنی سنن ابی داؤد میں میرے علم کے مطابق سفیان ثوری عن عاصم بن کلیب کی ۲ روایات لکھی ہیں۔

(i) حدثنا عبدالرزاق حدثنا الثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیه ...... الخ (حدیث نمبر ۲۸۰۱ کتاب الضحایا۔ باب وایجوز من السنن فی الضحایا)

(ii) حمید بن خوار عن سفیان ثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیه ...... الخ (حدیث نمبر ۳۱۹۲۔ کتاب الرجل۔ باب فی تطویل جمة اور ان احادیث پر سفیان ثوری کی تدلیس پر کوئی اعتراض نقل نہیں کیا)۔

۶۔ امام ابن ماجہؒ نے سنن ابن ماجہ میں میرے علم کے مطابق سفیان ثوری عن عاصم بن کلیب کی ۲ روایات نقل کی ہیں۔

(i) حدثنا عبدالرزاق انبانا الثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیه ...... الخ (حدیث نمبر ۳۲۶۰۔ کتاب الاضاحی۔ باما تجزی من الاضاحی)

(ii) سفیان بن عقبة عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیه ...... الخ (حدیث نمبر ۳۷۶۷۔ کتاب اللباس۔ باب کراهیة کثرة الشعر)

اور ان روایات پر امام الثوریؒ کی تدلیس / عن عاصم بن کلیب کی روایت پر کوئی اعتراض نہیں لکھا۔

لہٰذا اس تفصیل سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ امام سفیان بن سعید ثوریؒ کی عاصم بن کلیب سے معنعن اعن والی روایت کی محدثین کرام نے تصحیح کی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث پر محدثین کرام کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے اپنی کتاب نور العینین ص ۱۳۰ تا ص ۱۳۴ پر تقریباً ۲۰ محدثین کرام نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث پر اعتراضات وارد کیے ہیں۔ ان تمام اعتراضات کا بنیادی محور ”ثم لا یعود“ کے الفاظ ہیں۔ مگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ”ثم لا یعود“ کے الفاظ کے بغیر بھی ترک رفع یدین پر صراحتاً دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اپنے تمام الفاظ کے ساتھ صحیح اور ثابت ہے۔ اور احناف کا دعویٰ بغیر ”ثم لا یعود“ بھی ثابت ہوتا ہے۔ ان تمام محدثین کرام نے تقریباً ”ثم لا یعود“ کے لفظ پر اعتراض کیا ہے۔ مگر اس حدیث کی سند جمہور محدثین کرام کے نزدیک صحیح ہے۔

نکتہ: یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے اور اعتراض صرف ”ثم لا یعود“ کے الفاظ پر ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کے اعتراض کا جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے صہ ۱۳۰ پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی جرح نقل کی ہے ”لم یثبت حدیث ..... ابن مسعودؓ. (سنن ترمذی ۱/۵۹)

جواب: حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے اس جرح کا راوی سفیان بن عبدالملک ہے۔ سفیان بن عبدالملک حضرت ابن مبارکؒ کا قدیم شاگرد ہے۔ (دیکھیے الکاشف ۱/۴۳ تہذیب الکمال ص ۳۳۵) جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بھی روایت کرتے ہیں۔ اور اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن مبارک کے متاخر

راوی سوید بن نصر ہیں (ملاحظہ ہو الکاشف ۱/۲۳۰ تہذیب التہذیب ۲/۲۸۰) لہٰذا عبداللہ بن مبارکؒ سے یہ جرح مرجوح ہے۔ اس تحقیق سے درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں۔

۱۔ ابن مبارکؒ کی جرح قدیم تھی۔ لہٰذا جرح مرجوح ثابت ہوتی ہے۔

۲۔ ابن مبارکؒ نے اس حدیث کو خود روایت کیا ہے۔ (نسائی ۱/۱۵۸) جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابن مبارکؒ نے اپنی جرح سے رجوع کر لیا تھا۔

۳۔ ابن مبارکؒ کی جرح کرنا اور پھر اسی حدیث کو روایت کرنا ابن مبارکؒ کے قول میں تعارض بھی ثابت کرتا ہے۔ اور اس طرح دونوں قول ساقط قرار پائیں گے۔

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب مقالات جلد نمبر ۲ ص ۲۷۰ پر لکھتا ہے:

”یہاں کسی قسم کا تعارض و تضاد ہرگز نہیں ہے کہ ناسخ و منسوخ یا مقدم و موخر دیکھا جائے اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ سوید بن نصر متاخر شاگرد ہیں تو اس سے راجح مرجوح یا ناسخ منسوخ ثابت نہیں ہوتا“۔

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مزید لکھتا ہے: مجھے الکاشف ۱/۲۳۰ اور تہذیب التہذیب ۲/۲۸۰ میں یہ حوالہ نہیں ملا کہ سفیان بن عبد الملک، امام ابن المبارک کے قدیم السماع شاگرد تھے اور سوید بن نصر آخر السماع شاگرد تھے۔ معترض نے بھی اصل عبارتیں پیش نہیں کیں اور غالباً وفیات سے خود نتیجہ نکالا ہے۔ (واللہ اعلم)

جواب:۔

عرض یہ ہے کہ ایک طرف امام عبداللہ بن مبارک اس پر جرح کرتے ہیں اور دوسری طرف اس حدیث کو روایت بھی کر رہے ہیں۔ لہٰذا یہ بات اہم ہے کہ آیا کہ روایت پہلے کی یا جرح پہلے کی؟ کیونکہ اگر حضرت عبداللہ بن مبارک اس حدیث سے مطمئن نہ ہوتے تو اس روایت کو نقل بھی نہ کرتے اور بیان بھی نہ کرتے۔ اگر حضرت عبداللہ بن مبارک کی جرح ثابت ہوتی تو امام ترمذی اس جرح کو حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود (ترک رفع یدین)

کے بعد نقل کرتے مگر اس کے برعکس اس جرح کو امام ترمذی اس حدیث سے پہلے اور الگ باب رفع یدین عند الرکوع ۲/۳۶ میں نقل کیا ہے مزید یہ کہ اگر یہ جرح ثابت ہوتی تو امام ترمذی سنن ۲/۴۰ پر اس حدیث کی تحسین اور تصحیح نہ کرتے۔ مزید یہ کہ اس حدیث کو عرب کے نامور سلفی علماء بشمول احمد شاکر، ناصر الدین البانی اور شعیب الارنؤوط وغیرہم نے تصحیح بھی کی ہے۔

مزید یہ کہ سفیان بن عبدالمالک کا امام عبداللہ بن مبارک کا قدیم شاگرد ہونا ثابت ہے اگر جناب غالی صاحب حافظ ابن حجر کی تقریب التہذیب رقم ۲۴۴۷ کا مطالعہ کر لیتے تو وہاں یہ الفاظ موجود ہیں کہ "سفیان بن عبدالملک من کبار اصحاب ابن المبارک، ثقہ، من قدماء العاشرۃ" اور سوید بن نصر کے ترجمہ میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ "ثقہ من العاشرۃ" (تقریب التہذیب رقم ۲۶۷۹)۔ حافظ ابن حجر کے حوالہ جات سے صاف ثابت ہے کہ سفیان بن عبدالمالک قدیم شاگردوں میں سے ہیں۔ اگر جناب غالی صاحب کو پھر بھی کوئی شبہ ہو تو مزید ایک حوالہ پیش خدمت ہے۔

"قال ابو داؤد: سمعت احمد قال اصحاب ابن المبارک القدماء سفیان یعنی ابن عبدالمالک"۔ (سوالات ابی داؤد رقم ۵۶۱)

ترجمہ:۔ امام ابوداؤد نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا کہ انہوں نے کہا کہ اصحاب عبداللہ بن مبارک میں سفیان بن عبدالملک قدیم راویوں/اصحاب میں سے ہے۔

کیوں غالی غیر مقلد صاحب اب تو معلوم ہو گیا ہوگا آپ کو کہ سفیان بن عبدالملک حضرت عبداللہ بن مبارک کے قدیم شاگردوں اور اصحاب میں سے ہے۔ رہی آپ کی یہ چالاکی کہ یہاں کسی قسم کا تعارض وتضاد ہرگز نہیں کہ ناسخ ومنسوخ یا مقدم وموخر دیکھا جائے تو جناب ایسی چالاکی آپ ہی کو مبارک ہو۔ جناب واضح طور پر ۲ مختلف پہلو سامنے آرہے ہیں مگر

آپ اس محاورہ پر پورا اترنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ "میں نہ مانوں" اگر تعارض نہیں بھی ہے تو پھر بھی موخر اور مقدم کی اہمیت تو ضرور ہے۔ یہ معلوم کرنا بھی عین اصول کے مطابق ہے کہ سفیان بن عبدالملک متقدم شاگرد ہے یا کہ متاخر؟۔ اسی طرح سوید بن نصر راوی بھی ہے۔ اگر آپ میں علمی جرات ہے تو سفیان بن عبدالملک کو متاخر شاگرد ثابت کریں ورنہ طوطے کی طرح میں نہ مانوں کا رٹا لگانا چھوڑ دیں۔ لہذا سوید بن نصر کی روایت کو کم از کم ترجیح تو ہوگی۔

غالی کی مکاری:

زبیر علیزئی نے مقالات ۳/۳۴۲ پر لکھا کہ "زیلعی حنفی نے ابن قطان کی کتاب الوہم والایہام سے نقل کیا ہے کہ ترمذی نے ابن مبارک سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: وکیع کی حدیث صحیح نہیں ہے" (نصب الرایہ ۱/۳۹۵)۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابن مبارک کی جرح اسی روایت پر ہے، جسے امام وکیع نے سفیان ثوری سے بیان کیا تھا۔ لہذا بعض الناس کا اس جرح کو طحاوی والی روایت پر فٹ کر دینا غلط ہے"۔

الجواب:۔ زبیر علیزئی جیسا نام نہاد عالم ایسی تحریر بھی لکھ سکتا ہے یہ حیرت کا مقام ہے۔ زبیر علیزئی سے عرض ہے کہ اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو ترمذی سے ان الفاظ کو ثابت کریں۔ جب اصل کتاب موجود ہے تو ناقل پر بھروسہ کیوں؟

اعتراض:۔ غالی اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ "یہ سوال مجھ سے نہیں بلکہ زیلعی اور ابن القطان سے ہے کیونکہ ابن القطان کی روایت ہے۔ دوسرے یہ کہ معترض نے اسی روایت پر جرح کو تسلیم کر کے مرجوح قرار دینے کی کوشش کی ہے جو اس کی دلیل ہے وہ اسی روایت پر جرح ثابت سمجھتے ہیں۔ مزید لکھتا ہے مرجوح ہونے کی کو دلیل نہیں بلکہ یہ حلقی دماغ کی کھوپڑی ہے"۔ (مقالات ۴/۲۷۱)

جواب الجواب: جواب میں زبیر علیزئی نے درج بالا مکاری اور چالاکی دکھانے کی کوشش کی۔ عرض یہ ہے کہ یہ اعتراض اور سوال امام زیلعیؒ اور ابن القطانؒ سے نہیں بلکہ جناب غالی غیر مقلد زبیر علیزئی سے ہے کیونکہ اس عبارت سے استدلال جناب غالی زبیر علیزئی نے کیا ہے اور اس سے نتیجہ (کہ ابن مبارک کی جرح اسی روایت پر ہے جسے امام وکیع ،سفیان ثوری سے بیان کیا تھا) بھی جناب غالی نے اخذ کیا ہے۔ اگر ابن القطان یا امام زیلعی سے اگر کوئی تسامح واقع ہو گیا اور آپ کو معلوم بھی ہے تو پھر ایسی بات لکھنا، آپ کی مکاری اور عیاری ہے۔ اگر کوئی محدث آپ کے خلاف کوئی بات لکھے تو آپ تو فوراً فتویٰ لگا دیتے ہیں اب جب جناب غالی کے مؤید ایک حوالہ آ گیا تو جھٹ سے لپک لیا۔ اسی کو تو کہتے ہیں غلو اور تعصب اور مسلکی حمایت۔ مزید یہ کہ اگر جناب کو ابن مبارک کے دو مختلف پہلو سمجھ نہیں آ رہے اور اس میرے دماغ کی کھچڑی قرار دے کر راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ تو جناب آپ ہی کے پیش کردہ شعر کا آپ پر ہی صادق آتا ہے:

آنکھیں ہیں اگر بند تو پھر دن بھی رات ہے　　اس میں سورج کا بھلا کیا قصور ہے

مزید یہ ہے کہ جو مرجوح بات کے مقابلہ میں راجح کا پہلو ہے وہ سب کو ہی مسلم ہے۔ لہذا میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک کی جرح (مرجوح) کو ان کی اپنی بیان کردہ ترک رفع یدین والی حدیث (نسائی ۱/۱۵۹ موجود ہے) پر فوقیت حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ لہذا سنن نسائی ۱/۱۵۹ پر حضرت عبداللہ بن مبارک کی حدیث ہی راجح ہو گی۔ اگر ان دونوں اقوال میں تضاد بالفرض ثابت نہ ہو پر بھی فوقیت حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی روایت کردہ ترک رفع یدین والی حدیث ہی کو ہو گی اور قارئین کرام یہ بھی یاد رکھیں کہ کسی کا یہ کہنا ہر مقام پر ضروری نہیں (دیگر قرائن کی روشنی میں) کہ یہ قول یا پہلو راجح یا مرجوح ہے کیونکہ دیگر قرائن اور روشنی میں دلائل کو راجح اور فوقیت دی جا سکتی ہے۔

مزید یہ کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی جرح کو جواب امام دقیق العید (نصب الرایہ ۱/۳۵۹) علامہ بدر الدین عینی شرح سنن ۲۱۳، ابن القطان (بیان الوہم والایہام ۲/۳۶۷) محدث ماردینی ترکمانی (الجواہر النقی ۲/۷۷) نے بڑے شرح اور بسط کے ساتھ دیا ہے۔ لہذا پھر بھی ابن مبارک کی جرح کی حیثیت قائم نہیں رہ سکتی۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اگر جرح میں کوئی وجہ مفسر بیان نہ ہو تو جرح قابل قبول نہیں ہوتی اور خاص اس وقت جب مسئلہ اختلافی ہو اور یہ بات تو ثابت ہے کہ ائمہ احناف کے ساتھ محدثین کرام اور دیگر لوگوں کا تعصب، حسد اور کینہ تھا اور حافظ ابن عبدالبر تو اپنی کتاب الانتقاء میں محدث یحییٰ بن معین صحیح سند سے قول نقل کیا ہے کہ اہل حدیث محدثین نے احناف کے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے لہذا احناف کے ائمہ اور احناف کے اخذ شدہ روایات کے خلاف کسی بھی محدث کی بات چاہے وہ کتنا ہی ثقہ نہ ہو بغیر کسی دلیل کے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اس مقام پر یاد رہے کہ محدثین کرام (بقول یحییٰ بن معین وغیرہم) نے احناف پر زیادتی کی ہے نہ کہ احناف نے محدثین (شافعی، مالکی اور حنبلی) پر۔ یاد رہے کہ اس وقت احناف کو اہل الرائے جبکہ ان کے مخالفین (شافعی، مالکی اور حنبلی) کو محدثین یا اہل حدیث کہتے تھے اس مقام پر یہ بات اہم ہے کہ اگر بالفرض ابن مبارک کی اس جرح کو ثابت بھی مان لیا جائے پھر بھی یہ بات اپنی جگہ قائم رہے گی کہ ابن مبارک کی ابتداء میں امام ابو حنیفہ سے چپقلش تو رہی تھی اور رفع یدین کے موقف پر شروع میں امام اعظم ابو حنیفہ کے مخالف تو رہے ہیں لہذا مخالف کی جرح کیسے قبول کی جا سکتی اور وہ بھی بغیر کسی وجہ اور دلیل کے۔ یاد رہے کہ ہر جگہ یہ اصول لاگو بھی نہیں ہوتا صرف اس جگہ قابل قبول ہو گا جہاں پر اختلاف ضد یا حسد کی کوئی دلیل موجود ہو۔

۱۔ علامہ مغلطائیؒ کا جواب:

ان عدم ثبات عند ابن المبارک لایمنع من اعتبار رجالہ والنظر فی رأیہ و

الحدیث یدور علی عاصم بن کلیب' وهو ثقه عند بن حبان' و ابن سعد' واحمد بن صالح المصری' و ابن شاهین' و یحیی بن معین والفسوی و غیرهم. (شرح ابن ماجه ۵/۱۴۶۷)

لہٰذا زبیر علیزئی صاحب کا ابن مبارکؒ کی جرح کو نقل کرنا مردود ثابت ہوتا ہے۔

۲۔ شیخ الاسلام ابن دقیق العید مالکی شافعیؒ کا جواب:

بیان عدم الثبوت اخبر عند المبارک لایمنع من انظر فیه وهو یدور علی عاصم بن کلیب وقد وثقه ابن معین۔ (نصب الرایہ ۱/۳۵۹)

۳۔ امام ترمذیؒ کا جواب:

امام ترمذیؒ نے سنن ترمذی ۱/۵۹ میں امام ابن مبارک کی جرح نقل کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو نقل کرنے کے بعد حسن صحیح کے الفاظ درج کر کے یہ بتادیا ہے کہ امام ترمذیؒ کے نزدیک امام ابن مبارکؒ کی جرح مرجوح یا ثابت نہیں تھی۔

۴۔ امام بدرالدین عینیؒ کا جواب:

امام بدرالدین عینیؒ نے ابن مبارک کی جرح نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ "ان عدم ثبوت اخبر عند ابن مبارک لا یمنع عن انظر فیه' وهو یدور علی عاصم بن کلیب' وقد وثقه ابن معین." (شرح سنن ابی داؤد ۳/۳۴۲)

۵۔ حافظ ابن القطانؒ کا جواب:

حافظ ابن القطان الفاسیؒ نے ابن مبارک کی جرح نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ "والحدیث عندی لعدالة رواته. اقرب الی صحة". (بیان الوهم والایهام ۳/۳۶۷)

۶۔ محدث ماردینیؒ کا جواب:

علامہ علاؤالدین الماردینیؒ فرماتے ہیں۔ "عن عدم ثبوته عند ابن المبارک

معارض ثبوته غیره فان ابن حزم صححه فی المحلی و حسنه ترمذی۔ "یعنی ابن مبارک کے نزدیک اس کا عدم ثبوت معارض ہے دوسروں کے نزدیک ثبوت کے ساتھ اور ابن حزم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے محلی میں اور امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔ (جواہر النقی ۲/۷۷)

۷۔ محدث وصی احمد سورتیؒ کا جواب:

حضرت علامہ محدث وصی احمد سورتیؒ فرماتے ہیں۔ "الجواب قال الشیخ فی الامام بان عدم ثبوته عنده لا یمنع النظر فیه وهو یدور علی عاصم وثقه' ابن معین و اخرج له مسلم (التعلیق المجلی شرح منیۃ المصلی صہ ۳۰۵) یعنی ابن مبارک کے نزدیک حدیث کا ثبوت نہ ہونا اس پر عمل کرنے سے نہیں روکتا کیونکہ اس حدیث کا دارومدار عاصم بن کلیب پر ہے۔ اور امام ابن معین نے اس کو ثقہ کہا ہے اور امام مسلم نے روایت لی ہے۔

امام شافعیؒ کے اعتراض کا جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین صہ ۱۳۱ پر امام شافعی کا اعتراض نقل کیا۔

"امام شافعیؒ نے ترک رفع یدین کی احادیث کو رد کر دیا کہ یہ ثابت نہیں ہیں"۔ (کتاب الام ج ۷ صہ ۲۰۱، سنن الکبری ۲/۸۱، فتح الباری ۲/۲۲۰) قال الزعفرانی قال شافعی فی القدیم ولا یثبت زعفرانی نے کہا کہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ یہ ثابت نہیں ہے۔"

جواب: زبیر علیزئی صاحب سے عاجزانہ عرض ہے کہ امام شافعیؒ کے جرح کے الفاظ نقل کریں تاکہ قارئین کو یہ اندازہ ہو سکے کہ جرح کی حیثیت کیا ہے۔ لہٰذا مبہم الفاظ کی جرح و تعدیل کے میدان میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی مرفوع حدیث پر زبیر علیزئی غیر مقلد نے نور العینین ص ۱۳۱ نے امام شافعیؒ سے جرح نقل کی کہ امام شافعیؒ ترک رفع

یدین کی احادیث کو رد کر دیا کہ یہ ثابت نہیں ہیں۔ اور اس بات پر ۳ حوالے نقل کیے۔ ایک
کتاب الام ۷/۲۰۱، دوسرا السنن الکبری للبیہقی ۲/۸۱ اور تیسرا فتح الباری ۲/۲۲۰۔

اول: کتاب الام ۷/۲۰۱ میں امام شافعی سے واضح طور پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی
ترک رفع یدین پر کوئی اعتراض موجود نہیں جسکا اقرار خود زبیر علیزئی نے مقالات جلد ۴ ص
۲۷۳ کیا ہے۔ زبیر علیزئی صاحب لکھتے ہیں۔ ''روایت مذکورہ پر امام شافعی کی جرح کتاب
الام الشافعی ۷/۲۰۱ میں اشارتاً موجود ہے لہذا یہ تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی
مرفوع حدیث پر کوئی واضح جرح امام شافعی سے موجود نہیں ہے۔

دوم: دوسرا حوالہ السنن الکبری بیہقی ۲/۸۱ میں امام شافعی کی جرح " قال الزعفرانی
قال الشافعی فھی القدیم ولا یثبت عن علی وابن مسعود یعنی فارووہ
عنھما من انھما کان لا یرفعان ایدیھما فی شئی من الصلاۃ الافی تکبیرۃ
الافتتاح " کو امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے موقوف حدیث
کے بعد درج کیا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ امام شافعی کی یہ جرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور
حضرت علی المرتضیٰؓ کی موقوف احادیث کے بارے میں تھی اسکو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی
مرفوع حدیث پر لاگو کرنا ظلم اور بے انصافی ہے۔ مزید یہ کہ اس حوالہ میں امام بیہقی سے امام
الزعفرانیؒ تک کی سند نامعلوم ہے۔

اعتراض :۔ جبکہ زبیر علیزئی نے جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے مقالات جلد ۴ ص ۲۷۳
پر لکھا ہے'' کہ حسن بن محمد الزعفرانی تک بیہقی کی صحیح سند السنن الکبری میں موجود ہے ۱/۲۶
لہذا زرقانی سے شافعی تک کی کوئی ضرورت نہیں ہے''۔

جواب :۔ عرض یہ ہے کہ جناب اس جرح کی سند نقل کریں نہ کہ گذشتہ اقوال میں سے
کسی قول کی سند پیش کر کے جان چھڑوالیں۔ امام بیہقی نے جرح السنن الکبری ۲/۸۱ پر کی

ہے، جبکہ آپ اسکی سند السنن الکبری ۱/۲۶ سے کسی دوسرے قول سے پیش کر رہے ہیں۔ اگر
بالفرض اس سند کو مان بھی لیں تو پھر بھی جناب اس سند کے تمام راویوں کی ثقاہت آپ پر
لازم ہے۔ السنن الکبری ۱/۲۶ پر سند کچھ یوں ہے۔'' رواہ لقدیم کما اخبرنا ابو عبد
اللہ الحافظ اخبرنا ابو الولید الفقیہ حدثنا مؤمل بن الحسن حدثنا الحسن
بن محمد الزعفرانی عن الشافعی رضی اللہ عنہ''

جناب اس سند کی ذرا توثیق تو فرمائیں؟ تا کہ عام لوگوں کو اس سند کے بارے
میں بھی معلوم ہو جائے اور آپ کی یہ لفاظی بھی عام لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ لہذا اس درج
بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ السنن الکبری بیہقی ۲/۸۱ والے حوالے میں امام شافعی کے قول کی
سند کی توثیق نامعلوم ہے اور یہ کہ امام شافعی کا یہ قول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی موقوف
روایت پر ہے نہ کہ مرفوع حدیث پر لہذا اس حوالے کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مرفوع
روایت میں پیش کرنا زبیر علیزئی کا اپنا جھوٹ ہے۔

سوم: حوالہ نمبر ۳ حافظ ابن حجرؒ کی فتح الباری ۲/۲۲۰ کا ہے۔ اس حوالے میں حافظ ابن
ابن حجرؒ'' کو تسامح ہوا ہے کیونکہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مرفوع حدیث پر امام
شافعی کے غیر ثابت شدہ قول (جو ہے بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی موقوف حدیث پر)
منطبق کیا ہے اور اس تسامح کی وجہ سے امام الزرقانی کو بھی اشتباہ ہوا اور انہوں نے حافظ
ابن حجرؒ کے الفاظ بعینہ نقل کر دیئے جیسے کہ الزرقانی کی شرح موطا ج ۱ ص ۱۴۳ کی عبارت
سے واضح ہے۔ لہذا جب اصل جرح ہی امام شافعی کی ثابت نہیں تو ناقل کا کیا اعتبار اور وہ
بھی موقوف کی جگہ مرفوع روایت پر۔

(۲) امام ماردینی کے قول'' وقول الشافعی بعد ذلک وانما رواہ عاصم بن
کلیب عن ابیہ عن علی دلیل ثبوت ذلک عن علی لان عاصم واباہ ثقتان

کما تقدم (الجواھر النقی ۲،۷۹) سے یہ بات صاف واضح ہوتی ہے کہ امام شافعی حضرت علیؓ کی موقوف ترک رفع یدین والی حدیث کو ثابت مانتے ہیں۔ لہذا کم از کم حضرت علیؓ کی ترک رفع یدین والی حدیث امام شافعی کے نزدیک ثابت ہے۔

نوٹ: اس درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ امام شافعی کی جرح کو (جو کہ ابھی تک ثابت بھی نہیں) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی مرفوع حدیث کی طرف نسبت خطا اور غلطی ہے اور اگر دیگر حضرات کرام امام شافعی کا حوالہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی مرفوع حدیث کی طرف منسوب کرتے ہیں تو پھر ان کو جرح کی سند ثابت کرنا پڑے گی۔

ذہن نشین رہے کہ امام شافعی کے علاوہ دیگر محدثین کرام نے بھی حدیث حضرت علیؓ کی موقوف ترک رفع یدین کو صحیح اور ثابت کہا ہے حضرت علی المرتضی کی موقوف حدیث پر غیر مقلد زبیر علیزئی کے تمام اوھام اور اعتراضات کے جوابات ہم نے اسی کتاب ترویح العینین فی رد نور العینین میں شرح وبسط کے ساتھ دے دیا ہے۔ ان شاء اللہ یہ کتاب عنقریب طبع ہو جائے گی۔

امام احمد بن حنبلؒ کے اعتراض کا جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین ص ۱۳۱ پر امام احمدؒ کا اعتراض نقل کیا ہے۔

''احمد بن حنبلؒ نے اس روایت پر کلام کیا۔'' (جزء رفع یدین: ۳۲، مسائل احمد روایۃ عبد اللہ بن احمد ۱/۲۴۰)۔

جواب: امام احمد بن حنبلؒ نے مسائل احمد روایۃ عبد اللہ بن احمد ۱/۲۴۰ پر اس حدیث کے راویوں پر کوئی جرح نقل کی۔ امام احمدؒ نے صرف "ثم لا یعود" کے الفاظ پر اعتراض وارد کیا ہے۔ مگر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی حدیث ثم لا یعود کے الفاظ کے بغیر بھی ترک رفع یدین پر نص اور دال ہے۔ ترمذی شریف ۱/۵۹ اور نسائی ۱/۱۲۰ اور ابو

داؤد شریف ۱/۱۱۶ میں یہ حدیث ثم لا یعود کی زیادت کے بغیر نقل کی گئی۔

امام احمد نے اپنی مسند احمد ۱/۳۸۷ میں خود یہ حدیث امام وکیع سے نقل کی ہے۔ جس یہ وضاحت ہو جاتی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک یہ حدیث مقبول اور قابل احتجاج اور صحیح تھی۔ لہذا زبیر علیزئی صاحب کا امام احمدؒ کی جرح وہ بھی صرف ثم لا یعود کے الفاظ نقل کرنا مردود اور غلط ہے۔ امام احمدؒ کی مسند احمد کے بارے میں قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔

"کل ما کان فی المسند فھو مقبول" مسند احمد کی ہر حدیث مقبول ہے۔ (نیل الاوطار ۱/۲۰)

امام احمدؒ کی جرح کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کی جرح کے الفاظ مکمل نقل کیے جائیں۔ قال ابی: حدیث عاصم بن کلیب رواہ ابن ادریس فلم یقل: "ثم لا یعود" (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال صہ ۳۷۰ رقم: ۷۱۳)

رقم ۷۱۴. حدثنی ابی قال: حدثنا یحییٰ بن آدم قال: املاء علی عبد اللہ بن ادریس من کتابہ عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود قال: حدثنا علقمہ عن عبد اللہ قال: علمنا رسول اللہ ﷺ الصلاۃ: فکبرو رفع یدیہ ثم رکع، وطبق یدیہ وجعلھما بین رکبتیہ، فبلغ سعدا فقال: صدق اخی قد کنا نفعل ذلک. ثم امرنا بھذا واخذ بر کبتیہ. (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال صہ ۳۷۰ رقم ۷۱۴)

امام احمد بن حنبلؒ نے اس حدیث پر کوئی جرح نقل نہیں کی صرف یہ لکھا ہے کہ ابن ادریس کے روایات میں ''ثم لا یعود'' کے الفاظ نہیں ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ سے جو الفاظ جزء بخاری رقم ۳۲ میں منقول ہیں ان میں تحریف ہوئی ہے۔ جزء رفع یدین کے الفاظ ہیں

"وقال احمد بن حنبل عن یحییٰ بن آدم: نظرت فی کتاب عبد اللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب لیس فیہ "ثم لا یعود".

جزء رفع یدین رقم: ۳۲ میں الفاظ "نظرت فی کتاب عبد اللہ بن ادریس

عن عاصم بن کلیب لیس فیه ثم لا یعود" میں تحریف اور گڑبڑ ہے۔ لہٰذا جزء رفع یدین:۳۲ کا حوالہ پیش کرنا علمی خیانت اور تحریف ہے۔ اس عبارت کے علاوہ بھی جزء رفع یدین کی عبارت میں گڑبڑ موجود ہے۔

نوٹ: امام احمد نے "ثم لا یعود" کے زیادتی کا اعتراض بھی امام سفیان ثوریؒ پر نہیں بلکہ امام وکیعؒ پر کیا ہے۔

لہٰذا درج بالا تحقیق سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک یہ حدیث سنداً اور متناً (بغیر ثم لا یعود) کی مقبول اور قابل حجت ہے۔ لہٰذا امام احمد کو اس حدیث کے جارحین میں شمار کرنا غلط اور مردود ہے۔

غالی کی مکاری: غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات جلد۲ صفحہ ۳۲۷ پر لکھتا ہے:

سب سے پہلے عرض ہے کہ ثم لا یعود الا فی اول مرۃ اور الا مرۃ واحدہ وغیرہ الفاظ کا مطلب ایک ہی ہے اور انہیں الفاظ پر محدثین کرام نے جرح کی ہے ان الفاظ کے بغیر یہ روایت سفیان ثوری نے نہیں بلکہ عبداللہ بن ادریس نے بیان کی ہے اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن ادریس کی روایت صحیح ہے لیکن اس سے احناف اور احناف سے علیحدہ فرقے بریلویہ کا دعوی ہرگز ثابت نہیں ہوتا لہٰذا معترض کا بار بار تکرار کرنا کہ اس کے بغیر بھی ثابت ہے جھوٹ اور فراڈ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے"۔

جواب: عرض یہ ہے کہ محدثین کرام نے جس الفاظ پر جرح نقل کی، میں نے اسے بڑی ہی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ ان تمام محدثین کرام کا لفظ ثم لا یعود پر اعتراض ہے باقی حدیث کے الفاظ اور سند بالکل صحیح اور متصل ہے۔ جتنا اعتراض محدثین کرام نے کیا اتنا ہی قبول کریں۔ جناب شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار بننے کی کوشش نہ کریں، اپنی چالاکی اپنے پاس سنبھال کر رکھیں۔ ثم لا یعود، الا فی اول مرۃ اور الا مرۃ واحدہ کو ایک ہی بتانے کی باطل

کوشش نہ کریں کیونکہ محدثین کرام نے ثم لا یعود کے لفظ پر اعتراض وارد کیا ہے۔ لہٰذا تمام الفاظ کو محدثین کرام کی جرح کے تحت نقل کرنا آپ کا جھوٹ اور فریب ہے عام لوگوں کو کب تک دھوکہ دینگے۔ یہاں پر درج ذیل ایک حوالہ نقل کر دیتا ہوں، تا کہ زبیر علیزئی کے اس اعتراض کے غبارے سے ہوا نکل جائے۔

غیر مقلد زبیر علیزئی کے ممدوح حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

وهذا الحديث روى باربعة الفاظ احدها قوله فرفع يديه فى اول مرة ثم لم يعد والثانية فلم يرفع يديه الا مرة الثالثة فرفع يديه فى اول مرة لم يذكر سواها والرابعة فرفع يديه مرة واحدة والادرج ممكن فى قوله ثم لم يعد واما باقياه فاما ان يكون قدروى بالمعنى واما ان يكون صحيحا"۔ (تہذیب السنن ۱/۳۶۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود کی یہ حدیث چار قسم کے الفاظ کے ساتھ روایت کی گئی ہے اول پہلی مرتبہ دونوں ہاتھ اٹھائے دوسری مرتبہ نہیں اٹھائے۔ (اول مرۃ ثم لم یعد)

دوم پہلی مرتبہ کے علاوہ ہاتھ نہیں اٹھائے۔ (فلم یرفع یدیہ الا مرۃ)

سوم پہلی مرتبہ ہاتھ اٹھائے۔ (فرفع یدیہ فی اول مرۃ)

چہارم ایک ہی مرتبہ دونوں ہاتھ اٹھائے۔ (فرفع یدیہ مرۃ واحدۃ)

(حافظ ابن قیم لکھتے ہیں) اس حدیث میں لفظ ثم لم یعد کا مدرج (زیادتی الفاظ) ہونا تو ممکن ہے لیکن باقی الفاظ حدیث اور روایت بالمعنی ہیں اسی طرح صحیح ہیں۔ کیوں جناب غالی غیر مقلد زبیر علیزئی صاحب اب معلوم ہا کہ ترک رفع یدین کی احادیث میں مختلف الفاظ موجود ہیں، جس میں ثم لا یعود پر تو اعتراض ہو سکتا ہے مگر باقی تینوں روایات اور ان کا مفہوم اور متن بالکل صحیح ہے جناب غالی صاحب اگر میری نہیں مانتے تو اپنے امام حافظ ابن قیم کی تو بات مان لیں۔

نکتہ: غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ دھوکہ ہے کہ ثم لا یعود اور اول مرۃ وغیرہ کا مطلب ایک ہی ہے کیونکہ اگر ثم لا یعود اور اول مرۃ کا مطلب ایک ہی ہے تو پھر امام نسائی کی روایت میں یہ دونوں الفاظ ایک ساتھ ہی وارد ہوئے ہیں اگر ثم لا یعود اور اول مرۃ کا ایک ہی مطلب ہوتا تو پھر دونوں الفاظ کو ایک ہی روایت میں نہ لے کر آتے ان دونوں الفاظ کے ایک ہی ساتھ ایک ہی روایت میں آنا یہ بات ثابت کرتا ہے کہ یہ دونوں الفاظ مختلف ہیں اور مفہوم بھی الگ بنتا ہے۔ جناب غالی غیر مقلد صاحب ذرا سنن نسائی رقم: ۱۰۲۶ کی روایت تو ملاحظہ کیجئے:

"اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبد اللہ بن مبارک عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبداللہ قال الا اخبرکم بصلاۃ رسول اللہ ﷺ قال فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یعد"۔

کیوں جناب اپنا ذرا غور شریف ادھر بھی کیجئے اس روایت میں اول مرۃ بھی اور ثم لم یعد کے الفاظ دونوں موجود ہیں اگر ان دونوں کا مطلب ایک ہی ہے تو دونوں ایک روایت میں اکٹھے کیوں ستعمال ہو گئے؟ لہذا آئندہ ثم لم یعد اور اول مرۃ کو ایک کہنے کی رٹ چھوڑ دیں ورنہ یہ نہ ہو کہ آپ کا اپنا استعمال شدہ مصرع آپ ہی پر فٹ نہ آ جائے:

''غیرت تھا نام جس کا گئی تیمور کے گھر سے''

غالی کی مکاری:

قارئین کرام! راقم نے امام احمد بن حنبل ہی کی جرح پر اپنی دوسری کتاب اعتراضاتی مضامین کا جواب ص ۱۲۲ پر لکھا تھا کہ امام بخاری کی طرف منسوب جزء رفع یدین رقم ۳۲ میں امام احمد بن حنبل سے جو الفاظ نقل کیے گئے ہیں: "وقال احمد بن حنبل عن یحی بن آدم نظرت فی کتاب اللہ عبد اللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب لیس فیہ ثم

لا یعود" یہ الفاظ امام احمد بن حنبل کی اپنی کتاب میں ثابت ہی نہیں ہیں۔ جس پر غالی غیر مقلد مقالات ۲۷ ۴۳/۴ نے کچھ اسطرح گل افشانی کی ہے۔

غالی غیر مقلد لکھتا ہے۔ یہ الفاظ یقیناً ثابت ہیں۔ جس کی دو دلیلیں درج ذیل ہیں:

۱۔ امام بخاری (ان الفاظ کے راوی) زبردست ثقہ امام اور امیر المومنین فی الحدیث تھے۔

۲۔ جزء رفع یدین امام بخاری سے بلاشک وشبہ ثابت ہے۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ جب امام احمد بن حنبل کی اصل کتاب موجود ہے تو پھر ناقل کی کیا ضرورت ہے امام احمد بن حنبل کے الفاظ اپنی کتاب میں معتبر ہیں یا کہ بیان کرنے والے راوی امام بخاری کے جن کی سماعت بھی ثابت نہیں اور اگر سماعت ثابت بھی ہوتی تو پھر بھی امام احمد بن حنبل کی اپنی کتاب میں لکھے ہوئے الفاظ کا اعتبار ہوتا لہذا عام لوگوں کو دھوکہ دینا چھوڑ دیں امام احمد بن حنبل کے اپنے الفاظ کچھ یوں ہیں:

"قال ابی حدیث عاصم بن کلیب رواہ ابن ادریس فلم یقل ثم لا یعود"۔ (کتاب العلل رقم ۷۱۳)

امام احمد بن حنبل کی اپنی کتاب العلل رقم: ۷۱۳ کی عبارت اور امام بخاری کی نقل کردہ الفاظ جزء رفع یدین رقم ۳۲ میں بڑا فرق ہے لہذا خواہ مخواہ ضد کرنا اچھی بات نہیں ہے اگر جزء رفع یدین امام بخاری سے ثابت بھی ہو تو پھر بھی فوقیت امام احمد بن حنبل کی کتاب کو ہوگی کیونکہ اصل کو ناقل کے مقابلے میں فوقیت ہوتی ہے۔ امام بخاری کی ثقاہت کا کسی نے انکار نہیں کیا لہذا خواہ مخواہ لکھنا کہ امام بخاری زبردست ثقہ ہیں ایک عجیب بات لگتی ہے اور اگر علمی جرات ہے تو جزء رفع یدین کے ایک ایک راوی کی توثیق اصول کے مطابق پیش کریں۔ یہ بات کہ محمود بن اسحاق الخزاعی کی ایک روایت کو حافظ ابن حجر نے حسن کہا ہے تو یہ بھی اصول کے

خلاف ہے کیونکہ حافظ ابن حجر نے دو سندوں کا ذکر کر کے حدیث کو حسن کہا ہے۔ اگر ہمت ہے تو حافظ ابن حجر سے محمود بن اسحاق الخزاعی کے بارے میں حسن الحدیث یا صحیح الحدیث کے الفاظ ثابت کریں ورنہ ایسے علمی ڈھکوسلے عام لوگوں کو تو اچھے لگ سکتے ہیں مگر اصول الحدیث کے میدان میں ایسے حوالہ جات کی کچھ حیثیت نہیں ہوتی ہے۔ لہذا محمود بن اسحاق الخزاعی کے بارے ثقاہت ثابت کریں باقی ادھر ادھر کی باتیں رہنے دیں کیونکہ بالجزم والی بات بھی اصول کے مطابق غلط ہے۔

غالی کی مکاری :

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۴/۲۷۴ فقرہ ۵۷ اپر لکھتا ہے:

"کہ رفع یدین کے الفاظ کے ساتھ (امام احمد بن حنبل) ہرگز صحیح نہیں مانتے بلکہ ثم لا یعود، الا فی اول مرۃ یا الا مرۃ واحدہ والی روایت کو ضعیف اور امام ابن ادریس والی روایت کو صحیح مانتے ہیں"۔

جواب:

عرض یہ ہے کہ گذشتہ سطور میں یہ واضح کر دیا تھا کہ ثم لا یعود، الا فی اول مرۃ اور الا مرۃ واحدہ الفاظ مختلف ہیں اور مختلف روایات میں مختلف الفاظ آئے ہیں سنن نسائی رقم ۱۰۲۶ میں اول مرۃ ثم لم یعد کے الفاظ دونوں ساتھ آئے ہیں جس سے یہ واضح ہے کہ یہ دونوں الفاظ جدا اور الگ ہیں لہذا جناب غالی صاحب بار بار طوطے کی طرح رٹا لگانا چھوڑ دیں کہ یہ الفاظ ثم لا یعود اور الا فی اول مرۃ کا مفہوم ایک ہی ہے اگر علمی استعداد ہے تو امام احمد بن حنبل سے الا فی اول مرۃ کے الفاظ پر اعتراض ثابت کر کے دکھاؤ ثم لا یعود اور اول مرۃ کا معنی و مفہوم ایک ہے ایسی شاطرانہ چالیں کھیل کر عام لوگوں کو بہکانا ایک مردود اور قبیح فعل ہے کچھ تو خدا کا خوف کریں۔

مزید یہ کہ امام احمد بن حنبل نے کس جگہ حضرت عبداللہ بن ادریس کی حدیث کو صحیح لکھا ہے ذرا حوالہ تو نقل کریں باقی باتیں رہنے دیں صرف امام احمد بن حنبل کی تصحیح دکھائیں ورنہ اپنے اس جھوٹ سے توبہ کر لیں اور یاد رہے کہ مکاری اور عیاری سے کام نہیں چلے گا۔ امام احمدؒ سے صرف اور صرف تصحیح پیش کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔

اور مزید یہ کہ امام احمد بن حنبل بغیر ثم لا یعود کے اس حدیث کو صحیح مانتے تھے اس کا حوالہ بھی ملاحظہ کیجئے امام زیلعیؒ لکھتے ہیں:

وکذلک قال الدار قطنی انه حدیث صحیح الا هذه اللفظ (ثم لایعود) وکذلک قال احمد بن حنبل وغیره"۔ مفہوم: اور اسی طرح امام دار قطنی نے کہا کہ بے شک یہ حدیث صحیح ہے سوائے اس لفظ (ثم لا یعود کے)۔ (نصب الرایہ ۱/۳۹۴)

لہذا معلوم ہوا کہ اول تو غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کا ثم لا یعود اور اول مرۃ وغیرہ کو ایک ہی مفہوم اور معنی کہنا غلط اور جھوٹ ہے دوم یہ کہ امام احمد بن حنبل اس حدیث کو ثم لا یعود کی زیادتی کے بغیر صحیح مانتے تھے اور جس کا واضح اشارہ امام زیلعیؒ نے اپنی کتاب نصب الرایہ ۱/۳۹۴ پر کیا ہے۔ لہذا غالی غیر مقلد کا یہ تمام چالاکی اور ہوشیاری فضول ہے۔

امام ابو حاتم الرازیؒ کے اعتراض کا جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین صہ ۱۳۱ پر امام ابو حاتم الرازیؒ کا اعتراض نقل کیا ہے۔ "هذا خطأ یقال: وهم الثوری فقد رواه جماعة عن عاصم و قالو اکلهم: أن النبی ﷺ افتتح فرفع یدیه ثم رکع فطبق و جعلها بین الرکبتین ولم یقل احد ما روی الثوری"

ترجمہ: یہ حدیث خطا ہے کہا جاتا ہے کہ (سفیان) ثوری کو اس (کے اختصار) میں وہم ہوا

ہے۔ کیونکہ ایک جماعت نے اس کو عاصم بن کلیب سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے نماز شروع کی پس ہاتھ اٹھائے پھر رکوع کیا اور تطبیق کی اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھا۔ کسی دوسرے نے ثوری والی بات بیان نہیں کی ہے۔ (علل الحدیث ۱/۹۶ رقم ۲۵۸)

جواب: امام ابوحاتمؒ کی جرح چند وجوہات پر صحیح نہیں ہے۔

۱۔ امام ابوحاتم پر علامہ ذہبیؒ نے متشدد ومتعنت کی جرح اور الفاظ نقل کیے ہیں (تذکرۃ الحفاظ ۲/۸) اور محدثین کرام کے نزدیک متشدد اور متعنت کی جرح مبہم قبول نہیں ہوتی ہے۔

۲۔ امام ابوحاتمؒ کے الفاظ فقد رواہ جماعۃ عن عاصم ...... ولم یقل احد مارو ی الثـــوری (علل الحدیث ۱/۹۶) ترجمہ: ایک جماعت نے اس کو عاصم بن کلیب سے (تطبیق) روایت کیا ...... اور کسی دوسرے نے ثوری والی بات بیان نہیں کی۔ یہ الفاظ صحیح معلوم نہیں ہوتے کیونکہ یہ عبارت صحیح نہیں کہ عاصم بن کلیب سے ایک جماعت نے تطبیق والی روایت نقل کی ہے۔ کیونکہ تطبیق والی روایات عاصم بن کلیب سے صرف اور صرف عبد اللہ بن ادریسؒ نے روایت کی اور کسی جماعت نے یہ روایت بیان نہیں کی ہے۔

۳۔ امام ابوحاتمؒ نے ابوحمید ساعدیؓ کی اثبات رفع یدین والی حدیث کو ''فصار الحدیث المرسل'' کہا ہے۔ کیا زبیر علیزئی صاحب کو امام ابوحاتم کا قول قبول ہوگا۔ عجب تضاد ہے کہ ترک رفع یدین کی حدیث پر امام ابوحاتم کی جرح کو زبیر علیزئی صاحب قبول کرتے ہیں اور اثبات رفع یدین کی ابوحمید ساعدیؓ حدیث پر جرح قبول نہیں کرتے۔

۴۔ امام ابوحاتم اور ابوزرعہ الرازیؒ دونوں سفیان ثوریؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''سفیان أحفظ من شعبہ'' علل الحدیث: ۲۹۹۔ ''سفیان احفظ الرجلین'' علل الحدیث: ۲۸۳۸

امام ابوحاتم الرازیؒ اور ابوزرعہ الرازیؒ سفیان ثوری کو امام شعبہؒ سے بڑا حافظ مانتے ہیں تو کیا۔ عبداللہ بن ادریسؒ کے مقابلے میں سفیان ثوریؒ کی حدیث پر اعتراض کرنا

صحیح ہے۔ امام سفیان ثوریؒ تو امام شعبہؒ سے بھی بڑے حافظ اور محدث ہیں۔ اختلاف میں ترجیح بھی امام سفیان ثوریؒ کو ہوتی ہے تو عبداللہ بن ادریس کی فوقیت امام سفیان ثوریؒ پر کیسے ثابت ہوتی ہے۔ جب سفیان ثوریؒ جیسے ثقہ اور حافظ محدث کوئی حدیث بیان کریں تو متابعت کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ اور ثقہ کی زیادت تو زبیر علیزئی صاحب خود مانتے ہیں۔

۵۔ امام ابوحاتم نے سفیان ثوریؒ کی ترک رفع یدین والی حدیث پر سفیان ثوریؒ کی تدلیس کا کوئی اعتراض نہیں کیا۔ لہٰذا زبیر علیزئی صاحب کا امام ابوحاتم کی جرح نقل کرنا تحقیق کی روشنی میں غلط اور مردود ہے۔

اعتراض: زبیر علیزئی صاحب مقالات ۳/۱۳۵۔۱۳۶ پر لکھتے ہیں۔

''اگر کوئی کہے کہ ابوحاتم'' الرازی نے سیدنا ابوحمید الساعدیؓ کی اثبات رفع یدین والی روایت پر جرح کی ہے تو یہ جرح کیوں قابل قبول نہیں ہے؟ عرض یہ ہے کہ سیدنا ابوحمیدؓ کی روایت کو جمہور محدثین نے صحیح قرار دیا ہے اور وہ حدیث اصول حدیث کی رُو سے بھی صحیح ہے۔ (لہٰذا اس پر اگر ابو حاتم'' نے کوئی جرح کی ہے تو جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے)''۔

جواب: جناب زبیر علیزئی سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ کسی بھی حدیث کی تصحیح وتضعیف کے اصول مقرر شدہ ہیں۔ انہی اصولوں کے تحت کسی بھی محدث کی جرح قبول یا رد کی جاتی ہے۔ امام ابوحاتم کی جرح سیدنا ابوحمید الساعدیؓ کی حدیث بالکل اصول کے مطابق ہے۔

اعتراض: غالی غیر مقلد مقالات جلد ۴ صفحہ ۷۵ پر لکھتا ہے۔ جمہور محدثین کے خلاف جرح تو اصول کے مطابق ہوئی اور جو جرح جمہور کے موافق ہے وہ مبہم ہو کر مردود ہے سبحان اللہ! کیا انصاف ہے!! کچھ تو شرم کریں! غیرت تھا نام جس کا گئی تیمور کے گھر سے

جواب الجواب: عرض یہ ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کا یہ غصہ اور اضطراب لاجواب ہونے کی وجہ سے ہے۔ ذرا ٹھنڈے دماغ سے کام لیں۔ یہ نہ ہو کہ ہمیں غیرت اور

شرم کا درس دیتے دیتے اپنے ہی مسلک کو آگ نہ لگا بیٹھیں۔ جناب غالی صاحب آپ ہی کے ہم مسلک مولانا حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب غیر مقلد اپنی کتاب مسئلہ رفع یدین تحریری مناظرہ کے صفحہ ۱۶۸ پر جو جمہور کی دھجیاں اڑا رہے ہیں وہ ملاحظہ کیجئے ''اور ضروری نہیں کہ جمہور کا مذہب ہر موقع پر درست ہی ہو، دیکھئے جمہور کا قول یا مذہب شرعی دلائل میں سے کوئی سی دلیل بھی نہیں''۔ لیجئے جناب آپ کے مولانا عبدالمنان نور پوری نے تو جمہور کے قول کو تو رد کر دیا ہے۔ ہمیں تو پھر بھی جمہور کے اقوال کا خیال ہے، مگر آپ کے مولانا عبدالمنان نور پوری تو اسکو مانتے ہی نہیں ہیں۔ جناب عالی! شرم اور غیرت کا درس ہمیں دینا چھوڑ دیں اور اپنے ہم مسلک کو سنبھالیے۔ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نے جو الفاظ استعمال کئے وہ کسی عالم کے شایان شان نہیں ہیں۔ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نے جو بازاری اور غیر عالمانہ روش اختیار کی ہے اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ میں نے جو جواباً لکھا ہے وہ زبیر علیزئی کے اپنے ہی استعمال شدہ الفاظ ہیں، لہذا انھیں خود ہوش کے ناخن لینے چاہئے۔

امام دارقطنیؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین ص ۱۳۱ پر امام دارقطنیؒ کا اعتراض نقل کیا ہے۔

''امام دارقطنیؒ نے اسے غیر محفوظ قرار دیا ہے۔'' (کتاب العلل للدارقطنی ۵/۱۷۳ رقم ۸۰۴)

جواب: قارئین کرام سے التجا ہے کہ یہ نکتہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ الحمد للہ احناف کا دعوی بغیر "ثم لا یعود" کے بغیر بھی ثابت اور محفوظ ہے۔ زبیر علیزئی صاحب نے امام دارقطنیؒ کا پورا قول نقل نہیں کیا۔ امام دارقطنیؒ اس حدیث کی تصحیح کرنے کے بعد اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ''واسناده صحيح' وفيه لفظة ليست بمحفوظة'' (کتاب العلل ۵/۱۷۳) اس کے بعد تصریح کرتے ہیں۔ ''وليس قول من قال: ثم لم يعد محفوظاً'' (کتاب العلل ۵/۱۷۳) امام دارقطنیؒ کے قول سے یہ واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے جبکہ اعتراض صرف "ثم لا یعود" کے الفاظ پر تھا۔ جبکہ پہلے یہ تصریح ہو چکی ہے کہ احناف کا دعویٰ "ثم لا یعود" کے بغیر بھی ثابت ہے۔

اعتراض: زبیر علیزئی غیر مقلد نے مقالات ج ۳ ص ۲۸۹ لکھا ہے۔

''ان میں سے دارقطنی، ابن القطان نے ترک رفع یدین والی روایت کو صحیح نہیں کہا لہذا باقی رہ گئے ۱۲''۔

جواب: عرض یہ ہے کہ میں نے انہی دو کتابوں ''محققانہ تجزیہ'' اور ''زبیر علیزئی کے اعتراضاتی مضامین کا جواب'' میں بڑی وضاحت سے بیان کر دیا گیا تھا کہ ان دونوں محدثین کرام کا اعتراض حدیث میں صرف ''ثم لا یعود'' کے الفاظ کی زیادتی پر تھا۔ ان دونوں محدثین کرام نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے ماسوائے لفظ ''ثم لا یعود'' کے مگر افسوس تعصب ایک ایسی چیز ہے جو حقیقت کو ماننے سے مانع ہوتی ہے۔ لہذا اسی لئے غیر مقلد زبیر علیزئی ان حوالہ جات کے انکار پر مصر ہیں جب میں نے اپنی کتابوں میں عرض کر دیا تھا کہ ''ثم لا یعود'' کے بغیر بھی ہمارا عمل ترک رفع یدین والا ثابت ہے جبکہ میری پیش کردہ روایت میں کسی بھی جگہ ''ثم لا یعود'' کے الفاظ نہیں ہیں۔ لہذا اگر ان دونوں نے صرف ''ثم لا یعود'' پر اعتراض کیا ہو تو پھر بھی یہ محدثین باقی حدیث بمع سند و متن کو صحیح مانتے ہیں۔ میں اپنے موقف کو واضح کرنے کے لئے امام دارقطنی اور امام ابن القطان کا حوالہ پیش کر چکا ہوں۔ مزید اپنے دعویٰ کی حقانیت پر مختلف محدثین کرام کے حوالہ جات سے وضاحت نقل کئے دیتا ہوں، تاکہ واضح ہو جائے کہ امام دارقطنی اور ابن القطان دونوں نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ (ان کا اعتراض صرف اور صرف ''ثم لا یعود'' کی زیادت پر ہے)۔

۱۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: ''وقال ابن القطان هو عندی صحیح الا قوله ثم لا یعود

۔۔۔۔وکذا قال الدار قطنی انہ صحیح الا ھذہ اللفظ "۔ (الدرایہ ج ۱ ص ۱۵۰)

ترجمہ : اور ابن القطان نے کہا کہ میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے مگر سوائے لفظ "ثم لا یعود"۔۔۔اور اسی طرح امام دارقطنی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے مگر سوائے اس لفظ کے (ثم لا یعود)۔

۲۔امام زیلعیؒ لکھتے ہیں: "وقال ابن القطان فی کتابہ الوھم والایھام ... والذی عندی انہ صحیح وانما النکر فیہ علی وکیع زیادۃ ثم لایعود .. وکذالک قال دار قطنی انہ حدیث صحیح الا ھذا اللفظۃ وکذالک قال امام احمد بن حنبل وغیرہ "(نصب الرایہ ۲/۳۹۴)

ترجمہ: اور ابن القطان نے اپنی کتاب الوھم والایھام میں کہا۔۔۔۔بے شک میرے نزدیک یہ حدیث (ترک رفع یدین) صحیح ہے اور انہوں نے انکار صرف وکیع کے الفاظ "ثم لا یعود" کی زیادتی کا انکار کیا۔اور اسی طرح امام دارقطنی نے کہا کہ یہ حدیث (ترک رفع یدین) صحیح ہے سوائے اس لفظ (ثم لا یعود کے) اور اسی طرح امام احمد بن حنبل اور دیگر محدثین نے کہا۔

۳۔امام سیوطیؒ لکھتے ہیں: "فقد صحح ابن حزم والدار قطنی وابن القطان وغیرھم"۔(اللآلی المصنوعہ ۲/۱۷)

ترجمہ: پس اس کو صحیح کہا (ترک رفع یدین والی حدیث کو) ابن حزم، الدارقطنی اور ابن القطان وغیرہ محدثین کرام نے۔

قارئین کرام! ان درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ امام الدارقطنی اور ابن القطان وغیرہم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تصحیح کی ہے (سوائے ثم لا یعود کے لفظ کے)۔لہذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا مجھ پر الزام لگانا بددیانتی اور بے ایمانی ہے میں فیصلہ پڑھنے والے اور سمجھدار

لوگوں پر چھوڑتا ہوں کہ وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں مگر اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں اپنا موقف ثابت کرنے کے لئے کسی بھی قسم کا دھوکہ دینے اور جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں۔

غالی کی مکاری:

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات جلد ۳ صفحہ ۲۷۶ پر لکھتا ہے۔

"اس عبارت میں امام دارقطنی نے امام عبداللہ بن ادریس کی بیان کردہ حدیث کو اسنادہ صحیح کہا ہے، امام سفیان ثوری کی حدیث کو نہیں کہا اور پھر سفیان ثوری سے ابو حذیفہ راوی کی روایت کو غیر محفوظ (ضعیف) کہا ہے۔

جواب:۔جناب غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نے اس مقام پر جھوٹ بولا ہے۔امام دارقطنی نے ابو حذیفہ راوی کی روایت کو غیر محفوظ نہیں کہا۔لہذا زبیر علیزئی صاحب جھوٹ سے توبہ کر لیں۔امام دارقطنی نے "وفیہ لفظۃ لیست بمحفوظۃ ذکرھا ابو حذیفۃ فی حدیثہ عن الثوری وھی قولہ ثم لم یعد " لکھا ہے، یعنی لفظ ثم یعد کو غیر محفوظ لکھا ہے۔لہذا لفظ کو غیر محفوظ ہونے کی بجائے روایت کو غیر محفوظ لکھنا کالا جھوٹ ہے۔

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی صاحب بار بار طوطے کی طرح رٹ لگا رہے ہیں کہ امام دارقطنی نے سفیان ثوری کی سند کو صحیح نہیں کہا بلکہ حضرت عبداللہ بن ادریس کی روایت کو صحیح کہا ہے۔

جناب غالی صاحب ہمارا تو دعویٰ اتنا ہے کہ امام دارقطنی نے صرف اور صرف لفظ ثم لم یعد کو غیر محفوظ کہا ہے جس کا مطلب صاف ہے کہ ثم لم یعد کا لفظ محفوظ (ضعیف) اور اس کے علاوہ باقی رہ جانے والے الفاظ محفوظ (صحیح) ہیں۔کیونکہ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی اس معاملے کو الجھا رہے ہیں۔لہذا اس کا دو طرح سے حل موجود ہے۔اول یہ کہ محدثین کرام کی رائے لی جائے کہ امام دارقطنی کی اس روایت کے بارے میں کیا رائے ہے، آیا کہ وہ صرف لفظ ثم لم یعد پر اعتراض یا غیر محفوظ کہتے ہیں؟ یا تمام روایت کو۔دوم یہ کہ امام دارقطنی کی مکمل عبارت

نقل کر دی جائے تا کہ عام لوگوں اس متن کو کسی عرب کے عالم یا استاد کے پاس لے جا کر تسلی کر لیں کہ امام دار قطنی کا موقف کیا ہے۔

اب امام دار قطنی کی عبارت مکمل نقل کی جاتی ہے۔ تا کہ عام لوگوں پر حقیقت واضح ہو سکے:

"وسئل عن حديث علقمة عن عبدالله قال الا اريكم صلاة رسول الله ﷺ فرفع يديه في اول تكبيرة ثم لم يعد، فقال يرويه عاصم بن كلب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة حدث به الثوري عنه ورواه ابو بكر النهشلي عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمن بن الاسود عن أبيه و علقمة عن عبدالله . و كذلك رواه ابن ادريس عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبدالله. واسناده صحيح و فيه لفظة ليست محفوظ ذكرها ابو حذيفة في حديث عن الثوري وهي قوله، ثم لم يعد و كذالك قال الحماني عن وكيع وامام احمد بن حنبل ، و ابو بكر بن ابي شيبة و ابن عند فروه عن وكيع، و لم يقولو افيه، ثم لم يعد و كذلك رواه معاوية بن هشام ايضاعن الثوري ، مثل ما قال الجماعة، عن وكيع و ليس قول من قال ، ثم لم يعد محفوظ". (العلل الدار قطنی: ۵-۲-۱۷۲-رقم: ۸۰۴)

اب قارئین کرام جس سے بھی اس عبارت کا مفہوم معلوم کرنا چاہیں تو اجازت ہے۔ تا کہ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کا جھوٹ سب کو معلوم ہو سکے۔ علماء کرام اس مکمل عبارت کو پڑھ کر خود ہی سمجھ جائینگے۔

میری کوشش ہوگی کہ اس مضمون میں درج بالا عبارت کی فوٹو کاپی بھی لگا دی جائے تا کہ معاملہ مزید واضح ہو جائے۔

لہذا غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کا زبردستی امام احمد بن حنبل ، امام دار قطنی اور ابن القطان کو جارحین میں ذکر کرنا جھوٹ ہے۔ تقریبا جس محدث نے بھی اعتراض کیا تو اس کا اعتراض

صرف اور صرف لفظ ثم لم یعد پر تھا۔ (یہ الگ بحث ہے کہ یہ اعتراض اصول کے مطابق بھی ہے کہ نہیں ہے) مگر فی الحال محدثین کرام کا اعتراض ثم لم یعد مان بھی لیں تو پھر احناف کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے۔ اور میرا موقف بھی یہی ہے۔ لہذا شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار نہ بنیں۔ جتنا اعتراض وارد ہے اتنا ہی اعتراض کریں۔ اگر ثم لا یعود کے الفاظ کی زیادتی پر اعتراض کی وجہ سے ساری حدیث کو ضعیف کہہ رہے ہیں تو جناب مدرج پر لکھی جانے والی کتابیں تو فضول ہونگی۔ مدرج پر لکھی جانے والی کتابیں صرف اسی موضوع پر لکھی جاتیں کہ فلاں متن میں فلاں الفاظ راوی کی زیادتی ہے یا الفاظ زائد ہیں۔

حافظ ابن حبانؒ کے اعتراض کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نور العینین ص ۱۳۱ پر امام ابن حبانؒ کا اعتراض نقل کیا ہے۔

"هو في الحقيقة أضعف شئ يعقول عليه لأن له علاً تبطله" یہ روایت حقیقت میں سب سے زیادہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی علتیں ہیں جو اسے باطل قرار دیتی ہے۔ (تلخیص الحبیر ۱/۲۲۲، البدر المنیر ۳/۴۹۴)

جواب: حافظ ابن حبان کی جرح مبہم ہے۔ جبکہ جرح مبہم عند المحدثین بالکل قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔ اور جب تک اصل کتاب موجود نہ ہو جرح کی حقیقت کا اندازہ کرنا مشکل اور نامناسب ہے۔ لہذا اصل عبارت کے بغیر اس جرح کو پیش کرنا غلط اور مردود ہے۔

اعتراض: غالی غیر مقلد مقالات ۲/۲۷۷ پر فقرہ نمبر ۱۸۲ میں لکھتا ہے مختلف قسم کی لفاظی کے بعد معترض نے دوبارہ حافظ ابن حبان کی جرح کو مبہم قرار دیا۔ حالانکہ حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا دارومدار محدثین کرام پر ہے اور اگر روایت میں علت قادحہ موجود ہو تو پھر

محدثین کرام کے درمیان اختلاف میں دو کے مقابلے میں بیس کو ترجیح دینا ضروری ہے اور یہی
بات ہے جسے ہم کہتے ہیں کہ جمہور محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے جب جرابوں پر مسح والی
روایت ہو، یا سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث تو ان لوگوں کے نزدیک محدثین کی جرح مفسر بن
جاتی ہے اور ترک رفع یدین میں غیر مفسر۔ جب محمد بن اسحاق بن یسار مومل بن اسماعیل یا عیسی
بن جاریہ کا معاملہ ہو تو ان لوگوں کے نزدیک بعض محدثین کی جرح مفسر بن جاتی ہے لیکن ابن
فرقد شیبانی اور قاضی ابو یوسف وغیرہما پر جمہور محدثین کی جرح غیر مفسر ہوتی ہے۔ (سبحان اللہ)

جواب الجواب:۔

عرض یہ ہے کہ غالی غیر مقلد ادھر ادھر کی ہانکنا چھوڑیں اور صرف ابن حبان کا حوالہ ان کی
اصل کتاب سے دکھائیں اگر بالفرض اصل کتاب نہ بھی ہو تو حافظ ابن حجرؒ اور ابن ملقنؒ
دونوں اپنی کتابوں میں بالترتیب تلخیص الحبیر اور البدر المنیر میں محدثین کرام کے اقوال نقل
کرنے میں احناف کے خلاف بڑی شدت اور تسامح برتتے ہیں جس کی کئی مثالیں موجود
ہیں۔ لہذا جب تک اصل کتاب موجود نہ ہو اس کا حوالہ دینا اس شبہ پر مناسب نہ ہوگا۔

مزید یہ کہ حافظ ابن حبان کی جرح کو مبہم کہنا بالکل صحیح ہے اگر ہمت ہے تو ابن
حبان سے جرح مفسر ثابت کر کے دکھائیں خواہ مخواہ جمہور کے آڑ لے کر اپنا کام پورا نہ کریں
جہاں جواب نہیں ملتا تو جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ جمہور کی موافقت ہے جناب غالی
صاحب میں آپ کے گوش گذار کر دوں کہ اس مقام پر حافظ ابن حبان کی جرح کا مفسر ہونا
ضروری ہے کیونکہ حافظ ابن حبان احناف کے تحت خلاف تھے انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہؒ
کے خلاف ۳ کتابیں لکھیں لہذا اول تو آپ کے اصول کے مطابق فریق مخالف کی گواہی معتبر
نہیں ہوتی لہذا ابن حبان کی جرح فریق مخالف کی وجہ سے قبول نہیں ہوگی۔ مزید یہ کہ آپ

جو سوقیانہ طعنہ زنی کرتے ہیں کہ اپنی بار جرح مفسر بن جاتی اور قاضی ابو یوسف پر جرح غیر
مفسر ہوتی ہے جناب یہ طعنہ دینا اب بند کر دیں اور اصول کے تحت خاص طور پر اصول اسماء
الرجال کے تحت جرح مفسر کے صیغہ یا الفاظ لکھیں اور جرح مبہم کے الفاظ بھی بیان کریں
تا کہ عام لوگوں خود سمجھ لیں کہ جرح مفسر کیا بنتی ہے۔ امام محمد بن الحسن شیبانیؒ اور قاضی
ابو یوسفؒ کے بارے میں جو آپ نے گستاخانہ کلمات نقل کئے ہیں اس کے بارے میں
عرض یہ ہے کہ ابن عبد البر اور دیگر محدثین کرام نے یہ واضح کیا ہے کہ محدثین کرام نے
احناف مع امام اعظم اور ان کے صاحبین پر ظلم اور زیادتی کی ہے۔ لہذا ان شواہد کے تحت ہم
جرح مفسر کا مطالبہ کرتے ہیں کیونکہ یہ بات تو آپ کو مسلم ہے کہ جب دشمنی حسد اور حرص
ثابت ہو جائے تو جرح مفسر کا ہونا ضروری ہوتا ہے ورنہ جرح مبہم مردود ہو جاتی ہے امام محمد
بن الحسن شیبانی کے بارے میں کوئی بھی مفسر جرح موجود نہیں ہے اور رہا امام یحییٰ بن معین کا
انہیں کذاب کہنا تو امام یحییٰ بن معین کا انہیں اپنی کتاب میں کذاب کہنا ثابت نہیں ہے امام
عقیلی کا ضعفاء میں امام محمد بن الحسن شیبانی کو بحوالہ امام یحییٰ بن معین کذاب لکھا ہے جو کہ امام
عقیلی کا تسامح یا غلطی ہے اور بعد کے جتنے لوگوں نے امام یحییٰ بن معین نے انہیں کذاب لکھنا
مروی ہے وہ سب ناقل ہیں لہذا جب اصل ہی غلط ہے تو ناقل پر بھروسہ صحیح نہیں ہے ایسی
بہت سی غلطیاں محدثین کرام سے ثابت ہیں مزید یہ کہ قاضی ابو یوسف پر بھی کوئی جرح مفسر
ثابت نہیں ہے اختلافی یا فقہی مسائل میں اختلاف سے راوی ضعیف یا مجروح ثابت نہیں
ہوتا اور مزید یہ کہ آپ کے پیش کردہ حوالہ جات کے بخیے ادھیڑ دیے ہیں لہذا میری کتاب "
القول الحسن بلا توقف فی توثیق الامام ابو یوسفؒ " (زیر طبع) ملاحظہ کیجئے تا کہ
قاضی ابو یوسفؒ کی توثیق واضح ہو جائے لہذا طعنے دینا چھوڑ دیں اور اصول وضوابط کے تحت
عالمانہ گفتگو کریں۔ مومل بن اسماعیل پر جرح اور اس کی تعدیل کی حقیقت میری کتاب "

"الدرية في عقد الابدي تحت السرة" (مطبوعہ) کا مطالعہ کریں تاکہ آپ کو جرح مفسر بھی نظر آسکے۔

امام یحییٰ بن آدمؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین صہ ۱۳۳ پر (نمبر ۸) کے تحت صرف امام یحییٰ بن آدم کا نام ذکر کیا ہے۔ (جزء رفع یدین: ۳۲، تلخیص الحبیر ۱/۲۲۲)

جواب:

زبیر علیزئی صاحب سے مؤدبانہ عرض ہے کہ اگر ان میں علمی اور تحقیقی ذوق ہے تو امام یحییٰ بن آدمؒ کے جرح کے الفاظ نقل کریں۔ اگر امام یحییٰ بن آدمؒ سے جرح کے الفاظ منقول ہوتے تو زبیر علیزئی صاحب ضرور درج کرتے مگر ان سے کوئی جرح ثابت ہی نہیں لہٰذا امام یحییٰ بن آدمؒ کے نام پر ہی اکتفا کیا۔ اُمید ہے کہ زبیر علیزئی صاحب فہرست میں سے امام یحییٰ بن آدم کے نام خارج کر کے اس سے رجوع کریں گے۔

امام ابو بکر بزارؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین ۱۳۳ پر امام بزار کا اعتراض نقل کیا ہے۔

"ابو بکر بن عمر(و) بزارؒ نے اس حدیث پر جرح کی۔" (البحر الزخار ۵/۴۷، التمہید ۹/۲۲۰)

جواب:

زبیر علیزئی صاحب نے امام بزار کا اعتراض نقل کرتے ہوئے صرف یہ لکھا ہے کہ امام بزارؒ نے اس حدیث پر جرح کی ہے۔ زبیر علیزئی صاحب کو امام بزار کی پوری عبارت نقل کرنی چاہیے تھی تاکہ یہ وضاحت ہو سکے کہ اعتراض کی حقیقت کیا ہے۔ امام بزارؒ نے اس حدیث پر جو اعتراض کیا ہے"۔ وهذا الحديث رواه عاصم بن كليب و

عاصم في حديثه اضطراب ولاسيما في حديث الرفع ذكره عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمه عن عبدالله انه رفع يديه في اوّل تكبيرة (البحر الزخار ۵/۴۷)

اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ امام بزار کا اعتراض اس کی سند پر نہیں بلکہ اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے کا اشکال ہے۔ لہٰذا زبیر علیزئی صاحب کا امام بزار کا نام ذکر کرنا صحیح نہیں بلکہ باطل اور مردود ہے۔

راقم نے اپنی کتاب مسئلہ ترک رفع یدین۔۔۔اعتراضاتی مضامین کا جواب ص ۱۴۲ پر لکھا تھا "ورنہ امام بزار کا نام جارحین میں شمار نہ کریں"۔ اس پر غالی غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے۔

اعتراض:۔

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۴/۲۸۱ فقرہ ۱۹۰ کے تحت لکھتا ہے۔

یہ اعتراض حافظ ابن عبدالبر پر ہے دوسرے یہ کہ مسند البزار میں سفیان ثوری کی روایت نہیں ملی لہٰذا جب تک اصل کتاب کا مخطوطہ دستیاب نہ ہو حتمی فیصلہ ناممکن ہے تیسرے یہ کہ البحر الزخار ۵/۶۱۵ رقم ۱۶۰۸ میں بزار نے عبداللہ بن ادریس والی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس میں ترک رفع یدین نہیں بلکہ انہ رفع یدیہ فی اول تکبیرۃ کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں پہلی تکبیر میں رفع یدین تو اہل حدیث بھی کرتے ہیں لہٰذا اضطراب کا دعویٰ محل نظر ہے اور صحیح یہ ہے کہ ثوری والی روایت ضعیف ہے اور ابن ادریس والی روایت ضعیف نہیں بلکہ صحیح ہے۔

جواب الجواب:

عرض یہ ہے کہ جہاں کوئی غلطی نظر آتی ہے تو فوراً محدثین کرام کی گرفت آپ اپنا فرض سمجھتے ہیں مگر اب جب ترک رفع یدین کے بارے میں کوئی غلطی آئی تو سارا ملبہ حافظ ابن عبدالبر پر ڈال کر خود بری الذمہ ہو گئے۔ جناب مصرعہ تو یاد ہوگا: ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے

ڈوبیں گے۔

جب اصل کتاب اور مخطوطہ سامنے نہیں ہے تو پھر اس وقت تک بزاز کا حوالہ محل نظر ہوگا لہذا امام بزاز کو جارحین میں شمار کرنا فی الوقت غلط ہے۔ غالی کا یہ لکھنا کہ اضطراب کا دعوی محل نظر ہے جناب اضطراب کا دعوی تو امام بزاز نے خود کیا ہے، جسے آپ محل نظر کہہ رہے ہیں۔

کیا خوب کمال ہے جرح کرتے وقت ان کا نام جارحین میں ڈال دیا اور اضطراب کے دعوی کو محل نظر کہہ دیا جناب ویسے عرض یہ ہے کہ آپ اب امام بزار کو حسن الحدیث تو کہتے ہیں مگر متکلم فیہ بھی آپ نے مانا ہے لہذا اصل کتاب کی عدم دستیابی سے امام بزار کا حوالہ دینا مناسب نہیں ہے اور اسی لیے امام بزار کو جارحین میں شمار کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

امام محمد بن وضاحؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین ص ۱۳۳ پر امام محمد بن وضاح کا اعتراض نقل کیا ہے۔
"محمد بن وضاح نے ترک رفع یدین کی تمام احادیث کو ضعیف کہا۔" (التمہید ۹/۲۲۱)

جواب:

زبیر علیزئی صاحب نے امام محمد بن وضاحؒ کی جرح کی مکمل عبارت نقل نہیں کی۔

امام محمد بن وضاح کی عبارت کے الفاظ درج ذیل ہیں۔ "محمد بن وضاح یقول الاحادیث التی تروی عن النبی ﷺ فی رفع الیدین ثم لا یعود ضعیفة کلها، (التمہید ۹/۲۲۱)" کہ محمد بن وضاح نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی رفع الیدین کی احادیث میں ثم لا یعود کے الفاظ ضعیف ہیں۔

امام محمد بن وضاح کی اصل عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ ان کا اعتراض صرف ثم لا یعود کے الفاظ پر ہے۔ جبکہ یہ وضاحت ہو چکی ہے کہ احناف کا دعوی بغیر "ثم لا یعود"

سے بھی ثابت ہے۔ لہذا زبیر علیزئی صاحب کا امام محمد بن وضاح کے قول سے استدلال باطل اور غلط ہے۔

اعتراض: غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۴/۲۸۲ فقرہ ۱۹۱ پر جواب لکھتا ہے۔
ثم لا یعود کا مطلب یہ کہ پھر دوبارہ نہیں کیا معلوم ہوا کہ جس روایت میں دوبارہ رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہے وہ ابن وضاح کے نزدیک ضعیف ہے چاہے ثم لا یعود کے الفاظ ہوں یا اس مفہوم کے کوئی الفاظ مثلاً الا فی اول مرۃ ہوں۔

جواب الجواب:

عرض یہ ہے کہ پہلے امام ابن وضاح کی جرح نقل کر دی جائے تا کہ زبیر علیزئی کا جھوٹ عام لوگوں پر واضح ہو سکے۔ امام محمد بن وضاح فرماتے ہیں:

"محمد بن وضاح یقول الاحادیث التی تروی عن النبی ﷺ فی رفع الیدین ثم لا یعود ضعیفة کلها". (التمہید ۹/۲۲۱)

کہ محمد بن وضاح نے کہا کہ وہ احادیث رسول اللہ ﷺ (مرفوعہ) ثم لا یعود کے الفاظ روایت کئے ہیں، ضعیف ہیں۔

محمد بن وضاح کے قول سے معلوم ہوا کہ انہوں نے جرح صرف مرفوع روایت پر کی ہے۔ مزید یہ کہ انہوں نے ان احادیث پر جرح کی جس میں ثم لا یعود کے الفاظ ہیں۔ محمد بن وضاح نے ثم لا یعود کے الفاظ کی طرف اشارہ دیا ہے جو کہ حدیث کا حصہ ہے لہذا جس قدر اعتراض ہے اتنا ہی قبول ہوگا جب مزید اعتراض نہیں تو خواہ مخواہ اسے بھی ضعیف قرار دینا غلط ہے گذشتہ صفحات پر بڑی تفصیل سے اس موقف کا اعادہ کیا گیا۔ ثم لا یعود اور اول مرۃ کے الفاظ مختلف ہیں۔ لہذا بار بار رٹ لگانا باطل اور غلط ہے۔

امام بخاریؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین صہ ۱۳۳ پر صرف امام بخاری کا نام ہی ذکر کیا ہے۔ جز رفع یدین: ۳۲، تلخیص الحبیر ۱/۲۲۲ المجموع شرح المہذب ۳/۴۰۳۔

جواب:

زبیر علیزئی صاحب نے صرف امام بخاریؒ کا نام جارحین میں ذکر کیا ہے اور امام بخاریؒ سے جرح کی کوئی عبارت نقل نہیں کی۔ لہٰذا امام بخاری کا نام نقل کرنا غلط اور باطل ہے امام بخاریؒ نے اس حدیث پر خود اپنی کوئی جرح نقل نہیں کی اور اس حدیث کی سند پر کوئی اعتراض وارد نہیں کیا۔ لہٰذا امید ہے کہ زبیر علیزئی صاحب اس قول سے رجوع کر لیں گے۔

امام ابن القطانؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نور العینین ص ۱۳۳ پر لکھتے ہیں۔ ابن القطان الفاسیؒ سے زیلعی حنفی نے نقل کیا کہ انہوں نے اس زیادت (دوبارہ نہ کرنے) کو خطا قرار دیا (نصب الرایہ ۱/۳۹۵)

جواب:

زبیر علیزئی صاحب کا ابن قطان الفاسیؒ کا نام جارحین میں ذکر کرنا باطل ہے۔ خود لکھتے ہیں "مجھے یہ کلام بیان الوہم والایہام میں نہیں ملا (۳/۳۶۵) تاہم اشارہ ضرور ملتا ہے"۔ (۳/۳۶۶)

امام ابن قطان الفاسی بیان الوہم والایہام ۳/۳۶۷ میں اس حدیث کی تصحیح کے قائل ہیں۔ امام ابن قطان الفاسیؒ لکھتے ہیں۔ " والحديث عندى . لعدالة رواته اقرب الى صحة."

امام ابن قطان الفاسیؒ صرف "ثم لا یعود" کے الفاظ سے مطمئن نہیں۔ جب کہ یہ واضح ہو چکا ہے کہ احناف کا دعویٰ ثم لا یعود" کے بغیر اول مرة واحدة اول تکبیرة، اول مرة کے ساتھ بھی ثابت ہے۔

اعتراض: زبیر علیزئی غیر مقلد نے مقالات ج ۳ ص ۲۸۹ پر لکھا ہے۔

"ان میں سے دار قطنی، ابن القطان نے ترک رفع یدین والی روایت کو صحیح نہیں کہا لہٰذا باقی رہ گئے ۱۲"۔

جواب: عرض یہ ہے کہ میں نے اپنی دونوں کتابوں "محققانہ تجزیہ" اور "زبیر علیزئی کے اعتراضاتی مضامین کا جواب" میں بڑی وضاحت سے بیان کر دیا تھا کہ ان دونوں محدثین کرام کا اعتراض حدیث میں صرف "ثم لا یعود" کے الفاظ کی زیادتی پر تھا۔ ان دونوں محدثین کرام نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے ماسوائے لفظ "ثم لا یعود" کے مگر افسوس گھمنڈ ایسا رویہ ہے جو حقیقت کو تسلیم کرنے سے رکاوٹ بنتا ہے۔ لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی ان حوالہ جات کے انکار پر مصر ہیں۔ جب میں نے اپنی کتابوں میں عرض کر دیا تھا کہ "ثم لا یعود" کے بغیر بھی ہمارا ترک رفع یدین والا عمل ثابت ہے جبکہ میری پیش کردہ روایت میں کسی بھی جگہ "ثم لا یعود" کے الفاظ نہیں ہیں۔ لہٰذا اگر ان دونوں نے صرف "ثم لا یعود" پر اعتراض کیا ہو تو پھر بھی یہ محدثین باقی حدیث مع سند و متن کو صحیح مانتے ہیں۔ میں اپنے موقف کو واضح کرنے کے لئے امام دار قطنی اور امام ابن القطان کا حوالہ پیش کر چکا ہوں۔ مزید اپنے دعویٰ کی حقانیت پر مختلف محدثین کرام کے حوالہ جات پیش کئے دیتا ہوں، تا کہ واضح ہو جائے کہ امام دار قطنی اور ابن القطان دونوں نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ (ان کا اعتراض صرف اور صرف "ثم لا یعود" کی زیادت پر ہے)۔

۱۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: "وقال ابن القطان هو عندى صحيح الا قوله ثم لا يعود .... وكذا قال الدار قطنى انه صحيح الا هذه اللفظ". (الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ج ۱ ص ۱۵۰)

ترجمہ: اور ابن القطان نے کہا کہ میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے مگر سوائے لفظ "ثم

لا یعود"۔۔۔اور اسی طرح امام دار قطنی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے سوائے اس لفظ کے (ثم لا یعود)۔

۲۔امام زیلعیؒ لکھتے ہیں: "وقال ابن القطان فی کتابه الوهم والایهام ... والذی عندی انه صحیح وانما النکر فیه علی وکیع زیادة ثم لا یعود .. وکذالک قال دار قطنی انه حدیث صحیح الا هذا اللفظة وکذالک قال امام احمد بن حنبل وغیره". (نصب الرایہ ۲/۳۹۴)

ترجمہ: اور ابن القطان نے اپنی کتاب الوہم والایہام میں کہا۔۔۔۔۔ بے شک میرے نزدیک یہ حدیث (ترک رفع یدین) صحیح ہے اور ان کا انکار صرف وکیع کے الفاظ "ثم لا یعود" کی زیادتی پر ہے۔اور اسی طرح امام دار قطنی نے کہا کہ یہ حدیث (ترک رفع یدین) صحیح ہے سوائے اس لفظ (ثم لا یعود) کیا اور اسی طرح امام احمد بن حنبل اور دیگر محدثین نے کہا۔

۳۔امام سیوطیؒ لکھتے ہیں:

"فقد صحح ابن حزم والدار قطنی وابن القطان وغیرهم"۔(اللآلی المصنوعہ ۲/۱۷)

ترجمہ: پس اس کو صحیح کہا (ترک رفع یدین والی حدیث کو) ابن حزم، الدار قطنی اور ابن القطان وغیرہ محدثین کرام نے۔

قارئین کرام ان درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ امام الدار قطنی اور ابن القطان وغیرہم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تصحیح کی ہے (سوائے ثم لا یعود کے لفظ کے)۔لہذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا مجھ پر الزام لگانا ان کی چالاکی اور بے ایمانی ہے۔قارئین اور باشعور لوگوں پر فیصلہ چھوڑتا ہوں۔اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں اپنا موقف ثابت کرنے کے لئے کسی بھی قسم کا دھوکہ اور جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں۔

امام عبدالحق الاشبیلیؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نور العینین صہ ۱۳۳ پر لکھتے ہیں۔

عبدالحق الاشبیلی نے کہا: "لا یصح" (الاحکام الوسطی ۱/۳۶۷)

جواب:

امام عبدالحق الاشبیلیؒ کے جرح کے الفاظ لا یصح مبہم ہیں اور عندالمحدثین مبہم جرح مردود ہوتی ہے۔امام ابن قطان الفاسیؒ نے عبداللہ الاشبیلیؒ کی کتاب الاحکام الوسطی کے رد میں بیان الوہم والایہام والواقعین فی کتاب الاحکام لکھی ہے۔لہذا امام عبدالحق الاشبیلی کا حوالہ دینا غلط ہے۔اور امام ابن قطان الفاسیؒ اس حدیث کی تصحیح کے قائل ہیں۔

امام ملقنؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نور العینین صہ ۱۳۳ پر لکھتے ہیں۔

ابن ملقنؒ شافعی (۸۰۴) نے اسے ضعیف کہا۔ (البدر المنیر ۳/۴۹۳)

جواب:

امام ملقنؒ نے اسے ضعیف کہہ کر جرح مبہم کی ہے۔لہذا جرح مفسر قابل قبول ہوتی ہے اور جرح مبہم عندالمحدثین نا قابل قبول ہے۔لہذا امام ابن ملقن کا قول پیش کرنا صحیح نہیں۔

امام النوویؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نور العینین صہ ۱۳۳ پر لکھتے ہیں۔

النووی نے کہا: "اتفقوا علی تضعیفه" (خلاصة الاحکام ۱/۳۵۴) یعنی امام ترمذی کے علاوہ سب متقدمین کا اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

جواب:

امام نوویؒ کا یہ دعویٰ اجماع صحیح نہیں، جب کہ جمہور محدثین کرام اس حدیث کے

تصحیح کے قائل ہیں۔اور جن محدثین کرام سے اس حدیث پر جرح منقول ہے۔ان کا
اعتراض صرف اور صرف ''ثم لا یعود'' کے الفاظ پر ہے، جب کہ احناف کا دعویٰ ''بغیر ثم
لا یعود'' کے بھی ثابت ہے۔

امام ابن نصر المروزیؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین صہ ۱۳۳ پر (۱۹) نمبر کے تحت امام محمد بن نصر المروزی
کا نام نقل کیا ہے۔بحوالہ نصب الرایہ (۱/۳۹۵) والاحکام الوسطیٰ ۱/۳۶۷)

جواب:

امام ابن قطان الفاسیؒ نے امام محمد نصر المروزی کا اعتراض صرف ''ثم لا یعود'' کے
الفاظ پر نقل کئے ہیں اور امام ابن قطانؒ نے امام بن نصر المروزیؒ کی جانب سے ثم لا یعود پر
اعتراض نقل کرنے کے بعد اس حدیث کی تصحیح نقل کی ہے۔اور امام محمد بن نصر کے اعتراض کا
جواب دیا ہے۔دیکھیے (بیان الوھم والا یھام الواقعین فی کتاب الاحکام ۳/۳۶۷) ویسے
بھی ثم لا یعود کے الفاظ کے بغیر بھی احناف کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے۔لہٰذا زبیر علیزئی صاحب
کا امام محمد بن نصر المروزی کا نام جارحین میں صحیح نہیں ہے۔

راقم نے اپنی کتاب مسئلہ ترک رفع یدین۔۔۔اعتراضاتی مضامین کا جواب ص ۱۵۴ پر لکھا
تھا ''لہٰذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام مروزی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے''۔

اعتراض:۔

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۴/۲۸۴ فقرہ ۲۰۱ کے تحت لکھتا ہے۔''جھوٹ ہے، ورنہ
جواب پیش کریں''۔(یعنی کہ مروزی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے)

جواب الجواب: عرض یہ ہے کہ ہمارا موقف تو یہی ہے کہ ائمہ حدیث ثم لا یعود کے

بغیر بھی اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں۔جب غالی غیر مقلد زبیر علیزئی سے کوئی جواب نہ بن
پایا تو فوراً رٹا لگانا شروع کر دیا کہ ثم لا یعود اور اول مرۃ کا مطلب ایک ہی ہے۔پہلے بات تو
یہ کہ سنن نسائی کی حدیث میں یہ دونوں الفاظ ساتھ ساتھ ہیں جس سے واضح ہو گیا کہ ان
الفاظ کے مفہوم اور مطلب جدا جدا ہیں۔اگر زبیر علیزئی صاحب میں علمی جرات ہے تو کسی
ایسے معتبر محدث کا حوالہ پیش کریں جنھیں وہ صرف اول مرۃ پر زیادتی کا اعتراض کرے۔
دوم یہ کہ حافظ ابن قیم نے تہذیب السنن ۱/۳۶۸ پہ ثم لا یعود کے علاوہ باقی الفاظ اول مرۃ،
الا مرۃ، مرۃ واحدہ کے الفاظ کو صحیح اور ثابت مانا ہے لہٰذا جناب غالی کے اعتراض کی کچھ
حیثیت باقی نہیں رہتی۔

سوم یہ کہ امام زیلعیؒ امام مروزیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

کلام ابن مسعود و کذلک قال الدار قطنی : انه حدیث صحیح الا هذه اللفظة
و کذلک قال احمد بن حنبل و غیره وقد اعتنی الا مام محمد بن نصر مروزی
لتضعیف هذه اللفظة فی کتاب رفع بدین انتهی کلامه . (نصب الرایة ۱/۳۹۴)

ترجمہ: اسی طرح امام دار قطنیؒ نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے سوائے اس لفظ (ثم لا یعود) کے اور
سی طرح امام احمد بن حنبل وغیرہ اور مروزی نے اس لفظ کی تضعیف کی ہے اپنی کتاب رفع یدین میں۔
امام زیلعی کے حوالے سے معلوم ہو گیا کہ امام محمد بن نصر المروزی بھی اس حدیث میں ثم لا
یعود کے الفاظ پر اعتراض کیا اور اس الفاظ کے علاوہ باقی حدیث کو صحیح کہا ہے لہٰذا حوالہ بھی مل
گیا۔معلوم ہوا کہ غالی غیر مقلد عام لوگوں کو دھوکہ دے کر اپنی طلیت کا بھرم رکھ رہا ہے۔

امام دارمیؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی نے صاحب نور العینین صہ ۱۳۳ پر (۱۰) نمبر کے تحت امام دارمی کا نام جارحین
میں نقل کیا ہے۔بحوالہ تہذیب السنن ۲/۴۴۹۔

جواب: زبیر علیزئی صاحب کا یہ حوالہ مردود ہے کیونکہ ابن قیم الجوزیؒ اور امام دارمیؒ کے درمیان سند نامعلوم ہے۔لہذا بے سند قول کو پیش کرنا مردود ہے۔

امام بیہقیؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۳۳ پر (۱۸) نمبر کے تحت امام بیہقیؒ کا نام نقل کیا ہے۔بحوالہ تہذیب السنن الحافظ ابن قیم الجوزیہ (۴۴۹/۲) و شرح المہذب نووی (۴۰۳/۳)۔

جواب: ابن قیم و امام نوویؒ اور امام بیہقیؒ کے درمیان سند نامعلوم ہے۔لہذا زبیر علیزئی صاحب کا اس بے سند حوالہ کو پیش کرنا باطل اور غلط ہے۔

امام حاکمؒ کے اعتراض کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین ص ۱۳۳ پر نمبر (۱۵) کے تحت امام حاکم کا نام جارحین میں ذکر کیا ہے۔(البدر المنیر ۴۹۳/۳)

جواب: حافظ ابن قیم نے دیگر علمائے کرام اور امام حاکمؒ کے تمام اعتراضات نقل کر کے اسکا تفصیلی رد لکھا ہے۔"و قال حاکم خبر ابن مسعود مختصر و عاصم بن کلیب لم یخرج حدیثه فی الصحیح و لیس کما قال فقد احتج به مسلم الا انه لیس فی الحفظ کا ابن شهاب و امثاله و اما انکار سماع عبدالرحمن عن علقمة فلیس بشیئی فقد سمع منه ثقه و هذا الحدیث اروی باربعة الفاظ احدها قوله فرفع یدیه فی اول مرة ثم لم یعد و الثانیه فلم یرفع یدیه الامرة الثانیه فرفع یدیه فی اول مره ثم لم یذکر سواها و الرابعة فرفع یدیه مرة واحدة والادراج ممکن فی قوله ثم لم یعد و اما باقیها فاما ان یکون قد روی بالمعنی و اما ان یکون صحیحاً۔ (تہذیب السنن مع مختصر السنن ۳۶۸/۱)

ترجمہ: امام حاکمؒ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث طویل حدیث سے

مختصر کی گئی ہے اور اس کے راوی عاصم بن کلیب کی حدیث صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں نہیں ہے۔امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں جیسا کہ امام حاکمؒ نے کہا ہے۔پس اس کی حدیث امام مسلمؒ نے بطور حجت صحیح مسلم میں روایت کی ہے۔مگر حافظ زہریؒ جیسے راویوں کے مثل نہیں اور علقمة سے عبدالرحمن کے سماع کا انکار تو یہ بھی کوئی چیز نہیں ہے۔پس عبدالرحمن نے علقمة سے سنا ہے اور وہ ثقہ ہے اور حضرت ابن مسعودؓ کی یہ حدیث چار قسم کے الفاظ کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔(۱) پہلی مرتبہ دونوں ہاتھ اٹھائے دوسری مرتبہ نہیں اٹھائے۔(۲) پہلی مرتبہ کے علاوہ ہاتھ نہیں اٹھائے۔(۳) پہلی مرتبہ دونوں ہاتھ اٹھائے اور (۴) ایک ہی مرتبہ دونوں ہاتھ اٹھائے۔اس حدیث میں لفظ ثم لم یعد کا مدرج ہونا تو ممکن ہے لیکن باقی الفاظ حدیث یا روایت بالمعنی ہے یا اسی طرح صحیح ہیں۔''

اس عبارت سے وضاحت ہوگئی کہ امام ابن قیم الجوزیہ نے اس کی سند اور متن کو صحیح کہا ہے امام ابن قیم نے لفظ ثم لا یعود کے ادراج کا صرف امکان ظاہر کیا، قطعی طور پر ادراج کا اظہار نہیں کیا۔لہذا معلوم ہوا کہ حافظ ابن قیم نے امام حاکم اور دیگر محدثین کرام کا جواب اور رد لکھا، اور اس حدیث کی تصحیح کی طرف مائل ہیں۔

حدیث ابن مسعودؓ اور جمہور محدثین کرام

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی حدیث کو جمہور محدثین کرام نے تصحیح کی ہے یا روایت لی ہے۔تحقیق درج ذیل ہے۔

۱۔امام طحاویؒ ۳۲۱ھ۔ "مائل بہ تصحیح "۔(شرح معانی آلاثار ۱/۱۵۴،۲۲۴، طحاوی شریف ۱/۱۶۲)
امام طحاویؒ احادیث نقل کر کے لکھتے ہیں: "فکان من حجة مخالفهم" (شرح معانی الآثار ص ۲۲۵)

۲۔امام ترمذیؒ ۲۷۹ھ: "حسن صحیح"۔ (سنن ترمذی ۱/۶۴)

۳۔امام ابوداؤدؒ ۲۷۵ھ۔ "سکوت"۔ (سنن ابوداؤد ۱/۱۱۶)

۴۔امام نسائی ۳۰۳ھ۔ ''ارتج بہ/روی لہ''۔ (سنن نسائی ۱/۱۱۲)

۵۔ابوبکر بن ابی شیبۃ۔ ''ارتج بہ/روی لہ''۔ (مسند ابن ابی شیبۃ ۱/۱۵۹،۱/۲۳۲)

۶۔امام احمد بن حنبلؒ ۲۴۱ھ۔ ''ارتج بہ/روی لہ''۔ (مسند احمد ۱/۳۸۸)

۷۔امام ابن حزم ظاہری ۴۵۶ھ۔ ''ہذا الخبر صحیح''۔ (محلی ابن حزم ظاہری ۴/۸۸)

۸۔امام دارقطنیؒ ۳۸۵ھ۔ ''واسنادہ صحیح''۔ (العلل الواردۃ ۵/۱۷۲،اللآلی المصنوعۃ ۳/۱۹)

۹۔امام ابن القطان الفاسیؒ۔ ''اقرب الی الصحۃ''۔ (بیان الوہم والایہام ۳/۳۶۷)(اللآلی ۲/۱۹)

۱۰۔امام ابویعلی موصلیؒ ۳۰۷ھ۔ ''ارتج بہ/روی لہ''۔ (مسند ابویعلی موصلی ۵/۱۳۸)

۱۲۔امام سحنون بن سعید المصریؒ۔ ''ارتج بہ/روی لہ''۔ (المدونۃ الکبری ۱/۶۱)

۱۳۔امام ابن ترکمانی الماردینیؒ۔ ''حدیث علی شرط مسلم''۔ (الجوہر النقی علی البیہقی ۲/۷۸)

۱۴۔امام علاؤ الدین مغلطائی ۷۶۲ھ۔ ''صحیح''۔ (شرح ابن ماجہ ۵/۱۳۶۷)

۱۵۔امام بدرالدین عینیؒ ۸۵۵ھ۔ ''صحیح''۔ (شرح سنن ابی داود ۳/۳۴۱)

۱۶۔حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ ۸۷۹ھ۔ ''صحیح''۔ (التعریف والاخبار قلمی رقم ۱۶۷)

۱۷۔علامہ زیلعیؒ ۷۶۲ھ ۔''مائل بہ تصحیح''۔ (نصب الرایۃ ۱/۳۹۵)

۱۸۔حافظ ابن حجرؒ ۸۵۲ھ۔ ''مائل بہ تحسین''۔ (القول المسدد ص ۸۹)

۱۹۔امام بوصیریؒ۔ ''روی لہ''۔ (الاتحاف ۱/۲۰۰ قلمی)

۲۰۔امام ابی محمد ملطی الحنفی ۶۸۶ھ۔ ''ارتج بہ''۔ (اللباب ۱/۲۳۱)

۲۱۔امام محدث جلال الدین سیوطیؒ ۹۱۱ھ۔''مائل بہ تصحیح''۔ (اللآلی المصنوعۃ ۳/۱۹)

۲۲۔علامہ ابن دقیق العیدؒ۔ ''مائل بہ تصحیح''۔ (نصب الرایۃ ۱/۳۹۵)

۲۳۔حافظ ابن قیم الجوزیۃ۔ ''مائل بہ تصحیح''۔ (تہذیب السنن مع مختصر السنن ۱/۳۶۸)

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں۔ ''اما باقیھا فاما ان یکون قد روی بالمعنی واما ان یکون صحیحا''

(تہذیب السنن مع مختصر السنن ۱/۳۶۸) ترجمہ: اس حدیث میں لفظ ثم لم یعد کا مدارج ہونا تو ممکن ہے لیکن باقی الفاظ حدیث یا روایت بالمعنی ہیں یا اسی طرح صحیح ہیں۔''

۲۴۔امام منذریؒ۔ ''سکوت''۔ (مختصر المنذری ۱/۳۶۷)

۲۵۔علامہ عابد سندھی المدنیؒ ۱۲۵۷ھ۔ ''صحیح''۔ (مواہب اللطیفہ قلمی ص ۲۵۹)

۲۶۔علامہ محدث شیخ ہاشم سندھیؒ۔ ''صحیح''۔ (کشف الرین ص ۵۶)

۲۷۔علامہ محدث مخدوم عبداللطیف سندھیؒ ۱۱۸۹ھ۔ ''صحیح''۔ (ذب ذبابات الدراسات ۱/۶۰۸۔۶۰۹)

۲۸۔علامہ محدث وصی احمد محدث سورتیؒ۔ ''صحیح''۔ (التعلیق المجلی لمافی منیۃ المصلی ص ۳۰۵)

۲۹۔امام ابن ہمامؒ۔ ''مائل بہ تصحیح''۔ (فتح القدیر ۲/۹۸)

۳۰۔نذیر حسین دہلوی غیر مقلد۔ ''مائل بہ تصحیح''۔ (فتاوی نذیریہ ۱/۴۴۱۔فتاوی علماء حدیث ۳/۱۴۰)

۳۱۔علامہ احمد شاکر غیر مقلد۔ ''وھو حدیث صحیح''۔ (حاشیہ محلی ۴/۸۸)

۳۲۔حضرت ملا علی قاریؒ ۱۰۱۴ھ۔''مائل بہ تصحیح''۔(مرقاۃ المفاتیح ۳/۳۲۸۔الاسرار المرفوعۃ ۱/۳۹۲)

۳۳۔علامہ ظہیر الدین نیموی۔ ''صحیح''۔ (آثار السنن ۱/۱۰۳)

۳۴۔علامہ انور شاہ کشمیری۔ ''صحیح''۔ (نیل الفرقدین ص ۶۳)

۳۵۔علامہ شعیب الارناؤط غیر مقلد۔ ''صحیح''۔ (حاشیہ شرح السنۃ ۳/۲۴)

۳۶۔علامہ زہیر الشاویش غیر مقلد۔ ''صحیح''۔ (حاشیہ شرح السنۃ ۳/۲۴)

۳۷۔امام ابن الخراطؒ ۵۸۱ھ۔ ''دنقل تحسین ترمذیؒ''۔ (الاحکام الشرعیۃ ۲/۱۹۱)

۳۸۔علامہ آسی عبدالعلی۔ ''صحیح''۔ (تنبیہ الوھابین ص ۳۹۹)

۳۹۔علامہ شبیر احمد عثمانی۔ ''صحیح''۔ (فتح الملہم ۲/۱۳)

۴۰۔علامہ ناصر الدین البانی۔ ''صحیح''۔ (تعلیقات مشکوۃ رقم ۸۰۹،صحیح نسائی ۱/۲۲۰،صحیح ترمذی ۱/۸۲)

۴۱۔علامہ سندھیؒ۔ ''صحیح''۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ۲/۲۹۳ عبیداللہ غیر مقلد)

۴۳۔علامہ لکھنوی۔ ”صحیح“۔ (شرح موطا صہ۸۹)

۴۴۔ڈاکٹر الشریف منصور بن عون۔ ”صحیح“۔ (مرویات ابن مسعودؓ/۴۸۷)

۴۵۔محدث الفقیہ سید محمد مرتضی زبیدیؒ ۱۲۰۵ھ۔”صحیح“۔ (عقود الجواہر المنیفہ ۱/۱۰۲)

۴۶۔محدث مورخ حافظ ابن کثیرؒ م ۷۷۴ھ۔ ”روی لہ“۔ (جامع المسانید والسنن ۲۷/۲۷۶ رقم ۳۹۶)

۴۷۔محدث عبد المعطی امین قلعجی اسنادہ۔ ”صحیح“۔ (حاشیہ جامع المسانید ۲۷/۲۷۶)

۴۸۔سید ہاشم عبد اللہ یمانی۔ ”تصحیح“۔ (حاشیہ درایہ ۱/۱۵۰)

۴۹۔علامہ عبد القادر الارناؤط۔ ”اسنادہ صحیح“۔ (حاشیہ جامع الاصول ۵/۳۰۲)

۵۰۔دکتور طاہر محمد دریری۔ ”تحسین“۔ (تخریج احادیث المدونۃ ۱/۴۰۳)

۵۱۔علامہ حسین سلیم اسد۔ ”اسنادہ صحیح“۔ (حاشیہ مسند ابی یعلی موصلی رقم ۵۳۰۲)

۵۲۔امام ابو علی طوسیؒ۔ ”مائل بہ تحسین“۔ (شرح سنن ابن ماجہ للمغلطائی ۵/۱۴۶۷)

۵۳۔شیخ المحدث محمد حسن السنبھلی ۱۳۰۵ھ۔ ”صحیح“۔ (تنسیق النظام فی مسند الامام صہ ۵۱)

۵۴۔حافظ عثمان الذہبیؒ الشافعی ۷۴۸ھ۔ ”سکوت“۔ (المہذب فی اختصار السنن الکبیر ۱/۵۱۵ رقم ۲۲۶۸)

۵۵۔حافظ ابن رشدؒ ۵۲۵ھ۔ ”روی لہ“۔ (بدایۃ المجتہد صہ ۳/۹۹)

۵۶۔حافظ ابن عبد الھادیؒ ۷۴۴ھ۔ ”مائل بہ تصحیح“۔ (تنقیح التحقیق ۲/۱۴۰)

حافظ ابن عبد الھادیؒ لکھتے ہیں۔ وحدیث ابن مسعودؓ: رواہ ابو داؤد والنسائی والترمذی وقال حدیث حسن۔

۵۷۔مولانا محمد صدیق نجیب آباد۔ ”صحیح“۔ (انوار المحمود شرح ابی داؤد ۱/۲۰۰)

۵۸۔محدث احمد رضا خان بریلویؒ۔ ”تصحیح“۔ (فتاوی رضویہ ۶/۱۵۳)

قارئین کرام! راقم نے اپنی کتاب میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی حدیث پر تقریباً ۷۵ محدثین اور علماء کرام کے حوالے دیے تھے۔ انصاف تو یہ تھا کہ جناب زبیر علیزئی ان حوالہ جات پر ٹھنڈے دماغ سے غور کرتے اور مسلکی تعصب سے بالاتر ہو کر

مطالعہ کرتے تو کچھ سمجھ میں بھی آ جاتا۔ مگر اب تو غیر مقلد زبیر علیزئی کو دن میں تارے نظر آنے لگ گئے ہیں۔ میں نے جو ۷۵ حوالے پیش کیے، ان کا جواب مولانا زبیر علیزئی غیر مقلد نے کچھ اس انداز میں تحریر کیا ہے۔

شفاء الحمیق بجواب اکاذیب الحلیق

درج ذیل غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کے چند بچگانہ اور مردود اعتراضات کی تحقیق ملاحظہ فرمایئے۔

اعتراض نمبر ۱: غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات جلد ۴ ص ۲۸۷ پر لکھتا ہے۔

”ان (یعنی ۷۵ حوالہ جات میں) میں سے پچیس (۲۵) تیرھویں چودھویں صدی کے ہیں“۔

جواب: یہ زبیر علیزئی غیر مقلد کی اپنی ذہنی اختراع ہے۔ کیا تیرھویں چودھویں صدی کے محدثین کرام کے حوالے غیر معتبر ہوتے ہیں۔ جناب آپ کا یہ کلیہ قاعدہ ایک فریب اور جھوٹ ہے کیونکہ ہر بات کو اصول مد نظر رکھ کر قبول یا رد کیا جاتا ہے۔ اس میں متقدم اور متاخر کی کوئی تخصیص کرنا علمی جہالت ہے۔ میں نے جو حوالے نقل کیے تھے وہ تو صحیح ہیں چاہے وہ تیرھویں صدی کے ہوں یا چودھویں صدی کے۔ میں نے ان حوالہ جات میں کوئی جھوٹ نہیں بولا یہ بات تو آپ کو بھی مسلم ہے۔ جب میں نے ان حوالہ جات میں جھوٹ نہیں بولا تو پھر اس کو میرے ”اکاذیب“ کہنا خود ایک بہت بڑا بہتان اور ظلم عظیم ہے۔ جناب کیا آپ کو تیرھویں چودھویں صدی کے علماء کرام کے حوالے اتنے چبھتے ہیں تو جناب آپ اس وقت کیوں چپ سادھ لیتے ہیں جب آپ کے مسلک کی حمایت میں کوئی بات ہوتی ہے۔ آپ ہی کے ہم مسلک ہم مشرب جناب ارشاد الحق اثری صاحب نے اپنی کتاب توضیح الکلام میں تیرھویں اور چودھویں صدی کے محدثین کے اقوال محمد بن اسحاق کی توثیق میں نقل کیے ہیں اور جس کے بارے میں آپ نے اپنی کتاب ”مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۶۰“ لکھا ہے کہ مزید تفصیل کے لئے توضیح الکلام ۱/۲۲۵ تا ۲۹۳ وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

آیئے آپ کے سامنے ارشاد الحق اثری صاحب کی کتاب توضیح الکلام کی عبارت پیش کرتے ہیں تاکہ آپ کی آنکھوں پر سے تعصب اور مسلکی حمایت کی پٹی اتر سکے اور ہم جھوٹ کا الزام لگانے سے باز رہ سکیں۔ آپ ہی کے مسلک کے محدث ارشاد الحق اثری صاحب نے محمد بن اسحاق کی توثیق تیرھویں اور چودھویں صدی کے علماء کرام سے پیش کی ذرا دھیان سے ملاحظہ کریں۔

۱۔ علامہ شوکانی ۲۔ نواب صدیق الحسن خان بھوپالی ۳۔ استاد شاکر
۴۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری ۵۔ محدث ڈیانوی ۶۔ مولانا بشیر احمد محدث سہوانی

(درج بالا حوالہ جات توضیح الکلام ج ا ص ۲۸۲۔۲۸۳ پر موجود ہیں)

۷۔ علامہ لکھنوی ۸۔ علامہ سلام اللہ ۹۔ علامہ نیموی
۱۰۔ علامہ کشمیری ۱۱۔ علامہ بنوری ۱۲۔ مولانا کاندھلوی
۱۳۔ مولانا ظفر احمد عثمانی ۱۴۔ مولانا سہارنپوری ۱۵۔ علامہ کوثری
۱۶۔ شیخ ابو غدہ حنفی ۱۷۔ مولانا صفدر ۱۸۔ مولانا محمد حسن
۱۹۔ مولانا احمد رضا خان ۲۰۔ مولانا ملتانی ۲۱۔ مولانا مہدی حسن
۲۲۔ مفتی عبدالواحد ۲۳۔ مولانا تقی عثمانی۔ ۲۴۔ مولانا امیر علی

(درج بالا حوالہ جات توضیح الکلام ج ۱ ص ۲۸۵ تا ۲۹۲ پر موجود ہیں)

۲۵۔ الدکتور مروان شاہین ۲۶۔ الدکتور احمد معبد عبدالکریم ۲۷۔ ناصر الدین البانی

(درج بالا حوالہ جات توضیح الکلام ج ا ص ۲۹۳ پر موجود ہیں)

جناب زبیر علیزئی صاحب یہ ۲۷ حوالے کیا ہیں؟ ذرا غور فرمائیں۔ اہل سنت و جماعت میں سے کوئی اگر تحقیقی کام کرے تو آپ پنجہ جھاڑ کر پیچھے پڑ جاتے ہیں وگرنہ ہونا تو یہ چاہئے کہ آپ تحقیقی مواد کو مسلکی حمایت اور عصبیت سے بالاتر ہو کر مطالعہ کریں اور عام لوگوں میں

فرقت کی آگ آپ جیسے علماء کرام نے لگائی ہے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی جانی چاہئے وقت احناف پر طعن اور تنقید کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا اور نہ یہ کہنے سے کہ احناف کی نمازیں خلاف سنت ہیں۔ میرے خیال میں ایسے خیالات کی بیخ کنی کرنی چاہئے۔

مگر بات تو یہ ہے کہ اگر احناف پر اعتراضات نہیں کرینگے تو اپنے حواریین اور بھولے بھالے عام لوگوں کو کیا جواب دینگے کیونکہ غیر مقلدین لوگوں کی اکثریت احناف سے غیر مقلد ہوئے ہیں اگر احناف پر طعن و تشنیع نہیں ہوگی تو ایسے عام لوگوں جو کہ کسی بھی وجہ سے حنفیت چھوڑ کر غیر مقلد ہوئے ہیں ان کو کیا جواب دینگے۔ اس مقام پر یہ بھی عرض کردوں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ تو مسلک غیر مقلد کی سچائی اور حقانیت کا ثبوت ہے کہ لوگ حنفیت چھوڑ کر غیر مقلد ہوئے ہیں تو یہ بات سطحی قسم اور لغو اور فضول ہے کیونکہ جس طرح یہ بھولے بھالے لوگ غیر مقلد بنتے ہیں ان کی بنیاد تحقیق نہیں ہے کیونکہ ایک عام بندہ خود تو تحقیق نہیں کرسکتا صرف صحیح حدیث کی آڑ میں سادہ دل لوگ غیر مقلد ہو بن تے ہیں۔

دوسری اہم وجہ پیر خانوں پر ہونے والی بدعات اور غلط قسم کی رسومات کی وجہ سے بھی لوگ متنفر ہو کر غیر مقلد ہوئے ہیں۔ اہل سنت و جماعت بریلوی کے بہت سارے لوگ صرف مزارات پر ہونے والی خرافات اور بدعات (جسکا دور دور تک، مسلک اہل سنت و جماعت کی تعلیمات کے ساتھ واسطہ نہیں ہے) سے متنفر ہو کر غیر مقلد ہوئے ہیں۔ لہذا علماء کرام کی یہ اہم ذمہ داری ہے کہ اس معاملہ پر غور وفکر فرمائیں اور سیدھے سادھے، بھولے عام لوگوں کو حقیقت اور صراط مستقیم سے آگاہ کریں۔

تو جناب جب محمد بن اسحاق کی توثیق کا معاملہ ہو تو آپ کو اپنے محدث ارشاد الحق اثری کے تیرھویں اور چودھویں صدیق کے ۲۵ علماء کرام کے پیش کردہ حوالے صحیح معلوم ہوتے ہی اور جب ترک رفع یدین پر میں تیرھویں اور چودھویں صدی کے ۲۵ علماء کرام کے حوالے پیش کروں تو آپ کو اعتراض ہوتا ہے اور اسقدر بہتان کہ اس کو میرے اکاذیب میں شمار کریں۔

جب یہ حوالہ جات صحیح ہیں تو پھر جھوٹ کہاں ہے۔ کچھ تو شرم اور خدا کا خوف کریں، میرے حوالہ جات کو آپ اکاذیب شمار کریں۔ جناب جھوٹ کیا ہوتا ہے؟ یہ ہم آپ کو بتاتے ہیں جناب جب آپ نے امام بخاری کی جزء رفع یدین شائع کی، تو ٹائٹل پر اسے مکتبہ ظاہریہ کا نسخہ لکھا۔ میں نے تقریباً ۲ سال پہلے اس پر مضمون بھی لکھا کہ جناب یہ مکتبہ ظاہریہ کا نسخہ نہیں بلکہ دار الکتب المصریہ کا نسخہ ہے۔ میں نے مخطوطات کا عکس بھی پیش کیا مگر پھر بھی ڈھٹائی کے ساتھ آج تک آپ اس جھوٹ اور کذب پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ یہ آپ کا واضح اور صریح جھوٹ ہے کہ آپ نے جو نسخہ جزء رفع یدین کا شائع کیا وہ مکتبہ ظاہریہ دمشق کا ہے۔ جناب اپنے اس جھوٹ پر عوام سے شرمسار ہونے اور معافی مانگنے کے دوسروں پر الزام عائد کر رہے ہیں۔

اعتراض نمبر ۲: مقالات جلد ۴ صفحہ ۲۸۸ پر مزید لکھتے ہیں:

''ستاون میں سے پچیس (۲۵) باہر نکلے تو رہ گئے ۳۲۔ ان بتیس (۳۲) میں سے اٹھارہ حوالے غلط اور جھوٹ ہیں کیونکہ محولہ کتابوں میں تصحیح موجود نہیں''۔

جواب: عرض یہ ہے کہ یہ اٹھارہ (۱۸) حوالے تو بالکل صحیح ہیں۔ لہذا غلط اور جھوٹ کہنا تو باطل اور مردود ہے۔ رہی یہ بات کہ محولہ کتابوں میں تصحیح موجود نہیں ہے تو جناب میرے حوالہ جات میں جہاں تصحیح موجود تھی وہاں میں تصحیح کے الفاظ لکھے اور جہاں کسی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے احتجاج کیا وہاں میں نے واضح طور پر احتجاج کرنے کا بھی لکھ دیا اور جن حوالہ جات میں تصحیح نہیں تھی میں نے اس کے سامنے کچھ بھی نہیں لکھا۔ لہذا جھوٹ بولنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جناب زبیر علیزئی صاحب ان حوالہ جات پر شور وغل کیوں مچا رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے ان حوالہ جات سے ان کے موقف پر شدید ضرب کاری لگی ہے جس کی وجہ سے بیچارے آج کل پریشان ہیں۔ میں تو سمجھا تھا کہ جناب زبیر علیزئی صاحب عقلمند انسان ہونگے لہذا حوالہ جات کو سمجھنے کی کوشش

ضرور کرینگے۔ جس جس محدث کا جو نظریہ تھا وہ میں نے حوالے کے سامنے نقل کر دیا۔ جناب کو اشتباہ میری کتاب محققانہ تجزیہ ص ۱۲۲ کی عبارت سے ہو رہا ہے۔ میں نے اپنی کتاب محققانہ تجزیہ ص ۱۲۲ پر لکھا تھا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی حدیث کو جمہور محدثین کرام نے تصحیح اور روایت کی ہے۔ میں نے حوالے نقل کرنے کے بعد ہر محدث کا مختصر تجزیہ لکھ دیا تھا لہذا مجھے امید تھی کہ عقلمند اور سمجھدار شخص اسے ضرور تسلیم کرے گا، اگر کسی محدث کی تصحیح ملی تو لکھ دی اور اگر تصحیح نہیں ملی تو نہیں لکھی اور کسی نے ترک رفع یدین کی حدیث سے استدلال یا احتجاج کیا تو اس کو بھی لکھ دیا۔ مگر جناب زبیر علیزئی صاحب نے میری تحریر سے یہ مطلب نکالنا چاہا کہ میں جس بھی محدث کا حوالہ لکھ رہا ہوں، اس نے اس کی تصحیح بھی کی ہوگی اور اسے روایت بھی کیا ہوگا۔ یعنی مجھے ہر حوالہ میں تصحیح اور روایت لینا دونوں ہی ثابت کرنے ہونگے۔ مگر جناب جیسا کہ پہلے میں عرض کر چکا ہوں کہ میرے حوالہ جات میں جس بھی محدث کا جو بھی تجزیہ تھا میں نے ہر حوالے کے ساتھ وہ لکھ بھی دیا ہے۔ اگر جناب کو سمجھ نہیں آتی تو یہ آپ کی عقل کا قصور ہے۔ مگر پھر بھی جناب نے رائی کا پہاڑ بنانا ہے، تو جناب میں اپنی عبارت کو کچھ آسان الفاظ میں یوں کہہ دیتا ہوں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع الیدین والی حدیث کو ''جمہور محدثین کرام نے تصحیح یا روایت کیا ہے'' تا کہ کم عقل اور کم علم لوگ بھی با آسانی سے سمجھ سکیں۔

اعتراض نمبر ۳: زبیر علیزئی غیر مقلد نے مقالات ج ۴ ص ۲۸۹ لکھا ہے۔

''ان میں سے دار قطنی، ابن القطان نے ترک رفع یدین والی روایت کو صحیح نہیں کہا لہذا باقی رہ گئے ۱۲''۔

جواب: عرض یہ ہے کہ میں نے انہی دونوں کتابوں ''محققانہ تجزیہ'' اور ''زبیر علیزئی کے اعتراضاتی مضامین کا جواب'' میں وضاحت سے بیان کر دیا تھا کہ ان دونوں محدثین کرام

کا اعتراض حدیث میں صرف ''ثم لا یعود'' کے الفاظ کی زیادتی پر تھا۔ان دونوں محدثین کرام نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے ماسوائے لفظ ''ثم لا یعود'' کے مگر افسوس تعصب ایک ایسی چیز ہے جو حقیقت کو ماننے سے مانع ہوتی ہے۔لہذا غیر مقلد زبیر علیزئی ان حوالہ جات کے انکار پر مصر ہیں جب کہ میں نے اپنی کتابوں میں عرض کر دیا تھا کہ ''ثم لا یعود'' کے بغیر بھی ہمارا ترک رفع یدین والا عمل ثابت ہے جبکہ میری پیش کردہ روایت میں کسی بھی جگہ ''ثم لا یعود'' کے الفاظ نہیں ہیں۔لہذا اگر ان دونوں نے صرف ''ثم لا یعود'' پر اعتراض کیا ہو تو پھر بھی یہ محدثین باقی حدیث مع سند و متن کو صحیح مانتے ہیں۔میں اپنے موقف کو واضح کرنے کے لئے امام دار قطنی اور امام ابن القطان کا حوالہ پیش کر چکا ہوں۔مزید اپنے دعویٰ کی صداقت پر مختلف محدثین کرام کے حوالہ نقل کیے دیتا ہوں۔تاکہ واضح ہو جائے کہ امام دار قطنی اور ابن القطان دونوں نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔(ان کا اعتراض صرف اور صرف ''ثم لا یعود'' کی زیادت پر ہے)۔

۱۔حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

''وقال ابن القطان هو عندي صحيح الا قوله ثم لا يعود.... وكذا قال الدار قطني انه صحيح الا هذه اللفظ''۔(الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ج۱ص۱۵۰)

ترجمہ: اور ابن القطان نے کہا کہ میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے مگر سوائے لفظ ''ثم لا یعود''۔۔اور اسی طرح امام دار قطنی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے مگر سوائے اس لفظ کے (ثم لا یعود)۔

۲۔امام زیلعیؒ لکھتے ہیں:

''وقال ابن القطان في كتابه الوهم والايهام ... والذي عندي انه صحيح وانما المنكر فيه على وكيع زيادة ثم لا يعود ... وكذالك قال دار قطني انه حديث صحيح الا هذا لفظة وكذالك قال امام احمد بن حنبل وغيره''۔(نصب الرایہ ج۱ص۳۹۴)

ترجمہ: اور ابن القطان نے اپنی کتاب الوہم والایہام میں کہا۔۔۔۔۔بے شک میرے نزدیک یہ حدیث (ترک رفع یدین) صحیح ہے اور انہوں نے انکار صرف وکیع کے الفاظ ''ثم لا یعود'' کی زیادتی کا انکار کیا۔اور اسی طرح امام دار قطنی نے کہا کہ یہ حدیث (ترک رفع یدین) صحیح ہے سوائے اس لفظ (ثم لا یعود) کے اور اسی طرح امام احمد بن حنبل اور دیگر محدثین نے کہا۔

۳۔امام سیوطیؒ لکھتے ہیں:

''فقد صححه ابن حزم والدار قطني وابن القطان وغيرهم''۔(اللآلی المصنوعہ ۲/۱۷)

ترجمہ: پس اس کو صحیح کہا (ترک رفع یدین والی حدیث کو) ابن حزم، الدار قطنی اور ابن القطان وغیرہ محدثین کرام نے۔

قارئین کرام! ان درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ امام الدار قطنی اور ابن القطان وغیرہم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تصحیح کی ہے (سوائے ثم لا یعود کے لفظ کے)۔لہذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا مجھ پر الزام لگانا، ان کی بد دیانتی اور بے ایمانی ہے فیصلہ پڑھنے والے اہل علم پر چھوڑتا ہوں کہ وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں مگر اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں اپنا موقف ثابت کرنے کے لئے کسی بھی قسم کا دھوکہ اور جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں۔یہ تو جناب کا شیوہ ہے کہ جھوٹ بول کر اس پر ڈٹ جانا۔

اعتراض نمبر ٤:۔ غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ج۴ص۲۹۰ پر گل افشاں ہیں:

''ابن ترکمانی، مغلطائی: ضعیف غیر ثقہ۔عینی، قاسم بن قطلوبغا: مجروح۔ابن ہمام، ملا علی قاری اور مرتضی زبیدی حنفی یعنی فریق مخالف تھے لہذا اگر ان سے تصحیح ثابت بھی ہو تو امام عبداللہ بن المبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام بخاری وغیرہ کے مقابلے میں مردود ہے''۔

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ مناظرانہ اور الزامی جواب اور بالکل لغو ہے۔اول تو یہ کہ اس الزام میں زبیر علیزئی نے جھوٹ بولا ہے کیونکہ اس مضمون کا عنوان

انہوں نے اکاذیب الحلیق لکھا ہے۔ مگر درج بالا حوالہ جات تو بالکل صحیح ہیں۔ لہذا اس میں کونسا جھوٹ ظاہر ہوا۔ جب حوالہ جات صحیح ہوں تو پھر جھوٹ کیسے ثابت ہوا۔ اکاذیب الحلیق کے عنوان کے تحت میرے صحیح حوالہ جات کو جھوٹ لکھنا بہت بڑا فریب، دجل اور بے ایمانی ہے۔ جناب زبیر علیزئی صاحب کچھ تو خدا کا خوف کریں۔ کچھ تو شرم و حیا کا پاس رکھیں۔ میرے پیش کردہ صحیح حوالہ جات کو اکاذیب میں داخل کرنا یہ آپ کا اپنا بہتان عظیم ہے، اگر حوالے غلط ہیں تو پھر آپ کہہ سکتے ہیں کہ جھوٹ بولا ہے مگر صحیح حوالہ جات کو جھوٹ کہنا بڑی زیادتی ہے۔

دوم یہ کہ ائمہ احناف کی تصحیح کو فریق مخالف کہہ کر رد کرنا اتنا آسان نہیں جتنا آپ نے سمجھا ہوا ہے مزید یہ کہ اگر فریق مخالف ہونے کی وجہ سے تصحیح ائمہ احناف کو آپ رد کر رہے ہیں تو ہمیں بھی پھر حق حاصل ہے کہ حضرت عبداللہ بن المبارکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام بخاریؒ وغیرہم کی جرح کو ترک رفع یدین اور ائمہ احناف کے مخالف ہونے کی وجہ سے رد کردیں۔ اگر فریق مخالف کی تصحیح قابل قبول نہیں تو ترک رفع یدین کے مخالفین کی جرح کیسے قبول کی جاسکتی ہے؟۔

سوم یہ ہے کہ میں نے اپنی دونوں کتابوں میں اس بات کا تفصیلی جائزہ پیش کردیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام بخاری وغیرہم محدثین کرام کا اعتراض صرف اور صرف ''ثم لا یعود'' کے لفظ پر ہے اور میں نے یہ عرض کردیا تھا کہ ''ثم لا یعود'' کے بغیر بھی احناف کا موقف واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ غیر مقلد زبیر علیزئی نے شیخی بکھیرتے ہوئے پہلے یہ لکھا کہ اگر ''ثم لا یعود'' کا انکار کردیا جائے تو احناف و بریلویت وغیرہ کی عمارت دھڑام سے گر جائے گی۔ جس پر میں نے عرض کیا تھا کہ جناب آپ ''ثم لا یعود'' کے بغیر حدیث ہی مان لیں باقی رہی عمارت کا معاملہ تو وہ احناف کا مسئلہ ہے آپ کو زیادہ سوچنے اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نے پھر پلٹا کھایا

کہا کہ اول مرة، مرة واحدة اور ''ثم لا یعود'' ایک ہی جیسے الفاظ ہیں۔ جناب محدثین کرام نے اگر ''ثم لا یعود'' پر اعتراض کیا ہے تو آپ صرف اسی اعتراض کے قائل رہیں۔ شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار بننے کی کوشش نہ کریں۔ جبکہ سنن نسائی میں تو اول مرة اور ثم لا یعود دونوں الفاظ اکٹھے حدیث میں موجود ہیں۔ اگر مطلب ایک ہے تو پھر دونوں الفاظ اکٹھے کیوں موجود ہیں۔ لہذا زبیر علیزئی کی یہ شعبدہ بازی بھی ان کے لیے مفید نہیں ہے۔

چہارم یہ کہ مغلطائی ثقہ محدث ہیں ان کی توثیق میں نے اپنی کتاب مضامین کا جائزہ ص ۱۳۵ پر کردی تھی، جس پر زبیر علیزئی نے فضول اور مردود اعتراضات کیے ہیں۔ اس مضمون میں زبیر علیزئی کی علمیت کا پول کھل جائے گا اور امام مغلطائی کی توثیق بھی اظہر من الشمس ہو جائے گی۔

محدث علاء الدین مغلطائیؒ اور محدثین کرام

درج ذیل محدثین کرام نے محدث مغلطائی کی توثیق یا تعریف بیان کی ہے۔

۱۔ حافظ ابن حجرؒ وقد انتفعت فی ھذا الکتاب المختصر بالکتاب الذی جمعہ الامام العلامۃ۔ (تہذیب ۱/۷)

محدث	قول	حوالہ
------	انتھت الیہ رئاسۃ الحدیث فی زمانہ	(لسان المیزان ۶/۳۳۷)
------	العلامۃ شیخ الشیوخ	(تعجیل المنفعۃ ۱/۲۲۲)
۲۔ حافظ ابن فہد المکیؒ	العلامۃ الحافظ المحدث المشہور	(لحظ الالحاظ ص ۱۳۳)
۳۔ حافظ عراقیؒ	کان عارفا بالانساب معرفۃ جیدۃ	(طبقات الحفاظ سیوطی ۱/۱۱۳)
۴۔ حافظ ابوزرعہ بن العراقیؒ	شیخ المحدثین	(ذیل العبر ۱/۷۰)
۵۔ حافظ سیوطیؒ	کان عارفا بفنون الحدیث	(حسن المحاضرۃ ۱/۳۵۹)
۶۔ امام زرکلی مؤرخ	من حفاظ الحدیث	(الاعلام ۷/۲۷۵)
۷۔ علامہ سبکیؒ	محدث العصر	(طبقات الشافعیہ ۱۰/۲۰۴)

۸۔ حافظ ابن تغری کان لہ اطلاع کبیر، واسع فی الحدیث وعلومہ (حسن المحاضرۃ ۱/۳۵۹)
۔۔۔۔۔۔ کان عالما فقیہا محدثا ماھرا (الدلیل الشافی ۲/۷۳۸)

۹۔ امام صفدیؒ الشیخ الامام الحافظ القدوۃ۔ شیخ الحدیث بعرف القدیم والحدیث (اعیان العصر ۴/۲۰۷۵)

۱۰۔ امام ناصر الدین دمشقی وکان معدودا فی الحافظ المصنفین (التبیان ۳۵۳ ب قلمی)
۱۱۔ امام ابن قاضی شھبہؒ الحافظ المطلع النسابۃ المورخ الفقیہ (تاریخ ابن شھبہ ۲/۱۹۸)
۱۲۔ امام بدر الدین عینیؒ وسعۃ اطلاع (عمدۃ القاری ۵/۱۵۹)
۱۳۔ ابن العزیؒ الامام المتقن الحافظ (دیوان الاسلام ۱/۷۸)
۱۴۔ امام ابن الرافع الشیخ الفاضل المحدث (الوافیات لا ابن الرافع ۱/۸۰)
۱۵۔ حافظ ابن کثیرؒ الشیخ الحافظ (البدایۃ والنھایۃ ۴/۳۲۳)
۱۶۔ سبط ابن العجمیؒ شیخ شیوخی الحافظ (التلقیح الفھم الصحیح ۱/۱۹۷ قلمی)
۱۷۔ حافظ سخاویؒ ''والحق انہ کثیر الاطلاع، واسع الدائرۃ فی الجمع'' (ذیل تاریخ الاسلام ۱/۱۱۹)

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی، مقالات ۴/۲۷۹ پر لکھتا ہے۔
فیصل خان نے جتنے بھی حوالے لکھے ہیں مثلا انتھت الیہ رئاسۃ الحدیث فی زمانہ۔۔۔ العلامۃ الحافظ المحدث المشھور وغیرہ تو کسی ایک میں بھی صریح توثیق نہیں ہے۔۔۔
جواب:۔ عرض یہ ہے کہ جناب زبیر علیزئی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ حدیث کے راویوں کی توثیق کے جملے اور صیغے الگ ہوتے ہیں اور متاخرین کے لئے دیگر اصطلاحات بھی استعمال ہوتی ہیں۔ حافظ مغلطائی کے بارے میں یہ کہنا کہ واضح توثیق نہیں، یہ زبیر علیزئی کی جہالت ہے۔ کیونکہ امام ابن ناصر الدین نے مغلطائی کے بارے میں ''وکان معدودا فی

الحفاظ المصنفین'' لکھا ہے (التبیان ۳۵۳۔ب قلمی)۔ حافظ ابن حجرؒ نے وقد جمعت فی ھذا الکتاب المختصر بالکتاب الذی جمعہ الامام العلامۃ۔ (تہذیب ۱/۷) لکھ کر واضح طور پر توثیق کی ہے۔ علامہ سبکی نے ''محدث العصر'' لکھ کر واضح طور پر توثیق کی ہے۔ (طبقات الشافعیہ ۱۰/۲۰۴) حافظ مغلطائی پر اعتراض کر کے جناب زبیر علیزئی نے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کی تو واضح طور پر حافظ مغلطائی کی کتابوں سے استفادہ کرنے کی تصریح موجود ہے۔

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۴/۲۷۹ پر لکھتا ہے۔ تعجیل المنفعۃ میں تو مغلطائی کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ ''وفیہ لہ اوھام کثیرۃ'' اور اس کتاب (اکمال علی تہذیب الکمال) میں اسے کثرت سے اوہام ہوتے ہیں۔ (ص ۱۲) اور لسان المیزان میں اس کے ''اوہام شنیعہ'' کی صراحت ہے۔
جواب:۔ مزید یہ کہ جناب زبیر علیزئی کا حافظ ابن حجر کی تعجیل المنفعۃ ص ۱۲ سے مغلطائی کے بارے میں لکھنا کہ ''وفیہ لہ اوھام کثیرۃ'' اور اس کتاب (اکمال علی تہذیب الکمال) میں اسے کثرت سے اوہام ہوتے ہیں۔ اور لسان المیزان میں اس کے ''اوہام شنیعہ'' کی صراحت کرنا، جناب زبیر علیزئی کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کیونکہ حافظ ابن حجرؒ نے حافظ مغلطائی کی ایک کتاب اکمال علی تہذیب الکمال میں اوہام اور اغلاط کی نشاندہی کی ہے۔ جناب ایک خاص کتاب میں اوہام سے محدث کیسے ضعیف ہو گیا۔ حافظ ابن حجرؒ نے خود ان کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے دیکھیے تہذیب ۱/۷۔ حافظ ابن حجرؒ نے اپنی زیادہ تر کتابوں میں حافظ مغلطائی ہی کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ چاہے وہ فتح الباری ہو یا تہذیب التہذیب ہو یا النکت علی ابن صلاح ہو، یا الاصابہ ہو الغرض میری تحقیق

کے مطابق حافظ ابن حجرؒ نے اکثر کتابوں میں حافظ مغلطائی سے ضرور استفادہ کیا ہے۔ جسکا اقرار خود حافظ ابن حجرؒ نے خود بھی کیا ہے۔ مزید عرض یہ ہے کا حدیث میں غلطیاں ہو جانا اور بات ہے اور رجال کی کتابوں میں اوہام ہونا الگ امر ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے حافظ ذہبیؒ کی میزان الاعتدال کا بعض مقام پر تعاقب فرمایا ہے تو کیا علامہ ذہبیؒ اس ضعیف ہو جائینگے، کچھ تو عقل کے ناخن لیں۔ اسی طرح ابن قطان الفاسی نے محدث عبد الاشبیلیؒ کی اور علامہ ذہبیؒ نے ابن قطان الفاسیؒ کی اور حافظ سیوطی نے حافظ جوزیؒ کی کی واضح کی ہیں۔ مگر جناب اس طرح محدث ضعیف نہیں ہو جاتا ہے۔ زبیر علیزئی جیسا نام نہاد لاعلمی کا اظہار کر کے اپنی جہالت پر خود مہر ثبت کر رہا ہے۔ مزید حافظ عراقی اکمال علی تہذ الکمال کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "بان فیہ فوائد" اور اس میں کئی ہیں۔ (مقدمہ نہایۃ السول ١/١٣١)۔ امام ابن فہد لکھتے ہیں۔ "لہ عدۃ تالیف مفیدۃ الحدیث و اللغۃ و غیر ذلک" انکی متعدد تالیفات بڑی مفید ہیں علم حدیث میں۔ (لحظ الالحاظ ص ١٣٨۔١٣٩)۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں" و کتبہ کثیرۃ الفائدہ فی الذ علی اُوھام لہ فیھا" . (لسان المیزان ٦/٤٧) جناب اب اس کتاب کی افادیت معلو ہوئی۔ لہذا ایسے اعتراضات کی آڑ میں ائمہ اہلسنت پر اعتراضات کرنا غلط ہے۔

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ٢٨٠/٤ پر لکھتا ہے۔ ابن فہد کی نے لکھا ہے۔۔۔۔ سوائے اس کے کہ اس نے قدیم لوگوں کی اس جماعت سے سماع کا دعویٰ کیا اس سے پہلے فوت ہو چکے تھے، مثلاً دمیاطی، ابن دقیق العید، ابن الصواف اور وزیرہ المنجا اور ماہر حفاظ حدیث نے اس وجہ سے واضح دلائل کے ساتھ اس پر کلام کیا ہے۔ (لحظ الالحاظ ص ١٣٦) اس جرح سے تو مغلطائی کی عدالت ہی ساقط ہو گئی کیونکہ ایسے لوگوں

سماع کا دعویٰ کرنا، جن سے سماع نہیں ہے، کذاب لوگوں کا کام ہے۔۔۔۔ امام ابن ناصر الدین نے اگرچہ مغلطائی کے بارے میں " و کان معدودا فی الحفاظ المصنفین" لکھا مگر اس سے چند سطریں پہلے درج ذیل عبارت بھی لکھی ہے جسے فیصل خان نے چھپالیا ہے۔۔۔۔ اور اس نے ابوالفتح بن دقیق العید، ابومحمد الدمیاطی اور وزیرہ وغیرہ وغیرہم سے روایت کی، اُن میں سے جن سے سماع کا دعویٰ کیا، پس اس کی ان سے روایت صحیح نہیں ہوتی، کیونکہ اس نے ان سے نہیں سنا۔ (التبیان لبدیعۃ البیان ٣/١٣٩٧)

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کو وہم اور جھوٹ میں فرق ہی نہیں معلوم ہے۔ حافظ مغلطائی کو وہم ہونے کا مطلب اگر جھوٹ ہوتا تو محدثین کرام ضرور بالضرور انہیں جھوٹا قرار دیتے، کسی ایک محدث نے انہیں جھوٹا نہیں کہا۔ حافظ ابن مغلطائی کے دمیاطیؒ، ابن دقیق العیدؒ، ابن الصوافؒ اور وزیرہ بنت المنجاؒ سے سماع میں اصول کی روشنی میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

١۔ حافظ دمیاطی کی وفات ٧٠٥ھ میں ہوئی جبکہ حافظ مغلطائی کی تاریخ ولادت ٦٨٩ھ کی ہے۔ لہذا حافظ مغلطائی نے تقریبا ١٦ سال حافظ دمیاطی کے پائے۔ اور ١٦ سال کی عمر سماع کے لیے کافی ہوتی ہے۔ محدثین نے تو ٥ سال کی عمر کے سماع کو بھی قبول کیا ہے۔ مزید یہ کہ حافظ مغلطائی اپنی کتاب الکمال علی تہذیب الکمال ٥/٢٤٧ رقم: ١٨٩٣ میں واضح طور پر حافظ الدمیاطی کا نام لکھا ہے۔" وقال شیخنا أبو محمد الحافظ فی کتاب المخرج". حافظ مغلطائی نے الکمال علی تہذیب الکمال میں متعدد مقامات پر حافظ الدمیاطی کی کتابوں کا نام لیا ہے۔ ملاحظہ کریں الکمال علی تہذیب الکمال ٢/٢٨٢ ۔ ٣/٩٩ ۔ ٤/٢٨٩ ۔ ٥/٢٤٧ ۔ ٧/١٩٢ ۔ ٧/١٩٩ ۔ ٧/٢١٦ ۔ ٨/٣٥ ۔ ١١/٣٣ ۔ جس سے واضح ہے کہ حافظ مغلطائی کو حافظ الدمیاطی کی کتابوں کی اجازت بھی تھی۔ لہذا کسی بھی صورت حافظ

مغلطائی پر اعتراض نہیں ہو سکتا ہے۔

۲۔ ابن دقیق العید کا وصال ۷۰۲ھ میں ہوا جبکہ حافظ مغلطائی کی تاریخ ولادت ۶۸۹ھ کی ہے۔ لہذا حافظ مغلطائی نے تقریباً ۱۳ سال بن دقیق العید کے پائے۔ اور ۱۳ سال کی عمر سماع کے لیے کافی ہوتی ہے۔ حافظ مغلطائیؒ کی سماعت پر حافظ ابن رجب نے یہ اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ حافظ مغلطائی نے ابن دقیق العیدؒ سے سماع کے بارے میں یہ کہا ہے کہ انھوں نے ابن دقیق العید سے ۷۰۲ھ میں سماع مدرسہ کاملیہ میں کیا ہے۔ مگر حافظ ابن رجبؒ نے اعتراض کرتے ہوئے یہ کہا کہ ابن دقیق العید تو ۷۰۱ھ کے آخر میں ہی مدرسہ کاملیہ میں جانا چھوڑ دیا تھا۔ (مشیخہ ابن رجب ص ۱۴۲)۔ جبکہ حافظ مغلطائی نے اپنی سماعت کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "كانت الرحلة اليه في زمانه، لعلمه و دينه، رأته و أنا شاب غير مرة، و حضرت مع والدي عنده... و حضرت ميعاده في الكاملية مراراً مع والدي و كان يجلس قريباً منه كلامه أشيا حفظت منها" لا يجمع الله أمتي على ضلالة، و اذا رايتم الاختلاف فعليكم بالسواد الأعظم" (الایصال ص ۲۹۸) یعنی کہ اُن (ابن دقیق العیدؒ) کے زمانے میں علم اور دین کے سفر اُن کی طرف تھے۔ میں (حافظ مغلطائیؒ) نے اُنھیں کئی مرتبہ دیکھا جبکہ میں جوان تھا۔ میں اپنے والد کے ساتھ اُنکی (ابن دقیق العیدؒ) خدمت میں حاضر ہوا۔۔۔۔ اور میں اپنے والد کے ساتھ اُنکے مدرسہ کاملیہ میں اُنکی (ابن دقیق العیدؒ) حیات میں حاضر ہوا اور میرے والد صاحب اُنکے قریب بیٹھتے تھے۔ میں نے اُن سے بہت ساری باتیں سنیں اور یاد رکھیں جن میں " لا يجمع الله أمتي على ضلالة، و اذا رايتم الاختلاف فعليكم بالسواد الأعظم" شامل ہیں۔

اس تحقیق سے یہ بات واضح ہو گیا حافظ مغلطائیؒ پر اعتراض کرنا صحیح نہیں کیونکہ انھوں نے

سماعت کا واضح ثبوت مہیا کر دیا ہے۔ اول تو انھوں نے سماع کی تاریخ کا تعین نہیں کیا۔ اور اگر بالفرض ۷۰۲ھ کی تاریخ کا دعویٰ بھی کیا ہوتا تو پھر بھی حافظ مغلطائی ضعیف نہیں ہو سکتے کیونکہ اکثر تاریخ بتانے میں وہم بھی ہو جاتا ہے۔ جید محدثین سے ایسے وہم سرزد ہوئے ہیں۔ اور وہم سے تو کوئی بھی نہیں محفوظ ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسا اعتراض تحقیق کے میدان میں غلط ہے۔ چند محدثین کرام نے ان پر اعتراض کیا، تو وجہ صرف اور صرف حسد تھی۔ کیونکہ ابن سید الناسؒ کے بعد حافظ مغلطائیؒ کو مدرسہ ظاہریہ میں حدیث کے درس کے لئے تعین کیا گیا، بہت سے لوگوں کو یہ تعین ناگوار گزرا۔ (شذرات الذہب ۶/۱۹۷) جس کی وجہ سے انھوں نے حافظ مغلطائی پر کلام اور اعتراض کیا۔

۳۔ ابن الصواف کا وصال ۷۱۲ھ میں ہوا جبکہ حافظ مغلطائی کی تاریخ ولادت ۶۸۹ھ کی ہے۔ لہذا حافظ مغلطائی نے تقریباً ۲۳ سال ابن الصواف کے پائے۔ اور ۲۳ سال کی عمر میں سماع ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا ہے۔ حافظ مغلطائی لکھتے ہیں۔ " و زاد ابو عبدالرحمن النسائي في سننه التي اخبرنا بها اجازة ملحق الاصاغر بالاكابر ابو الحسن علي بن نصر الله الشافعي المعروف بابن الصواف" (الواضح المبین ص ۱۳۲) اس عبارت سے واضح ہوا کہ حافظ مغلطائی نے بالاجازۃ روایت کی ہے اور بالاجازۃ پر بعض محدثین اعتراض کرتے ہیں مگر جمہور کے نزدیک ایسا عمل جائز اور صحیح ہے۔ اور اس اصول کو زبیر علیزئی خود بھی مانتے ہیں۔ مزید یہ کہ ۲۳ سال کا عرصہ سماع کے لیئے کافی ہوتا ہے لہذا سماع میں کوئی شک نہیں ہو سکتا ہے۔ مزید یہ کہ اگر بالفرض ابن الصواف سے سننے کا دعویٰ ثابت نہ بھی ہوتا تو پھر بھی حافظ مغلطائی کا بھی ضعف ثابت نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ حافظ مغلطائیؒ نے ابن الصواف سے سنن نسائی کی ۱۴۰ احادیث کی سماع کا دعویٰ کیا تھا۔ اگر حافظ مغلطائی نے غلط دعویٰ کرنا تھا تو

وہ پھر پوری سنن نسائی کی سماع کا دعویٰ کرتے ہیں مگر انھوں نے صرف ۴۰ احادیث کی
اقرار کیا۔ لہذا راویوں کے بارے میں ایسی تحقیق صرف روایت کے زمانے میں
تھی۔ معلوم ہوا کہ اس طرح کے اعتراض کرنا فضول ہے۔

جبکہ حافظ مغلطائی نے بڑی چھوٹی عمر سے علم حاصل کرنا شروع کیا تھا۔ لہذا
اعتراض تحقیق کے میدان میں غلط ہے۔ اگر چند محدثین کرام نے ان پر اعتراض کیا
صرف اور صرف حسد تھی۔ کیونکہ ابن سید الناسؒ کے بعد حافظ مغلطائی کو مدرسہ ظاہریہ
حدیث کے درس کے لئے متعین کیا گیا، بہت سے لوگوں کو یہ تعین ناگوار گزرا، جس کی
سے انھوں نے حافظ مغلطائی پر کلام اور اعتراض کیا۔ (شذرات الذھب ۶/۱۹۷)
حسد کی وجہ سے جرح قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔

4۔ وزیرہ بنت المنجا کا وصال ۷۱۶ھ میں ہوا جبکہ حافظ مغلطائی کی تاریخ ولادت ۶۸۹
ہے۔ لہذا حافظ مغلطائی نے تقریباً ۲۷ سال ابن الصواف کے پائے۔ اور ۲۷ سال کی
میں سماع ہونے میں کوئی شک نہیں ہوسکتا ہے۔ لہذا ایسا اعتراض تحقیق کے میدان میں
ہے۔ اگر چند محدثین کرام نے ان پر اعتراض کیا تو وجہ صرف اور صرف حسد تھی۔ کیونکہ
سید الناسؒ کے بعد حافظ مغلطائی کو مدرسہ ظاہریہ میں حدیث کے درس کے لئے متعین
گیا، بہت سے لوگوں کو یہ تعین ناگوار گزری جس کی وجہ سے انھوں نے حافظ مغلطائی پر
اور اعتراض کیا۔ (شذرات الذھب ۶/۱۹۷)

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۴/۲۸۱ پر لکھتا ہے۔ ابن ناصر الدین
نے مغلطائی کی ایک کتاب کے بارے میں فرمایا۔۔۔ اور اس کے آخر میں۔ جیسا کہ
رجب مقری نے بیان کیا: عشق بازی کا اثبات ہے جو (اس کے) دین کی کمزوری

بیہودگی پر دلالت کرتا ہے۔ (التبیان لبدیعۃ البیان ۳/۱۳۹۸)

جواب:۔ عرض یہ ہے کہ حافظ مغلطائی نے ایسے اشعار خود نہیں کہے وہ تو صرف اور صرف
ناقل ہیں، اور ناقل پر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور ایسے اشعار نقل کرنا ضعف ایمان پر
دلالت نہیں کرتا۔ حافظ مغلطائی خود ایسے اعتراضات کے جواب دیتے ہوئے لکھتے
ہیں۔ مفہوم:۔ ''اللہ تعالیٰ تجھے اس سے محفوظ رکھے (یعنی عیب جوئی سے)، اگر چہ یہ ایسی لغو
چیز (یعنی اشعار نقل کرنا) جس سے کسی شخص کی گرفت کی جائے۔ یہ ایسے کام نہیں جس سے
عذاب کا آنا متوقع ہو۔ اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ معاف کرنے والا ہے۔ حافظ مغلطائیؒ مزید
لکھتے ہیں۔ مفہوم: میں انھیں ضرور جانتا ہوں جنھوں نے میری تصانیف سے ھدایت اور
رشد ملنے کے باوجود اس پر اعتراض کیا۔ (الواضح المبین ص ۲۲۔۲۳) اس تحقیق سے واضح
ہوگیا کہ حافظ مغلطائی پر ایسے اعتراضات کرنا لغو اور باطل ہے۔

محدث مغلطائیؒ پر جرح کے اسباب

حافظ مغلطائی پر جرح کرنے کی درج ذیل اسباب بھی تھے۔

۱۔ حافظ سخاویؒ لکھتے ہیں۔ ''مغلطائی کے ساتھ ایسا ہی کچھ ہوا حالانکہ وہ بہت بڑے آدمی
تھے۔۔۔۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی لوگ دشمنوں کے تعصب کا شکار ہوئے اور ان کے
بچھائے ہوئے حسد کے جال میں پھنس گئے''۔ (الاعلان بالتوبیخ ص ۷۱، نسخہ ثانیہ ۱۲۰)

۲۔ چند محدثین کرام نے ان پر اعتراض صرف حسد کی وجہ سے کیا تھا۔ کیونکہ ابن سید الناس
کے بعد حافظ مغلطائی کو مدرسہ ظاہریہ میں حدیث کے درس کے لئے متعین کیا گیا، بہت سے
لوگوں کو یہ تعین ناگوار گزرا جس کی وجہ سے انھوں نے حافظ مغلطائی پر کلام کیا اور اعتراض
بھی کیا۔ (شذرات الذھب ۶/۱۹۷۔ الدرر الکامنۃ للحافظ ابن حجر ۴/۳۵۲)

۳۔امام الصفدیؒ لکھتے ہیں۔"ولی الظاهرية شيخا للحديث بعد شيخنا العلامة فتح الدين ابن سيد الناس، وعبث المصريون به لاجل ذلك، ونظموا الاشعار والازجال". (اعیان العصر ۲۰۷۵/۴) مفہوم:۔محدث ابن سید الناس کا حافظ مغلطائی کو مدرسہ ظاہریہ کا شیخ الحدیث بنانے کے بعد مصریوں نے ان پر اعتراض کرنا شروع کردیا۔اور حافظ مغلطائی کے بارے میں اشعار لکھے اور ان کے متعلق لغو باتیں کیں۔

معلوم ہوا کہ حافظ مغلطائی پر مختلف قسم کے اعتراض صرف اور صرف انکو مدرسہ ظاھریہ کا شیخ الحدیث بنانے کی وجہ سے ہوئے اور ان پر اعتراضات صرف حسد پر مبنی تھے۔لہذا اُصول ہے کہ حسد کی بنا پر جرح نا قابل قبول ہوتی ہے۔درج بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ حافظ مغلطائی کی جلالت اور ثقاہت مسلم ہے۔اور جناب اصول اسماء الرجال کا قاعدہ ہے کہ جارح کی جرح اگر مفسر بھی ہو تو بھی قابل قبول نہیں۔اگر یہ پتہ چل جائے کہ یہ عصبیت یا دنیاوی چپقلش کی بنیاد پر کی گئی ہے۔(طبقات الشافعیہ ۱۸۸/۱)

رہی بات قاسم بن قطلوبغاؒ کے مجروح ہونے کی تو زبیر علیزئی غیر مقلد کا یہ علم ہے کہ آج سے تقریباً ۳ سال پہلے ماہانہ سوئے حجاز میں قاسم بن قطلوبغاؒ کی توثیق جمہور محدثین کرام سے پیش کردی تھی۔زبیر علیزئی کے پیش کردہ امام بقاعی کے حوالہ کا وہ بخیہ ادھیڑا تھا کہ انہیں خاموشی میں عافیت نظر آئی مگر مسلکی تعصب کی وجہ سے پھر ان کو مجروح لکھ دیا۔قاسم بن قطلوبغاؒ کی توثیق کے لیے راقم کی کتاب "نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر غیر مقلد زبیر علیزئی اور ارشاد الحق اثری کے اعتراضات کا علمی محاسبہ" میں ملاحظہ کریں۔

میری گذارش ہے کہ جناب لوگوں کے سامنے جو آپ دن رات راگ الاپتے ہیں کہ ہم محقق ہیں بریلویوں کی طرح متعصب نہیں ہیں۔اگر صحیح بات ملی تو ضرور رجوع کرتے ہیں مگر جناب قاسم بن قطلوبغاؒ کی توثیق کا جواب آپ پر اب بھی موجود ہے یا تو ۳ سال کے عرصے

کی سکوت کو توڑ کر اس کا جواب دیں یا پھر علی الاعلان قاسم بن قطلوبغاؒ کی توثیق کا اقرار کریں۔میں نے مزید وضاحت اپنی کتاب "نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسئلہ" میں کردی ہے۔اس تحقیق سے واضح ہوا کہ زبیر علیزئی کی مثال چور مچائے شور والا ہی معاملہ ہے۔زبیر علیزئی کو میرے جھوٹ ثابت کرنے تھے جبکہ الٹا کھودے ہوئے کنوئیں میں خود گر پڑے۔

الحمد للہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین پر حدیث کا تحقیقی تجزیہ پیش کردیا گیا۔اس تحقیق سے اتفاق یا اختلاف پڑھنے والے کا بنیادی حق ہے مگر میری درخواست ہے کہ اس تحقیق کا غیر جانبدارانہ ماحول میں مطالعہ کیا جائے اور اگر کسی بات یا تحقیق سے اختلاف ہو تو دلائل کی روشنی میں آگاہ کریں اور اگر اتفاق ہو تو اس پر عمل کیا جائے۔ہر مثبت تنقید کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث کا تحقیقی جائزہ

ترک رفع یدین پر حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث کا تحقیقی جائزہ ملاحظہ کریں۔

حدثنا اسحاق حدثنا ابن ادریس قال: سمعت یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلیٰ عن براء قال: رأیت رسول الله ﷺ رفع یدیه حین استقبل حتی رأیت ابهامیه قریبا من اذنیه ثم لم یرفعهما.

ترجمہ: محدث ابویعلیٰ نے اسحاق حدثنا ابن ادریس قال سمعت یزید بن ابی زیاد عن (عبد الرحمن) ابن ابی لیلیٰ عن براء بن عازبؓ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب وہ قبلہ رخ ہوتے (یعنی نماز شروع کرتے) تھے رفع یدین کرتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے انگوٹھے کانوں کے قریب ہوتے، پھر آپ دونوں ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔ (مسند ابویعلیٰ ۳/۲۴۹، رقم: ۱۶۹۲)

اس حدیث کی سند اور متن الحمد للہ صحیح اور محفوظ ہیں۔ متعدد علماء کرام اور محدثین نے اس حدیث کو معلول کرنے کے لئے اپنے اعتراضات وارد کئے مگر جب اصول الحدیث و اسماء الرجال کی روشنی میں ان اعتراضات کا جائزہ لیا تو ان اعتراضات کی کوئی ٹھوس حیثیت ثابت نہ ہو سکی اور ساتھ ہی ساتھ اس بات پر بھی حیرت ہوئی کہ یہ اعتراضات ان محدثین کرام کے بنائے ہوئے اصول اور ضوابط پر بھی پورے نہیں اترتے ہیں۔ میں یہاں پر ایک اہم بات ضرور کروں گا کہ ترک رفع یدین کی احادیث پر جن علماء کرام نے اعتراضات کئے جو رفع یدین کے قائل تھے اور شافعی و حنبلی مسلک سے ان محدثین کرام کا تعلق ضرور تھا۔ مجھے ان عظیم الشان محدثین کرام کی نیت پر کوئی اعتراض نہیں مگر مسلکی تفاوت ہمیشہ اصول کی خلاف ورزی کا سبب ضرور بنی ہے اور اس کی کوئی ایک مثال نہیں ہزاروں مثالیں نقد و الرجال اور تاریخ کی کتب میں بھری پڑی ہیں۔

اسی طرح دور حاضر کے غیر مقلد عالم زبیر علیزئی صاحب نے بھی ترک رفع یدین کی احادیث پر متعدد اعتراضات کئے اور نور العینین کتاب لکھ ڈالی۔ میری کوشش ہمیشہ یہی رہی ہے کہ ان اعتراضات کے جوابات اصول علم حدیث و اسماء الرجال کی روشنی میں مسلک سے بالاتر ہو کر تحقیق کی روشنی میں دیئے جائیں اور حق کو واضح اور تسلیم کیا جا سکے۔ زبیر علیزئی صاحب نے اپنی کتاب "نور العینین" ص ۱۰۸ تا ص ۱۱۵ (پہلا ایڈیشن)، "ص ۱۳۴ تا ص ۱۴۱ (دوسرا ایڈیشن) اور "ص ۱۴۴ تا ص ۱۵۰ (جدید ایڈیشن) میں حضرت براء بن عازبؓ سے ترک رفع یدین کی احادیث پر تقریباً 6 اعتراضات وارد کئے ہیں۔ میری کوشش ہوگی کہ میں عام لوگوں کے سامنے ان اعتراضات کی حقیقت واضح کر سکوں۔ میری اپنے قارئین کرام سے یہ بھی التماس ہے کہ اعتراض کرنے والے کی شخصیت مدنظر نہ رکھیں بلکہ یہ دیکھیں کہ کیا ان اعتراضات کی علمی منہج پر کوئی حقیقت بھی ہے کہ نہیں اور وہ اعتراضات اصول و ضوابط کے عین مطابق ہیں کہ نہیں؟

زبیر علیزئی نے نور العینین ص ۱۴۴ جدید ایڈیشن میں تقریباً 13 محدثین کرام سے تخریجی جدول نقل کیا ہے۔ جس میں وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد سے اس کے کون کون سے شاگرد ثم لا یعود یا اس کے ہم معنی الفاظ نقل کرتے ہیں اور کون سے شاگرد یہ الفاظ نقل نہیں کرتے۔ ہم اس کی تحقیق اعتراض نمبر 2 کے تحت جواب میں واضح کر دیں گے۔ مگر فی الحال ہم زبیر علیزئی صاحب کے اعتراضات پر تفصیلی اور ترتیب وار تحقیق پیش کرتے ہیں۔

زبیر علیزئی کے پہلے اعتراض کا تحقیقی جائزہ

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین ص 145 پر اس حدیث کو رد کرنے کے لئے پہلا جواب لکھا۔ "اس حدیث کا دارومدار یزید بن ابی زیاد القرشی الہاشمی الکوفی پر ہے جو کہ ضعیف اور مدلس تھا"۔ اور زبیر علیزئی صاحب نے 30 محدثین سے اس کی تضعیف ثابت کرنے کی سعی

لا حاصل فرمائی۔

جواب: شاید زبیر علیزئی صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ اس حدیث کو روایت کرنے میں یزید بن ابی زیاد منفرد نہیں بلکہ عیسیٰ بن ابی لیلیٰ اور حکم بن عتیبہؒ نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔ اس کی تفصیل بھی جواب نمبر 2 کے تحقیقی جائزے میں پیش کی جائے گی۔ ثانیاً یزید بن ابی زیاد القرشی ضعیف نہیں بلکہ ثقہ اور صدوق راوی ہے۔

یزید بن ابی زیاد پر جرح کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

☆امام شعبہ فرماتے ہیں: کان یزید بن ابی زیاد رفاعاً۔ الجرح والتعدیل 265/9

جواب: اس حوالہ میں کونسا ایسا لفظ ہے جس میں زبیر علیزئی کو جرح معلوم ہوئی۔ دوسرا حوالہ اس لئے بھی قابل قبول نہیں کہ امام شعبہ خود یزید بن ابی زیاد سے حدیث روایت نقل کرتے ہیں۔ دیکھئے سنن الکبریٰ رقم: 326، مسند الطیالسی رقم: 386، 448-1348، 2823، 1765 اور زبیر علیزئی صاحب بھی اس بات کے قائل ہیں کہ امام شعبہ ثقہ راویوں سے روایت لیتے ہیں۔ مزید یہ کہ شعبہ نے تو یزید بن ابی زیاد کی توثیق نقل کی ہے ان کا نام جارحین میں نقل کرنا غلط ہے۔

☆امام یحییٰ بن معین۔ لا یحتج بحدیثہ، ضعیف الحدیث (الکامل ابن عدی 2729/7)

امام یحییٰ بن معین نے یزید بن ابی زیاد سے مسند یحییٰ بن معین رقم: 68 میں احتجاج کیا ہے۔ اور یزید بن ابی زیاد سے روایت بیان کی ہے۔ لہذا تضاد ثابت ہونے کی وجہ سے ان کی جرح قابل قبول نہیں ہے۔ دوسرا غیر مقلد حافظ شاہد محمود دفاع صحیح بخاری ص 503 کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ امام یحییٰ بن معین کا شمار جرح میں آئمہ متشددین میں ہوتا ہے۔ خود زبیر علیزئی صاحب نے ''فتاویٰ علمیہ'' جلد 1 صفحہ 377 اور 578 پر یحییٰ بن معین کو متشدد آئمہ میں شمار کیا ہے۔

☆ابن المبارک . ارم بہ۔ (الضعفاء الکبیر العقیلی 380)

جواب: امام ابن المبارک نے یزید ابن ابی زیاد کو ثقہ لکھا یا اس پر جرح کی؟ مناسب ہے کہ کسی محدث کے حوالہ سے اس کی وضاحت کی جائے۔

امام ہیثمی اپنی کتاب مجمع الزوائد رقم: 5346 پر لکھتے ہیں۔'' یزید بن ابی زیاد و ثقہ ابن مبارک وغیرہ'' لہذا امام مبارک کی اس تعدیل کے بعد ان کو جارحین میں شمار کرنا غلط ہے۔

☆وکیع (حدیث الرایات) لیس بشیء. (الضعفاء الکبیر العقیلی 380)

جواب: امام وکیع نے مطلقاً یزید بن ابی زیاد پر کوئی جرح نہیں کی صرف وہ ان کی حدیث الرایات کے بارے میں اعتراض کر رہے ہیں جس سے یزید بن ابی زیاد پر جرح ثابت نہیں ہوتی۔ اور مزید یہ کہ یہ جرح امام وکیع سے بسند صحیح مطلوب ہے۔ مجہول راویوں کی سند سے استشہاد آپ کو ہی مبارک ہو۔

☆ابو اسامہ. لو حلف عندی خمسین. (ضعفاء الکبیر للعقیلی 380/4)

جواب: اس حوالہ میں بھی یزید بن ابی زیاد پر کوئی جرح مفسر نہیں ہے۔ دوسرا اس سند کے راویوں کی توثیق نقل کریں۔ بغیر توثیق کے حوالے مردود ہیں۔

☆العقیلی. ذکرہ فی الضعفاء. (ضعفاء الکبیر للعقیلی 380/4)

جواب: اس حوالہ سے بھی جرح ثابت نہیں ہوئی کیونکہ امام عقیلی نے صراحتاً کوئی لفظ جرح کا نہیں لکھا ورنہ محض الضعفاء میں نقل کر دینے سے بھی یزید بن ابی زیاد ضعیف ثابت نہیں ہو سکتا۔ (الزامی جواب) حافظ ابن حجر ہدی الساری ص 394 پر لکھتے ہیں۔'' وقال العقیلی: لا یتابع فی حدیثہ، و تعقب ذالک ابو الحسن القطان بان ذالک لا یضرہ''۔ یعنی عقیلی نے جو کہا ہے کہ ثابت کی حدیث قابل متابعت نہیں ہے اس پر ابو الحسن القطان نے ان کا تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول سے ثابت کا کچھ نقصان

نہیں'' جیسے ثابت پر امام عقیلی کی جرح نقصان دہ نہیں اسی طرح امام عقیلی کا نام ذکر کر دینا بھی یزید بن ابی زیاد کو ضعیف ثابت نہیں کر سکتی۔

☆ النسائی ۔ لیس بالقوی. (الضعفاء والمتروکین رقم 651)

جواب: زبیر علیزئی صاحب کا اس حوالے کو نقل کرنا ان کے لئے مفید نہیں ہے کیونکہ اس حوالے سے یزید بن ابی زیاد کو ضعیف ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ اول تو امام نسائی کی جرح لیس بالقوی کو غیر مقلدین حضرات خود بھی جرح تسلیم نہیں کرتے۔ ثانیاً امام نسائی نے اپنی کتاب سنن میں یزید بن ابی زیاد سے روایات لی ہیں اور ان پر کوئی کلام نقل نہیں کیا۔ معروف غیر مقلد عالم ارشاد الحق اثری صاحب اپنی کتاب توضیح الکلام ص 218 جدید ایڈیشن پر امام نسائی کی جرح لیس بالقوی کے بارے میں لکھتے ہیں

مزید گزارش ہے کہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ '' قال النسائی فی الکنی لیس بالقوی قلت هذا تلیین هین۔ (هدی الساری 397/2 ترجمہ حسن بن الصباح)

امام نسائی نے الکنی میں ''لیس بالقوی'' کہا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ جرح بہت ہلکی ہے۔۔۔ اور یہی بات ہم کہتے ہیں کہ اول یہ جرح اس قدر شدید نہیں کہ راوی کی روایت قابل قبول نہ ہو۔ ثانیاً امام نسائی خود مولف احسن الکلام کے قول کے مطابق متعنت ہیں۔۔۔ لہذا امام نسائی کی جرح کا اعتبار نہیں۔ علاوہ ازیں امام نسائی نے اپنی السنن میں ابن اسحاق سے روایت لی ہے اور اس پر کلام نہیں کیا۔ (توضیح الکلام ص 218 طبع جدید)

جس طرح غیر مقلد حضرات محمد بن اسحاق کا دفاع کرتے ہوئے جرح کو رد کرتے ہیں اسی طرح یزید بن ابی زیاد الکوفی پر امام نسائی کی جرح کو بھی رد کرنا چاہیے۔ حالانکہ یزید بن ابی زیاد کے بارے میں امام نسائی نے ''لیس بالقوی'' کے الفاظ لکھے ہیں۔ غیر مقلدین کی نظر میں (بالخصوص ارشاد الحق اثری صاحب کے اصولوں کے مطابق) یزید بن ابی زیاد ثقہ راوی

ہے۔ اس کے علاوہ دیگر غیر مقلدین حضرات ''لیس بالقوی'' کے بارے میں کیا لکھتے ہیں؟ ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ مولانا امیر علی غیر مقلد نے لکھا ہے۔ یطلق لیس بالقوی علی الصدوق (التہذیب ص 24) کہ لیس کا لفظ صدوق کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

2۔ مولانا عبد الرحمن معلمی غیر مقلد لکھتے ہیں۔

و کلمة لیس بالقوی انما تنفی الدرجة الکاملة من القوة۔ (التنکیل 232/1)
یعنی کہ لیس بالقوی کے کلمہ سے راوی کی توثیق میں درجہ کاملہ کی نفی مراد ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔ لیس بالقوی لیس بجرح مفسد. کہ لیس بالقوی جرح مفسد نہیں۔ (الموقظة ص 82)

3۔ مولانا ابو القاسم البنارسی غیر مقلد لکھتے ہیں۔

وہ ممکن ہے کہ نسائی کا یہ قول (لیس بالقوی) بھی اسی قبیل سے ہو، تاہم یہ جرح خفی اور مبہم ہونے کی بدولت مقبول نہیں ہو سکتی''۔ (الکلام المبرم ص 52)

امید ہے کہ ان درج بالا تفصیل سے قارئین کرام کو یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ امام نسائی کی جرح'' لیس بالقوی'' غیر مقلدین حضرات کے نزدیک قابل قبول نہیں اور یہ لفظ صدوق راوی پر بولے جاتے ہیں۔ لہذا امام نسائی کا نام جارحین میں شمار کرنا غلط ہے کیونکہ غیر مقلدین حضرات کے اپنے اصولوں کے تحت امام نسائی کو یزید بن ابی زیاد کے معدلین میں شمار کرنا چاہیے۔

☆ الجوزجانی۔ سمعتهم یضعفون حدیثه. (احوال الرجال رقم 135)

جواب: امام جوزجانی کا یہ حوالہ پیش کرنا محل نظر ہے کیونکہ اول صیغہ سمعتهم کا معلوم نہیں ہے کہ انہوں نے کس سے سنا ہے لہذا قائلین کے مجہول ہونے کی وجہ سے یہ جرح

مردود ہے۔

دوم اگر اس جرح کے قائل امام جوزجانی خود بھی ہوتے تو ان کی جرح پھر بھی مردود ہوتی کیونکہ آئمہ کرام نے تصریح کی ہے کہ جوزجانی کی جرح اہل کوفہ کے حق میں مردود اور باطل ہے۔

حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ لا عبرة بحط علی الکوفیین۔ (میزان الاعتدال 4/1، تہذیب التہذیب 93/1) یعنی اہل کوفہ کے حق میں جوزجانی کی جرح لائق اعتنا نہیں ہے۔

کیونکہ یزید بن ابی زیاد خود بھی کوفی تھا لہذا اس کے حق میں جوزجانی کی جرح قبول کرنا اور پھر پیش کرنا غلط، اصول کے خلاف ہے۔ مزید برآں خود زبیر علیزئی نے جوزجانی کو متشدد آئمہ میں شمار کیا ہیں۔ (فتاوی علمیہ۔ جلد 1، صفحہ 377)

☆امام احمد بن حنبل حدیث لیس بذالک۔ (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال 33/2)

جواب: امام احمد بن حنبل کی یہ جرح بھی قابل قبول نہیں ہے کیونکہ امام احمد بن حنبل نے اس جرح کی کوئی وجہ نہیں بتائی لہذا جرح مبہم قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔ دوسرا میری تحقیق کے مطابق امام احمد بن حنبل نے خود یزید بن ابی زیاد سے تقریباً 187 احادیث نقل کی ہیں۔

☆ابن عدی۔ و یزید من شیعة اهل الکوفة مع ضعفه یکتب حدیثه.

(الکامل ابن عدی 2730/7)

جواب: ابن عدی کے نزدیک یزید بن ابی زیاد الکوفی بھی مطلقاً ضعیف نہیں ہیں بلکہ وہ یزید بن ابی زیاد کی حدیث لکھنے کے قائل ہیں۔ اور امام ہیثمی کے نزدیک یکتب الحدیث مع ضعفہ تقریباً حسن درجہ کا راوی ہوتا ہے۔ لہذا ابن عدی کا حوالہ پیش کرنا بھی کچھ فائدہ مند نہیں ہے۔ مزید یہ کہ جرح کے سبب کا تعین نہیں ہے۔ دیگر محدثین کرام کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید بن ابی زیاد کا حافظہ ٹھیک نہیں تھا مگر مطلقاً ضعیف کہنا جرح مبہم ہے

لہذا قابل قبول نہ ہوگی۔

☆ابن حزم۔ ضعیف۔ (المحلی جلد 7، صفحہ 484)

جواب: اول تو ابن حزم کا حوالہ نقل کرنا صحیح نہیں ہے۔ دوم ابن حزم کا جرح میں مقام واضح کریں۔ سوم محدث امام دقیق العید نے ابن حزم کی جرح نقل کر کے اس کا رد کیا ہے۔ (دیکھئے نصب الرایہ)۔ چہارم جرح غیر مفسر ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

البیہقی۔ غیر قوی۔ (الکبریٰ 26/2)

جواب: زبیر علیزئی صاحب کا، امام بیہقی کا حوالہ پیش کرنا بھی انہیں کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ دے گا کیونکہ اول تو امام بیہقی نے تعصب احناف میں یزید بن ابی زیاد کو ضعیف کہا۔ جبکہ اپنی دیگر کتب مثلاً معرفۃ السنن الآثار، سنن صغریٰ، شعب الایمان بلکہ سنن الکبریٰ میں متعدد مقامات پر یزید بن زیاد کی احادیث سے احتجاج کیا ہے۔

سنن صغریٰ حدیث رقم۔:1558-1587

سنن الکبریٰ حدیث رقم:۔......918-9812-9813-9828-9829-10335

معرفۃ السنن والآثار۔ حدیث رقم۔2457-3480-3977-5580-8852

شعب الایمان۔ -3249-3766-4662-4770-5204-5669-5670

امام بیہقی نے یزید بن ابی زیاد کے بارے میں لیس بالقوی کہا ہے۔ (دیکھئے معرفۃ السنن و الآثار رقم 8862) اور ہم پہلے اس بات کی بحوالہ تصریح کر چکے ہیں کہ لیس بالقوی غیر مقلدین حضرات کے نزدیک مبہم اور خفیف جرح ہے۔ جو راوی کو کم از کم حسن ثابت کرتی ہے۔ لہذا امام بیہقی کے نزدیک یزید بن ابی زیاد کم از کم حسن درجہ کا راوی ضرور ہے۔

☆ حافظ ابن کثیر۔ وھو ضعیف۔ (تفسیر ابن کثیر 2/98-4/112)

جواب: زبیر علیزئی کا حافظ ابن کثیر کا حوالہ نقل کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حافظ ابن کثیر نے یزید بن ابی زیاد کو متعدد مقامات پر حسن اور حسن صحیح لکھا ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

1۔ ابو بکر بن عیاش ثنا یزید بن ابی زیاد عن ابراھیم ۔۔۔۔۔ وھذا اسنادہ حسن۔ (تفسیر ابن کثیر 6/476)۔

2۔ رواہ ترمذی من حدیث سفیان ثوری وغیرہ عن یزید بن ابی زیاد وقال حسن صحیح۔ 8/224

3۔ اسنادہ جید۔ (تفسیر ابن کثیر رقم۔ 3/490)

لہذا معلوم ہوا کہ حافظ ابن کثیر کے نزدیک یزید بن ابی زیاد ثقہ اور حسن درجہ کے راوی ہیں اور جب یزید بن ابی زیاد کی متابعت بھی ثابت ہو جائے تو درجہ صحیح کی حدیث ہو جاتی ہے۔ لہذا ابن کثیر کا حوالہ نقل کرنا زبیر علیزئی کی خطاء ہے۔ بر سبیل تنزل ان کی جرح صرف اختلاط پر مبنی ہوگی۔

☆ ابن الترکمانی۔ مضعف۔ (الجواھر النقی 2/208)

جواب: زبیر علیزئی صاحب کا ابن ترکمانی کو یزید بن ابی زیاد کے جارحین میں نقل کرنا دھوکا اور غلط ہے۔ کیونکہ ابن ترکمانی نے تو امام بیہقی کی کتاب السنن الکبریٰ پر تعلیقات لکھتے ہوئے جوابی الزام لکھا ہے۔ آپ حافظ ترکمانی کے الفاظ خود ملاحظہ فرمائیں تاکہ قارئین کرام پر اس کی حقیقت واضح ہو سکے۔

(عن یزید بن ابی زیاد اشیاخنا یحدثون ان علیا کان یقنت فی صلاۃ الصبح بعد الرکوع) قلت۔ (ابن ترکمانی) یزید مضعف حکی البیھقی تضعیفہ عن ابن معین فیما مرفی باب رفع الیدین عند الافتتاح خاصۃ ثم انہ روی عن الاشیاخ وھم مجھولون۔ (الجواھر النقی 2/208)

امام بیہقی نے یزید بن ابی زیاد کی حدیث کو نقل کیا اور اس سے احتجاج کیا جس کے جواب میں

ابن ترکمانی نے قلت کے صیغے سے جواب دیا کہ یزید بن ابی زیاد کی تضعیف بیہقی نے ابن معین سے خاص باب رفع یدین عند الافتتاح میں نقل کی۔ (یعنی وہاں تضعیف نقل کی اور یہاں پر احتجاج کر رہے ہیں) اور وہ بھی مجھولین شیوخ سے۔ مزید یہ کہ ابن ترکمانی نے یزید بن ابی زیاد الکوفی کا دفاع الجواھر النقی 2/77 پر کیا ہے۔ لہذا ابن ترکمانی کو جارحین میں شمار کرنا علمی زیادتی ہے۔ اور یہ کہ امام بیہقی کا اسلوب بھی واضح ہو گیا۔ (ثانیاً یہ جرح مبہم ہے۔ وجہ جرح نہیں نقل فرمائی گئی)

☆ امام ابوداؤد۔ لا اعلم احداً ترک حدیثہ و غیرہ احب الی منہ۔ (تہذیب الکمال 3/1534)

جواب: زبیر علیزئی صاحب اپنے مقبول اصولوں کے تحت اس قول کو ثابت کریں۔ دوسرا امام ابوداؤد یزید کی توثیق کے قائل ہیں۔ لہذا امام ابوداؤد کو جارحین میں رکھنا باطل اور مردود ہے۔ مزید یہ کہ امام ابوداؤد نے اپنی کتاب السنن میں متعدد مقامات پر اس کی حدیث پر سکوت کیا ہے اور یزید بن ابی زیاد پر جرح نقل نہیں کی۔ مزید تفصیل معدلین کے اقوال میں ملاحظہ فرمائیے گا مگر یاد رہے کہ امام ابوداؤد نے یزید بن ابی زیاد پر کوئی جرح نہیں کی۔ لہذا کم از کم امام ابوداؤد کے نزدیک یزید بن ابی زیاد حسن درجہ کا راوی ہے اور اگر متابعت مل جائے تو صحیح درجے کا راوی ہے۔

☆ ابن قانع۔ ضعیف۔ (تہذیب التہذیب 11/288)

جواب: حیرت کا مقام ہے کہ زبیر علیزئی صاحب ابن قانع کو مختلط مانتے ہیں اور پھر بھی ان کے اقوال کو پیش کر دیتے ہیں۔ زبیر علیزئی صاحب کا ماہنامہ الحدیث رسالہ اس پر شاہد ہے کہ متعدد مقامات پر زبیر علیزئی نے ابن قانع کا قول رد کیا ہے مگر تعصب احناف میں وہ اپنی

باتوں کو بھول جاتے ہیں۔ دوسرا اس کی سند ثابت کرنا زبیر علیزئی صاحب پر فرض ہے ورنہ اس قول کو اگلے ایڈیشن میں نکال دیجئے گا۔ (کاش کس امام نے ضعیف کو جرح مفسر کہا ہے؟)

☆الحاکم ابواحمد۔ لیس بالقوی عندھم۔ (تہذیب التہذیب 288/4)

جواب: اس حوالہ کی سند زبیر علیزئی کے ذمہ ہے۔ لہذا بلا سند اقوال ان کے اصولوں کے مطابق مردود ہیں۔ اس لئے امام الحاکم ابواحمد کا حوالہ دینا مردود ہے۔ مزید یہ کہ لیس بالقوی غیر مقلدین حضرات کے نزدیک جرح مفسر نہیں ہے۔ اور یہ جرح راوی کو حسن درجے سے نیچے نہیں گراتی۔ اس لئے امام الحاکم ابواحمد کا حوالہ دینا غلط ہے۔ اور ان کو جارحین میں شمار کرنا باطل ہے۔

☆امام البردیجی۔ لیس ھو بالقوی۔ (تہذیب التہذیب 289/4)

جواب: اس حوالہ کی سند بھی محل نظر ہے۔ لہذا بے سند اقوال سے استدلال کرنا وہ بھی احناف کے تعصب میں صرف اور صرف غیر مقلدین حضرات کا کام ہے۔ دوسرا ہم پہلے بھی وضاحت کر چکے ہیں کہ محدثین اور علماء غیر مقلدین کے نزدیک لیس بالقوی کی جرح راوی کو ضعیف ثابت نہیں کر سکتی۔ لہذا امام البردیجی کا قول بھی پیش کرنا مردود اور غلط ہے۔

☆ابن خزیمہ۔ فی القلب منہ۔ تہذیب التہذیب 289/11، صحیح ابن خزیمہ 2691۔ 203/4

جواب: زبیر علیزئی صاحب کا ابن خزیمہ کا حوالہ درج کرنا بھی ان کو مفید نہیں کیونکہ ابن خزیمہ کا یزید بن ابی زیاد کے بارے میں فی القلب منہ کے الفاظ نقل کرنا راوی کو مجروح یا ضعیف ثابت نہیں کر سکتا بلکہ اس راوی سے ابن خزیمہ نے احتجاج کیا ہے۔ دوسرا حافظ ابن خزیمہ یزید بن ابی زیاد کے بارے میں باب التزام البیت عند الخروج من الکعبۃ 334/4 صحیح ابن خزیمہ، لکھتے ہیں" ان کان یزید بن ابی زیاد من الشرط الذی اشترطنا فی اول الکتاب" یعنی یزید بن ابی زیاد وہ راوی ہے اور ان شرطوں پر ہے جو کتاب کے شروع میں

بیان کی ہیں۔ لہذا یزید بن ابی زیاد حافظ ابن خزیمہ کے نزدیک ثقہ یا کم از کم حسن راوی ضرور ہے۔ لہذا اس حوالے کو پیش کرنا غلط اور مردود ہے۔

☆امام دارقطنی۔ لا یخرج عنہ فی الصحیح. ضعیف یخطی کثیراً و یلقن اذا لقن۔ (تہذیب التہذیب 289/11، سوالات البرقانی: 561)

جواب: امام دارقطنی کا حوالہ بھی محل نظر ہے کیونکہ اول تو امام دارقطنی نے یزید بن ابی زیاد کی متعدد روایات کو اپنی کتاب العلل میں صحیح اور محفوظ لکھا ہے۔

1۔ وروی عن یزید بن ابی زیاد عن عبد اللہ بن الحارث عن علی مو قوفاً ایضاً و ھو الصواب۔ (العلل: 391)

2۔ و رواہ یزید بن ابی زیاد عن ابراھیم عن علقمة عن عبد اللہ و کذالک قال عمارۃ بن القعقاع عن ابراھیم عن علقمة و ھو اصحھا و اللہ اعلم۔ (العلل: 808)

لہذا جرح وتوثیق کے اقوال منقول ہونے کی وجہ سے دونوں اقوال ساقط قرار پائیں گے۔

دوم غیر مقلد محمد ابوالقاسم البناری نے امام دارقطنی کو متعنت لکھا ہے۔ (الکلام المبرم 66)

لہذا متعنت کی جرح بھی قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے امام دارقطنی کا حوالہ بھی یزید بن ابی زیاد کو ضعیف ثابت نہیں کر سکتا ہے۔

☆ابن فضیل۔ کان من آئمۃ الشیعۃ الکبار۔ (تہذیب التہذیب 289/11، الکامل۔ 275/7)

جواب: عرض ہے کہ اس حوالے میں کون سا ایسا لفظ ہے جو یزید بن ابی زیاد کو ضعیف ثابت کرتا ہے۔ اگر اس حوالے کو زبیر علیزئی جرح مانتے ہیں تو اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مختلف محدثین کرام نے یزید بن ابی زیاد کو شیعہ ہونے کی وجہ سے اس کو ضعیف کہا

ہے۔ مگر دونوں صورتوں میں امام ابن فضیل کا یہ حوالہ یزید بن ابی زیاد کو مجروح نہیں کر سکتا ہے۔ مناسب ہوگا کہ زبیر علیزئی صاحب کو اصول انہی کی کتاب سے پیش کیا جائے تاکہ عام لوگوں کے ساتھ ساتھ خود زبیر علیزئی کو بھی تسلی ہو جائے۔

زبیر علیزئی صاحب لکھتے ہیں۔ ''مسلکی تفاوت صحت حدیث کے خلاف نہیں۔''

مثلاً جس راوی کا ثقہ وصدوق ہونا ثابت ہو جائے اس کا قدری، خارجی، شیعی، معتزلی، جہمی اور مرجی وغیرہ ہونا صحت حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ (نور العینین 63)

معلوم ہوا کہ مسلکی تفاوت کی وجہ سے جرح کرنا غلط ہے لہذا اس حوالے کو پیش کرنا غلط ہے۔

مزید یہ کہ جمہور محدثین کرام یزید بن زبی زیاد کو ثقہ اور صدوق مانتے ہیں۔

☆ حافظ ابن حجر۔ ضعیف کبر فتغیر صار یتلقن وکان شیعا۔ (تقریب التہذیب: ۷۷۱۷)

جواب: حافظ ابن حجر کا صرف ضعیف کہہ دینا یزید بن ابی زیاد کو مطلقاً ضعیف ثابت نہیں کرتا کیونکہ محض ضعیف کہہ دینا جرح مبہم ہے لہذا جرح مبہم کو اصولوں کے تحت ماننا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ حافظ ابن حجر سے ہی اس کی مفسر وجہ معلوم ہو سکے۔

1۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

قلت یزید بن ابی زیاد احتج بہ الاربعۃ وروی لہ مسلم مقرونا۔۔۔ وان ضعفاء بعضھم من قبل حفظہ۔ (القول المسدد ص ۶۰)

یعنی بعض محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا اس کے حافظہ کی وجہ سے۔ (مطلب یہ کہ حافظہ خراب ہونے سے پہلے اس کی حدیث صحیح ہوگی۔)

2۔ تفرد بہ یزید بن ابی زیاد و قد تغیر و ھذا من ضعیف حدیثہ۔ (التلخیص الحبیر 254/2) یعنی اس میں یزید بن ابی زیاد کا تفرد ہے اور اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور

اس کی ضعیف حدیث میں سے ہے۔

لہذا حافظ ابن حجر کے قول سے معلوم ہوا کہ وہ اس کو تفرد اور حافظہ کی خرابی کی وجہ سے ضعیف مانتے تھے لہذا یزید بن ابی زیاد حافظہ خراب ہونے سے پہلے حافظ ابن حجر کے نزدیک ثقہ اور صحیح راوی تھے۔

آئمہ حدیث کے اصولوں کے مطابق کسی راوی کی احادیث حافظہ خراب ہونے سے پہلے حجت اور صحیح ہوتی ہیں۔ اس لئے یزید بن ابی زیاد کی وہ تمام حدیثیں جو حافظہ خراب ہونے سے پہلے کی ہیں وہ صحیح اور قابل احتجاج ہیں۔

☆ امام ذہبی۔ مشہور سی الحفظ۔ (المغنی فی ضعفاء: 7101)

جواب: امام ذہبی کو یزید بن ابی زیاد کے جارحین میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔ اول تو امام ذہبی کی یہ جرح حافظہ پر ہے۔ ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ایسا راوی ثقہ ہوتا ہے اور اس کی روایت صحیح ہوتی ہے اگر وہ حافظہ خراب ہونے سے پہلے روایت کرے اور یزید بن ابی زیاد بھی اسی قسم کا راوی ہے۔

دوم امام ذہبی نے یزید بن ابی زیاد کی عدالت کے بارے میں میں کوئی جرح نہیں کی ہے۔ علامہ ذہبی اپنی دوسری کتاب الکاشف میں لکھتے ہیں۔ ''عالم فھم صدوق ردی الحفظ لم یترک 137ھ مقرونا''۔ (الکاشف: 6305) یعنی (یزید بن ابی زیاد) عالم سمجھدار صدوق، خراب حافظہ والا ہے مگر اس کو ہرگز ترک نہیں کرنا چاہئے (یعنی اس کی روایت کو لازمی پکڑنا چاہئے)۔

حافظ ذہبی کا المغنی والا قول ''مشھور سئی الحفظ'' ان کے دوسرے قول ''صدوق ردئ الحفظ لم یترک'' میں کوئی تضاد نہیں ہے لہذا دونوں اقوال سے تعدیل ثابت ہوتی ہے اور اعتراض

صرف حافظہ کے خراب ہونے پر ہے۔ مزید برآں یہی جرح آپ کے ممدوح مؤمل بن اسماعیل پر بھی مگر پھر بھی وہ آپکے نزدیک ثقہ ہے۔

☆علی بن المدینی۔ ضعف امرہ۔ (الضعفاء للعقیلی 380/4)

جواب: امام علی بن المدینی کا حوالہ بھی جارحین میں پیش کرنا صحیح نہیں کیونکہ امام علی بن المدینی کا قول جرح مبہم ہے اور جرح مبہم قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔ دوم دیگر محدثین کرام کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا لہذا حافظہ کی خرابی کی وجہ سے اس کو ضعیف لکھا ہے مگر یہ تصریح ہو چکی ہے کہ ایسا راوی ضعیف نہیں ہوتا اور اس کے حافظہ کی خرابی سے پہلے کی روایت۔ صحیح اور قابل حجت ہوتی ہیں۔

☆ابن حبان۔ ذکرہ فی ضعفاء۔ (المجروحین 99/3)

جواب: زبیر علیزئی نے حافظ ابن حبان کا حوالہ تو نقل کیا مگر حافظ ابن حبان نے جو یزید بن ابی زیاد کے بارے میں لکھا اس کو ظاہر نہیں کیا۔ مناسب ہوگا کہ حافظ ابن حبان کا موقف مکمل واضح کر دیا جائے۔ حافظ ابن حبان لکھتے ہیں۔

"وکان یزید صدوق الا انہ لما کبر ساء حفظہ وتغیر، فکان یتلقن ما لقن، فوقع المناکیر فی حدیثہ من تلقین غیرہ ایاہ وجابتہ فیما لیس من حدیثہ لسوء حفظہ، فسماع من سمع منہ قبل دخولہ الکوفۃ فی اول عمرہ سماع صحیح، وسماع من سمع منہ فی آخر قدومہ الکوفۃ بعد تغیر حفظہ وتلقنہ ما یلقن سماع لیس بشیء۔ (المجروحین 100/3)

یعنی یزید بن ابی زیاد صدوق تھا مگر جب عمر رسیدہ ہو گیا تو اس کا حافظہ خراب ہو گیا اور جو تلقین کی جاتی وہ اس کو مان لیتا تھا اور اسی طرح تلقین قبول کرنے کی وجہ سے اس کی حدیث میں منکر روایتیں بھی آ گئیں اس کے خراب حافظہ کی وجہ سے۔ اور جس نے کوفہ میں

داخل ہونے سے پہلے اول عمر میں سماع کیا وہ صحیح ہے اور جس نے بعد میں کوفہ میں داخل ہونے کے بعد سماع کیا اس کے حافظہ خراب ہونے کے بعد اور جب وہ تلقین قبول کرتا تھا وہ روایات لیس بشیء یعنی کچھ بھی نہیں ہیں۔

امام ابن حبان کے حوالہ سے صاف ظاہر ہو گیا کہ یزید بن ابی زیاد کے حافظہ خراب ہونے سے پہلے کی روایت صحیح اور قابل قبول ہیں اور یزید بن ابی زیاد ثقہ وصدوق راوی ہے۔ لہذا یہ حوالہ پیش کرنا دو وجوہات کی وجہ سے غلط ہے۔ اول یہ کہ حافظ ابن حبان نے یزید بن ابی زیاد کو صدوق راوی قرار دیا ہے۔ دوم یہ کہ ابن حبان نے یزید کی اول عمر اور حافظہ خراب ہونے سے پہلے کی روایات کو صحیح لکھا ہے۔ اور ہمارا بھی یہی موقف ہے۔ اور ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ جن محدثین نے یزید بن ابی زیاد پر جرح یا ضعیف لکھا ہے وہ صرف اور صرف اس کے حافظہ کی وجہ سے ہے اور اصول حدیث واسماء الرجال میں ایسے راوی کی روایت حافظہ ٹھیک ہونے کی وجہ سے صحیح اور قابل حجت ہوتی ہیں۔

☆سفیان بن عیینہ۔ لم یکن سفیان یصف یزید بالحفظ۔ (الام للشافعی 104/1)

جواب: زبیر علیزئی کا سفیان بن عیینہ کو یزید بن زیاد کے جارحین میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ سفیان بن عیینہ تو بقول امام شافعی اس حدیث میں یزید بن ابی زیاد کے ثم لا یعود کے الفاظ کی زیادتی پر اعتراض کرتے ہیں اور سفیان بن عیینہ اس بات کی طرف مائل نظر آتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد نے اس حدیث میں ثم لا یعود کے الفاظ کی زیادتی میں تلقین قبول کی ہے۔ اگر یزید بن ابی زیاد ضعیف ہوتے تو وہ مکہ میں ان سے روایت ہی کیوں لیتے۔ لہذا معلوم ہوا کہ سفیان بن عیینہ کا اعتراض صرف ثم لا یعود کی زیادتی پر ہے۔

☆ الحاکم ابوعبداللہ ، کان یذکر بالحفظ فلما کبر ساء حفظہ فکان یقلب الا سانید، و یزید فی المتون و لا یمیز . (نصب الرایہ 402/1)

جواب: زبیر علیزئی کا اس حوالے کو پیش کرنا بھی یزید کو ضعیف ثابت نہیں کر سکتا کیونکہ الحاکم ابوعبداللہ نے یزید بن ابی زیاد کو حافظ کہا ہے۔ اور پھر مزید ان کے حافظہ خراب ہونے کی بات کی ہے۔ لہذا ہمارا موقف یہ ہے کہ ہم یزید بن ابی زیاد کے حافظہ خراب ہونے سے پہلے احادیث کو حجت تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اور امام الحاکم ابوعبداللہ نے بھی یہی بات کی ہے۔ اس لئے یزید بن ابی زیاد کو مطلقاً ضعیف قرار دینا زیادتی اور علم اسماء الرجال سے روگردانی ہے۔ امام الحاکم ابوعبداللہ نے جو یزید بن ابی زیاد کے بارے میں کہا ملاحظہ فرمائیں۔

"قال بیھقی و سمعت الحاکم ابا عبد اللہ یقول. یزید بن ابی زیاد کان یذکر بالحفظ فی شبابہ. فلما کبر ساء حفظہ". (بدر المنیر ۔488/3)

یعنی امام بیہقی کہتے ہیں کہ میں نے امام الحاکم ابا عبداللہ سے سنا کہ یزید بن ابی زیاد جوانی میں حافظ تھا مگر جب بوڑھا ہوا تو حافظہ خراب ہو گیا۔ لہذا امام حاکم ابوعبداللہ کے نزدیک بھی یزید بن ابی زیاد الکوفی جوانی میں ثقہ تھا۔

ان تمام اقوال جرح کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ یزید بن ابی زیاد پر کچھ محدثین نے جرح صرف اور صرف اس کے حافظے کی خرابی کی وجہ سے کی تھی۔ لہذا اختلاط سے پہلے کی احادیث ثابت اور صحیح ہوں گی۔ لہذا ان محدثین کرام کی جرح اختلاط کے بعد پر ہی محمول کی جائے گی۔ اور یزید بن ابی زیاد کی توثیق جمہور محدثین کرام نے کی ہے۔

لہذا درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ ان 30 حوالہ جات میں سے صرف 4 محدثین کرام کی جرح ہی ثابت ہوتی ہے۔ اور جمہور محدثین کرام بلکہ زبیر علیزئی صاحب کے اپنے دیئے گئے حوالہ جات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یزید بن ابی زیاد پر جرح اختلاط کے

بعد پر ہی مبنی ہے۔ لہذا زبیر علیزئی کا نور العینین ص 146 پر یہ لکھنا کہ "معلوم ہوا کہ اسماء الرجال کے ائمہ کی اکثریت کے نزدیک یزید بن ابی زیاد الہاشمی ضعیف ہے" بالکل غلط اور مردود ہے۔

نوٹ: مناسب ہوگا کہ ہم مختلط راوی کے بارے میں بھی قارئین کرام کے علم میں اضافے کے لئے کچھ لکھ دیں۔ غیر مقلد مولانا ابو معاذ عبدالجلیل اثری صاحب مختلط کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "مختلط ۔ سوء حفظ کسی عارض کے سبب طاری ہو جیسے کبر سنی، بینائی کے جاتے رہنے یا کتابوں کے ضائع ہو جانے کے سبب حافظہ میں خلل پیدا ہو جائے تو اسے مختلط کہتے ہیں۔ (تحفہ اہل نظر ص 115)

اب ہم اس کی تحقیق بھی کر لیں کہ مختلط راوی کی حدیث ضعیف ہوتی ہے یا صحیح؟

غیر مقلد عبدالجلیل اثری صاحب لکھتے ہیں۔

1۔ مختلط کی قبل الاختلاط والی روایت مقبول ہوگی۔

2۔ مختلط کی بعد الاختلاط والی روایت مردود ہوگی۔

مزید لکھتے ہیں کہ "اگر مختلط راوی کی مشتبہ روایات (یعنی فرق معلوم نہ ہو کہ اختلاط سے پہلے کی ہے یا بعد کی) کے لئے متابعات وشواہد ہوں تو وہ بجائے مردود ہونے کے قبولیت ورجحان کا درجہ پائیں گی اور یہی حکم مستور، مدلس، مرسل کی روایت کا ہے"۔ (تحفہ اہل نظر ص 116)

غیر مقلد عبدالجلیل اثری فاضل مدینہ یونیورسٹی کے حوالے سے معلوم ہوا کہ مختلط راوی کی قبل الاختلاط والی روایت مقبول ہوگی اور اگر مشتبہ روایت کا کوئی متابعت یا شاہد مل جائے تو وہ روایت بھی صحیح اور قابل حجت ہوگی۔

اگر ہم یزید بن ابی زیاد الکوفی کی ثقاہت کے حوالے نہ بھی دیں تو پھر بھی زبیر علیزئی صاحب کے دیئے گئے حوالہ جات سے خود ثابت ہوتا ہے کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی پر

محدثین کرام کی جرح از قبیل حافظ تھی۔ اور خراب حافظہ والے راوی کی روایات کا حکم ہم غیر
مقلد مولانا عبد الجلیل اثری صاحب کی کتاب تحفہ اہل نظر ص 115 سے ثابت کر چکے ہیں۔
مزید یہ کہ زبیر علیزئی نے یزید بن ابی زیاد کو اور اس کی روایت کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے
دو دعوے (اعتراضات) کیئے ہیں۔

اعتراض نمبر 1 ''معلوم ہوا کہ اسماء الرجال کے اماموں کی اکثریت کے نزدیک یزید بن ابی زیاد
الہاشمی ضعیف ہے۔ اس کے ضعف کی وجہ اس کا سوء حفظ اور کثرت خطاء ہے۔ جن آئمہ نے اسے
ثقہ یا صدوق کہا ہے وہ محدثین کی اکثریت کے مقابلے میں مردود ہے۔ (نور العینین ص 146)

جواب: زبیر علیزئی کا یہ دعویٰ کرنا کہ اسماء الرجال کے اماموں کی اکثریت کے نزدیک
یزید بن ابی زیاد الہاشمی ضعیف ہے بالکل غلط اور مردود ہے۔ کیونکہ زبیر علیزئی نے جن 30
محدثین کرام کے حوالہ جات دیئے ہیں ان میں سے اکثر محدثین سے یزید بن ابی زیاد کی
توثیق ثابت ہے۔ لہذا ان کے توثیق اور ضعیف حوالے متضاد ہونے کی وجہ سے ساقط ہیں۔
اور دوسرا ارجح پہلو یہ ہے کہ اکثر محدثین کرام نے مسئلہ رفع یدین کی احادیث کے ضمن میں
یزید بن ابی زیاد کو ضعیف لکھا مگر دوسرے مقامات پر یزید سے ہی احتجاج کیا۔

میرے مطالعہ میں کوئی ایک یا دو نہیں بلکہ درجنوں ایسے حوالا جات موجود ہیں جن
میں محدثین کرام نے ایک جگہ پر راوی کو ضعیف لکھا مگر دوسرے مقام پر ایسے راویوں سے
احتجاج بھی کیا۔ جس کا اظہار محدث ابن ترکمانی نے الجواہر النقی 208/2، علامہ بیہقی کی
جرح پر بھی کیا ہے اور محدث ابن ترکمانی نے امام بیہقی پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پہلے
دوسرے مقام پر یزید بن ابی زیاد سے امام بیہقی نے احتجاج کیا مگر ترک رفع یدین کے مسئلہ
پر اس راوی کو ضعیف لکھ دیا۔ لہذا یزید بن ابی زیاد کے مسئلہ پر ایسے مقامات زیادہ نظر میں
آئے۔ جس کی تفصیل آپ گزشتہ صفحات میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ لہذا زبیر علیزئی کے پیش

کردہ 30 حوالہ جات میں صرف 4 یا 5 حوالے ہی جرح کے ثابت ہیں۔ باقی تو جرح ہی
نہیں یا اس سے یزید بن ابی زیاد کی توثیق بھی ثابت ہے۔ لہذا 4 یا 5 حوالہ جات پر جمہور کا
اطلاق اور رٹ لگانا بالکل غلط ہے۔ قارئین کرام آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے
کہ جمہور محدثین کرام تو یزید بن ابی زیاد کی توثیق کے قائل ہیں۔

مزید برآں یہ کہ زبیر علیزئی صاحب اگر یزید بن ابی زیاد کو سوء حفظ اور کثرت خطا
کی وجہ سے ضعیف مان رہے ہیں تو پھر زبیر علیزئی اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام
اور حکم میں مومل بن اسماعیل کو کس طرح ثقہ تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ یزید بن ابی زیاد الکوفی
کو محدثین نے ثقہ اور صدوق لکھا ہے۔

اعتراض نمبر 2: زبیر علیزئی صاحب نور العینین ص 146 پر لکھتے ہیں۔

1۔ بوصیری نے یزید بن ابی زیاد کے بارے میں کہا۔ " وضعفه الجمهور ۔ اور جمہور
نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (زوائد ابن ماجہ 2116)

2۔ حافظ ابن حجر نے کہا۔ " والجمهور علی تضعیف حدیثه. "اور جمہور اسکی حدیث
کو ضعیف کہتے ہیں۔ (ہدی الساری ص 259)

جواب: زبیر علیزئی کے اس دعویٰ کے شق وار بالترتیب جواب ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ امام بوصیری کا زوائد ابن ماجہ رقم: 2116 کا حوالہ دینا بھی صحیح نہیں کیونکہ امام بوصیری
دوسرے مقام پر یزید بن ابی زیاد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

" فی اسناده یزید بن ابی زیاد مختلف فیه، فیکون الاسناد حسناً ۔ (زوائد
ابن ماجہ: 1159)

یعنی اس کی اسناد میں یزید بن ابی زیاد مختلف فیہ ہے اور اس حدیث کی سند حسن ہے۔
امام بوصیری سے یزید بن ابی زیاد کی واضح توثیق موجود ہے جس سے امام بوصیری

کا جمہور سے ضعف لکھنا غلط ثابت ہوتا ہے۔ دوسرا امام بوصیری کا مختلف فیہ لکھنا ہی اس کا ثبوت ہے کہ یزید بن ابی زیاد محدثین کرام کے نزدیک مختلف فیہ ہے۔ یعنی محدثین کرام کا اختلاف ہے۔ اگر جمہور اسے ضعیف کہتے تھے تو پھر امام بوصیری اسے مختلف فیہ نہ لکھتے۔ مگر مزید امام بوصیری کا ''الاسناد حسناً'' لکھنا صراحتاً یزید بن ابی زیاد کی توثیق اور تحسین ہے۔ لہذا امام بوصیری کا جمہور محدثین کرام سے ضعیف کا دعویٰ لکھنا خود ان کے توثیق اور تحسین کرنے سے تعارض ثابت ہوتا ہے اور متعارض ہونے کی وجہ سے امام بوصیری کے دونوں اقوال ساقط قرار پائیں گے۔

2۔ حافظ ابن حجر کا حوالہ نقل کرنا بھی غلط ہے کیونکہ حافظ ابن حجر کا جمہور کا یزید بن ابی زیاد کی تضعیف لکھنا غلط ہے۔ خود حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

''قلت یزید بن ابی زیاد احتج به الاربعة و روی له مسلم مقروناً و ان ضعفاء بعضهم من قبل حفظه''۔ (القول المسدد ص60)

یعنی یزید بن ابی زیاد سے اربعہ (ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ) نے اور امام مسلم نے مقروناً روایت لی ہے اور بعض نے اسے ضعیف لکھا ہے مگر حفظ کی خرابی کی وجہ سے۔

حافظ ابن حجر کی اپنی تصریح سے ثابت ہو گیا کہ وہ یزید بن ابی زیاد کا دفاع کر رہے ہیں۔ اور حافظ ابن حجر کا یہ لکھنا کہ ''وان ضعفاء بعضهم من قبل حفظه'' بھی ثابت کر رہا ہے کہ بعض نے اس کی تضعیف کی (نہ کہ جمہور محدثین کرام نے) اور مزید یہ بھی ثابت ہوا کہ ان کے تضعیف کی وجہ حافظہ کی خرابی تھی۔ اور اصول کے تحت حافظہ خراب ہونے سے پہلے کی تمام روایات صحیح ہوتی ہیں۔ لہذا زبیر علیزئی صاحب کے دونوں دعوے غلط ثابت ہوتے ہیں۔

زبیر علیزئی کا اعتراف :

زبیر علیزئی نے نور العینین ص136 قدیم ایڈیشن پر لکھا تھا۔

''جن آئمہ نے اسے ثقہ یا صدوق کہا وہ محدثین کی اکثریت کے مقابلے میں مردود ہے یا پھر تطبیق بھی دی جا سکتی ہے کہ پہلے اس کی حالت اچھی تھی بعد میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ لہذا جنہوں نے اس کی توثیق کی ہے وہ اختلاط سے پہلے پر محمول اور جنہوں نے اس کی تضعیف کی ہے وہ اختلاط کے بعد پر مبنی ہے۔ (تاہم راجح یہی ہے کہ یزید مذکور اختلاط سے پہلے اور بعد کی حالت میں ضعیف ہی ہے۔)

مگر یہ بات زبیر علیزئی نے جدید ایڈیشن نور العینین ص146 پر کاٹ دی ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زبیر علیزئی صاحب نے جو 30 حوالے تضعیف کے لکھے، وہ ان حوالہ جات کی بنیاد پر یزید بن ابی زیاد کو ضعیف مانتے ہیں۔ اور اختلاط والی بات صحیح نہیں مانتے ہیں۔

ہم یہ عرض کر دیں کہ زبیر علیزئی صاحب کے پیش کردہ حوالہ جات میں صرف 4 یا 5 حوالہ جات ہی ثابت ہو سکے ہیں۔ لہذا 5 محدثین کرام کو جمہور یا اکثریت ماننا غلط اور مردود ہے۔ ہم آئندہ صفحات میں جمہور محدثین کرام سے یہ ثابت کریں گے کہ یزید بن ابی زیاد ثقہ اور صحیح راوی ہے۔

مگر زبیر علیزئی اور غیر مقلدین حضرات کا یزید بن ابی زیاد کو مختلط ماننے کے بغیر بھی چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ محدثین کرام نے خود وضاحت کی ہے کہ مکہ میں یا قدیم روایت یزید بن ابی زیاد کی صحیح ہیں۔ لہذا زبیر علیزئی صاحب نے پلٹا کھایا اور پھر لکھا۔

آئمہ حدیث نے بالاتفاق یہ تصریح کر دی ہے کہ یزید نے یہ متنازعہ روایت حالت اختلاط واقع ہونے کے بعد بیان کی ہے۔ (نور العینین ص146)

میرا اعتراض زبیر علیزئی پر یہ ہے کہ اگر یزید بن ابی زیاد الکوفی اگر ہی ضعیف راوی ہے تو پھر

حالت اختلاط کی بحث کیوں؟

کیونکہ ضعیف راوی کی روایت تو حالت اختلاط سے پہلے اور حالت اختلاط کے بعد یکساں ہی ضعیف ہوتی ہے۔لہذا اختلاط واقع ہونے کا ذکر کیوں؟

دراصل زبیر علیزئی صاحب کو یہ معلوم ہے کہ محدثین کرام کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی کی حالت اختلاط سے پہلے کی حدیث صحیح ہے۔

ان محدثین کرام میں امام بخاری، امام سفیان بن عیینہ، امام دارقطنی، ابن عبد البر الاندلسی، حافظ ابن حبان وغیرہ شامل ہیں۔اب یہ فیصلہ تو قارئین کریں گے کہ کس کی بات صحیح ہے۔

محدثین کرام نے تو صراحتاً ذکر کیا ہے کہ حافظہ سے پہلے یزید بن ابی زیاد الکوفی کی روایت صحیح ہے۔ہم ان محدثین کرام کے اقوال کا جائزہ آگے تفصیل سے پیش کریں گے۔مگر اس مقام پر یہ بات یاد رکھیں کہ یزید بن ابی زیاد پر جرح صرف اور صرف اس کے مختلط ہونے پر ہے اور حالت اختلاط سے پہلے اس کی تمام روایات صحیح ہیں۔اگر زبیر علیزئی صاحب اپنے 4 یا 5 ثابت شدہ اقوال سے یزید بن ابی زیاد کی تضعیف ثابت کر کے اختلاط والی بات کو مرجوح قرار دیں گے تو پھر ہمیں بھی یہ حق حاصل ہے کہ محدثین کرام کے اقوال سے یزید بن ابی زیاد کی توثیق اور تحسین ثابت کردی جائے پھر ہم بھی یزید بن ابی زیاد کی تمام روایات قبل از اختلاط اور بعد از اختلاط کو صحیح قرار دے کر اس قول کو راجح قرار دیں اور محدثین کی جرح اور وہ تمام اقوال جو انہوں نے بعد الاختلاط والے لکھے ہیں، اس کا جواب دینے سے بری الذمہ ہو جائیں اور زبیر علیزئی کے اصولوں کے تحت وہ اقوال غلط قرار پائیں گے۔

یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ وہ اقوال قابل قبول نہ ہوں گے جن میں یزید بن ابی زیاد الکوفی کو مطلقاً ضعیف یعنی جرح مبہم اور حافظہ خراب ہونے کی تصریح کی ہے۔

یزید بن ابی زیاد الکوفی کی توثیق

یزید بن ابی زیاد الکوفی کو درج ذیل محدثین نے توثیق، تحسین یا تعریف کی ہے۔

1۔امام ترمذی نے متعدد مقامات پر یزید بن ابی زیاد الکوفی کی تصحیح اور تحسین کی ہے۔

(i)۔اسماعیل بن ابراہیم عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن براء بن عازب ۔۔۔۔۔۔قال ابو عیسیٰ براء حدیث حسن۔(سنن ترمذی رقم 486)

(ii)۔عبد الله بن ادریس عن یزیدبن ابی زیاد عن مقسم عن ابن عباس ...... قال ابو عیسی حدیث حسن صحیح۔(ترمذی:708)

(iii)۔ هیثم اخبرنا یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی نعیم .... قال ابو عیسی هذا حدیث حسن. (سنن ترمذی:767)

(iv)۔ سفیان عن یزید بن ابی زیاد عن محمد بن علی.... قال ابو عیسی هذا حدیث حسن . (سنن ترمذی:762)

(v)۔ زیاد بن عبدالله عن یزید بن ابی زیاد عن مجاهد .... قال ابو عیسی هذا حدیث ابن عباس حسن۔(سنن ترمذی:854)

(vi)۔هذا حدیث حسن ۔(سنن ترمذی:1638)

(vii)۔ قال ابو عیسی هذا حدیث صحیح ۔(سنن ترمذی:3436)

(viii)۔هذا حدیث حسن۔(سنن ترمذی:3540)

(ix)۔هذا حدیث حسن۔(سنن ترمذی:3541)

(x)۔هذا حدیث حسن صحیح۔(سنن ترمذی:3691)

(xi)۔هذا حدیث حسن صحیح۔(سنن ترمذی:3701)

درج بالا تفصیل سے واضح ہوگیا کہ امام ترمذی کے نزدیک یزید بن ابی زیاد الکوفی ثقہ راوی ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی سے مروی عبداللہ بن ادریس، ھیشم، سفیان اور زیاد بن عبداللہ کی روایت کی تحسین اور تصحیح کی گئی ہے۔ جبکہ یہی راوی ترک رفع یدین والی حدیث بھی یزید بن ابی زیاد سے روایت کرتے ہیں۔

2۔امام احمد بن صالح المصری لکھتے ہیں۔

"یزید ثقہ، و لا یعجبنی قول من تکلم فیہ" (تاریخ اسماء الثقات 1561)

یعنی یزید بن ابی زیاد ثقہ ہے اور جو یزید بن ابی زیاد الکوفی کے بارے میں کلام کرتا ہے مجھے خوش نہیں کرتا۔(یعنی امام احمد بن صالح کے نزدیک وہ تمام اقوال جرح فضول اور غلط ہیں۔)

3۔امام ابن شاہین نے یزید بن ابی زیاد الکوفی کو اپنی کتاب تاریخ اسماء الثقات رقم:1561 میں ذکر کیا ہے یعنی ابن شاہین کے نزدیک بھی یزید بن ابی زیاد الکوفی ثقہ راوی ہے۔

4۔امام شعبہ کی تحقیق: امام بخاری لکھتے ہیں کہ امام شعبہ حدیث یزید بن ابی زیاد الکوفی سے روایت کرتے تھے۔"روی عنہ حدیث" (تاریخ الکبیر 246/4 رقم: 2681)

اور غیر مقلدین کے نزدیک امام شعبہ اپنے نزدیک صرف ثقہ راوی سے روایت لیتے تھے۔ لہذا یزید بن ابی زیاد امام شعبہ کے نزدیک ثقہ راوی تھے۔ ہوسکتا ہے کہ اس طریقہ کار پر کسی کو اعتراض ہو مناسب ہوگا کہ ہم غیر مقلد شیخ ابی الحسن عبید اللہ بن محمد عبد السلام مبارک پوری کے حوالے سے اس معاملہ کی وضاحت کر دیں۔

شیخ ابوالحسن مبارکپوری لکھتے ہیں۔

" و قال شعبة. مالی ابالی اذا کتبت عن یزید بن ابی زیاد" (مرعاۃ المفاتیح رقم 312)۔ یعنی جب میں یزید بن ابی زیاد سے لکھ لوں، تو مجھے پھر کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔

اس سے واضح ہوگیا کہ امام شعبہ کے نزدیک یزید بن ابی زیاد الکوفی ثقہ راوی ہے۔

5۔امام عجلی لکھتے ہیں۔ "ثقہ جائز الحدیث و کان باخرۃ یلقن (معرفۃ الثقات:2019)

یعنی ثقہ جائز الحدیث ہے اور آخر میں تلقین قبول کرتا تھا۔ ہم اس بات کی تصریح کر چکے ہیں کہ حافظہ خراب یا تلقین ہونے کی وجہ سے راوی ضعیف ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس کا ثبوت امام عجلی نے خود ثقہ جائز الحدیث لکھ کر فراہم کر دیا ہے۔ اور مزید یہ کہ حافظہ کے خراب ہونے سے پہلے کی تمام روایات صحیح ہیں اور ان روایات کی تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

6۔امام یعقوب بن سفیان فسوی لکھتے ہیں۔

" یزید و ان کان قد تکلم فیہ لتغیرہ فھو علی العدالة و الثقة و ان لم یکن مثل الحکم و منصور و الاعمش. فھو مقبول القول عدل ثقة۔ (المعرفۃ و التاریخ جلد ۳ص ۱۷۳)

مفہوم: یعنی یزید بن ابی زیاد پر کلام کیا گیا اسکے حافظہ کی تغییر کی وجہ سے مگر وہ عادل اور ثقہ ہیں۔۔۔۔۔اور یزید بن ابی زیاد قابل قبول اور عادل اور ثقہ راوی ہے۔ معلوم ہوا کہ امام یعقوب فسوی کے نزدیک بھی یزید بن ابی زیاد ثقہ ہیں۔

7۔امام ابوداؤدؒ کی تحقیق: امام ابوداؤدؒ نے یزید بن ابی زیاد الکوفی کی متعدد روایات پر سکوت کیا ہے جو عند المحدثین کم از کم حسن درجہ کی روایت ہے۔ امام ابوداؤد، درج ذیل احادیث کے بارے میں جو یزید بن ابی زیاد سے مروی ہیں، سکوت کیا ہے۔

سنن رقم۔-346-3983-1731-1678-1677-1622-1605-1574

5862-1527-1478-1471-1260-51

یہ بھی ممکن ہے کہ زبیر علیزئی صاحب کو سکوت امام ابوداؤد کا اصول غلط نظر آئے مگر ہم اس کی تائید میں امام ابوداؤد کا قول نقل کر دیتے ہیں۔ امام ابوداؤد لکھتے ہیں۔

"ثبت لا اعلم ترک حدیثه" (سوالات ابی عبید 139)۔

ترجمہ یعنی ثبت ہے (ثقہ ہے) اور میں نہیں جانتا کہ اس کی حدیث ترک کی گئی ہو۔ اس روایت میں الآجری راوی مجہول ہے مگر یہ روایت بطور تائید پیش کی گئی ہے۔ لہذا ان دونوں اسلوب سے امام ابوداود کے نزدیک یزید بن ابی زیاد الکوفی کا ثقہ ہونا ثابت ہے۔

8۔ امام جریر بن عبد الحمید کی تحقیق:

امام بخاریؒ لکھتے ہیں۔ حدثنا عثمان عن جریر قال کان یزید احسن حفظاً من عطا بن سائب۔ (تاریخ الکبیر 3220، تاریخ الاوسط 39/2)

یعنی حضرت جریر بن عبد الحمید نے کہا کہ یزید کا حافظہ عطا بن سائب سے بہتر ہے۔

امام ابن ابی حاتم لکھتے ہیں۔ "عبدالرحمن اخبرنا عبد اللہ بن احمد بن محمد بن حنبل فیما کتب الی قال حدثنی عثمان بن ابی شیبۃ قال سالت جریر عن لیث و عطاء بن سائب و یزید بن ابی زیاد فقال یزید احسنھم استقامۃ فی الحدیث ثم عطا و کان لیث اکثرھم تخلیطا۔ (الجرح والتعدیل 179/7 رقم ۔ 1114)

یعنی عثمان بن ابی شیبہ نے امام جریر بن عبد الحمید سے لیث، عطا بن سائب اور یزید کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا (امام جریر) یزید بہتر اور مستقیم الحدیث یعنی ثقہ ہے پھر عطا بن سائب ہیں اور پھر لیث ہے اور وہ لیث اکثر غلطیاں کرتا ہے۔

ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہوا کہ محدث جریر بن عبد الحمید کے نزدیک یزید بن ابی زیاد عطا بن سائب سے بھی بہتر ہیں۔ اور یزید بن ابی زیاد احسن اور مستقیم فی الحدیث ہیں اور یہ بات واضح طور پر ثقاہت کی دلیل ہے۔ مزید یہ کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی کو عطا بن سائب سے بھی اچھا شمار کیا ہے جبکہ زبیر علیزئی اور غیر مقلدین حضرات تو حضرت عطا بن سائب کو بھی ثقہ مانتے ہیں۔ جب غیر مقلدین حضرات کے نزدیک عطا بن سائب ثقہ ہیں تو پھر یزید بن ابی زیاد کو تو بہتر طور پر ثقہ ماننا چاہیے۔

9: امام ابن سعد لکھتے ہیں۔

"کان ثقۃ فی نفسہ الا انہ اختلط فی آخر عمرہ" (الکواکب النیرات 509/1)

یعنی وہ فی النفسہ ثقہ ہے سوائے اس کے آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے۔

امام ابن سعد کی گواہی اہم ہے کیونکہ وہ اہل کوفہ کے بارے میں بڑے سخت ہیں اور کوفی راویوں پر سختی سے جرح کرتے ہیں مگر ان کا یزید کو ثقہ کہنا ثقاہت کی دلیل ہے۔ مزید یہ کہ ہم اس بات کا اعادہ کر چکے ہیں کہ یزید کا آخری عمر میں اختلاط میں ہونا ہمیں مضر نہیں ہے۔ اور نہ ہی یزید کو ضعیف ثابت کر سکتا ہے۔ اگر مختلط ہونے سے راوی ضعیف ہو تو پھر عطا بن سائب بھی ضعیف ثابت ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ بہت سارے ثقہ راوی بشمول سفیان بن عیینہ، اسحاق بن راھویہ اور محدث عبد الرزاق وغیرہ کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ تو کیا مختلط ہونے سے یہ راوی ضعیف قرار پائیں گے۔ جس طرح یہ باقی روایان ثقہ ہیں اسی طرح یزید بن ابی زیاد الکوفی بھی ثقہ اور ثابت ہیں۔

10۔ امام ابن العماد الحنبلیؒ لکھتے ہیں۔

"وھو حسن الحدیث"۔ (شذرات الذھب 206/1) یعنی یزید حسن الحدیث ہے۔

11۔ امام ساجی نے کہا "صدوق"۔ (البنایۃ 295/2)

12۔ امام ضیاء المقدسیؒ کی تحقیق: امام ضیاء المقدسی نے یزید بن ابی زیاد کی متعدد روایات کی تحسین اور تصریح کی ہے۔ اور زبیر علیزئی صاحب اس اصول کو متعدد بار پیش بھی کر چکے ہیں کہ ضیاء المختارہ کا کوئی راوی بھی درجہ حسن سے نہیں گرتا۔ لہذا اس مقام پر بھی اس اصول کو تسلیم کریں۔ امام ضیاء المقدسی نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔ (المختارہ۔ 363/3، المختارہ۔ 239/3)

13۔ امام ابن الجارود کی تحقیق: امام ابن الجارود نے المنتقیٰ من السنن المسندۃ میں اس کی

حدیث روایت کی ہے۔(المنتقی 263/1)

14۔امام ابن خزیمہؒ نے اس کی حدیث کی تخریج کی ہے۔(صحیح ابن خزیمہ 117)

15۔محدث اعظمی کی تحقیق: ابن خزیمہ کی حدیث پر اس کے محشی محدث اعظمی نے لکھا ہے۔ ''اسنادہ صحیح'' (ابن خزیمہ 117)

16۔امام حمیدیؒ نے اس کی حدیث اپنی کتاب میں لی ہے۔(صحیح حمیدی رقم 358-332-46)

17۔امام ابن المبارکؒ کی تحقیق: امام ھیثمی لکھتے ہیں۔ ''یزید بن ابی زیاد و ثقه ابن مبارک وغیرہ۔(مجمع الزوائد:5346)

18۔امام ابن ملقنؒ نے لکھا ہے ''و ھو صدوق ساء حفظه''۔(البدر المنیر 595/1)

19۔امام بوصیریؒ نے متعدد مقامات پر اس کی حدیث کی تحسین کی ہے۔

امام بوصیریؒ نے لکھا۔'' فی اسناده یزید بن ابی زیاد، مختلف فیه، فیکون الاسناد حسنا۔(زوائد ابن ماجہ 1159)۔امام بوصیری نے لکھا۔ ھذا اسناده حسن. یزید بن ابی زیاد مختلف فیه۔(زوائد ابن ماجہ۔418)

20۔امام ہیثمیؒ نے متعدد مقامات پر ان کی حدیث کی تحسین کی ہے۔

ا۔و فیه یزید بن ابی زیاد و حدیث حسن ۔(مجمع الزوائد 13014)

۲۔یزید بن ابی زیاد و ھو حسن الحدیث۔(مجمع الزوائد 13946)

21۔امام بخاریؒ نے کہا۔'' یزید بن ابی زیاد صدوق الا انه تغیر باخرة''۔ (ترتیب علل ترمذی 155/1)

22۔امام تمام الرازیؒ نے اس کی حدیث اپنی کتاب فوائد تمام رقم 778 میں لی ہے۔

23۔امام یحیی بن معین نے اس کی روایت اپنی مسند یحیی بن معین رقم 68 پر لی ہے۔

24۔امام ابوعوانہؒ نے اس کی حدیث کی تخریج کی ہے۔(صحیح ابوعوانہ 1970-8485)

25۔امام اسحاق بن راھویہؒ نے اس کی حدیث کی تخریج کی ہے۔(مسند اسحاق بن راھویہ رقم-202132) اور اس حدیث کے حاشیہ میں محشی عبدالغفور البلوشی لکھتا ہے'' رجاله بین ثقة و صدوق''۔

26۔امام البغویؒ نے اس کی حدیث کی تصحیح و تحسین کی ہے۔(شرح السنۃ۔رقم الحدیث: 334-1758-3936)

27۔امام ابن حبانؒ نے کہا'' کان صدوق الا انه لما کبر تغیر فسماع من سمع عنه قبل التغیر صحیح'' (المجروحین 100/3)

28۔امام مغلطائیؒ نے اس کی تعریف و توثیق کی ہے۔(شرح ابن ماجہ 1470/1)

29۔امام مسلمؒ نے اس کی حدیث اصول میں لی ہے۔(شرح ابن ماجہ 1470/1)

30۔امام ابن منجویہؒ نے یزید بن ابی زیاد کو صحیح مسلم کے رجال میں شمار کیا ہے۔رجال مسلم:1873)

31۔امام بوصیریؒ نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔

ا۔ھذا اسناده صحیح.(مصباح الزجاجۃ 546)

۲۔ھذا اسناده صحیح۔(مصباح الزجاجۃ 1263)

32۔امام ذہبیؒ نے لکھا'' عالم فهم صدوق ردی الحفظ لم یترک۔ (الکاشف:6305)

33۔علامہ ابن عبدالبر نے اس کی حدیث کو محفوظ لکھا ہے۔(التمہید 220/9)

34۔امام سعید بن منصورؒ نے اس کی حدیث کی تخریج کی ہے۔(سنن-2386-2445-2362)

35۔امام دارقطنیؒ نے کتاب العلل میں متعدد مقامات پر اس کی حدیث کو اصح اور صواب لکھا ہے۔(کتاب العلل 391-808)

36۔امام ابن دقیق العیدؒ نے اسے سچا راوی لکھا ہے۔(نصب الرایہ 402/1)

37۔امام ابونعیم نے اس کی حدیث کی تخریج کی ہے۔(مستخرج ابوعوانہ 1556-6846)

38۔مولانا مبارکپوری لکھتے ہیں۔''اخرجه الطبرانی بالاسانید و رجاله بعضها رجال الصحیح غیر یزید بن ابی زیاد و هو حسن الحدیث کذا فی مجمع الزوائد۔(تحفۃ الاحوذی 3436)

39۔ناصر الدین البانی نے متعدد مقامات پر اس کی حدیث کی تصحیح اور تحسین کی ہے۔

صحیح سنن ابی داود۔رقم۔458-2028-1970-1969-1968-1794-1733-93

صحیح ابن ماجہ۔رقم۔3081-3031-3028-2670-1513-1379-504

40۔غیر مقلد ابی الحسن مبارکپوری نے اس کی توثیق نقل کی ہے۔(مرعاۃ المفاتیح 312)

41۔علامہ عینیؒ یزید کے بارے لکھتے ہیں۔فی نفسه فهو ثقه۔(البنایہ شرح ھدایہ 295/2)

42۔قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔انه صدوق۔(نیل الاوطار 7/5)

43۔نواب صدیق نے مجمع الزوائد کے حوالے اس کی حدیث کی تحسین نقل کی ہے۔(نزل الابرار 248)

44۔احمد شاکر لکھتے ہیں۔''و الحق انه ثقة''یعنی حق ہے کہ یزید بن ابی زیاد ثقہ ہے۔(شرح ترمذی 195)

45۔محمد الامین لکھتے ہیں۔یزید بن ابی زیاد من رجال صحیح۔(اضواء البیان 191/6)

درج بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اسماء الرجال کے اماموں کی اکثریت کے نزدیک یزید بن ابی زیاد الہاشمی ثقہ اور حسن الحدیث ہے۔اور جن محدثین کرام نے اس پر اعتراض کیا ہے وہ صرف اس کے حافظ خراب ہونے کی وجہ سے کیا ہے۔لہذا یزید بن ابی زیاد کی حافظ خراب ہونے سے پہلے کی تمام روایات صحیح اور معتبر ہیں۔

نوٹ:۔ آئندہ صفحات پر اس موضوع پر تفصیلی بحث آرہی ہے کہ یہ حدیث یزید بن ابی زیاد نے حافظ خراب ہونے سے پہلے روایت کی ہے۔

زبیر علیزئی کے دوسرے اعتراض کا تحقیقی جائزہ

غیر مقلد زبیر علیزئی حضرت براء بن عازب کی ترک رفع الیدین پر دوسرا اعتراض کرتے ہوئے نور العینین 146-148 پر کہتا ہے۔

''یہ روایت یزید بن ابی زیاد نے اختلاط کے بعد بیان کی ہے۔سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یزید بن ابی زیاد نے مکہ میں حدیث سنائی''

عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن براء بن عازب قال: رأیت النبی علیه الصلوٰة و السلام اذا افتتح للصلوة رفع یدیه"۔(کتاب المجروحین لابن حبان 100/3،مسند حمیدی 724)یعنی اس قدیم روایت میں رفع یدین کے نہ کرنے (لا یعود وغیرہ) کا ذکر نہیں ہے۔سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں۔''ثم قدمت الکوفة فلقیت یزید بها فسمعته یحدث بهذا و زاد فیه، ثم لم یعد اذا هم لقنوه''۔یعنی پھر میں کوفہ آیا اور یزید سے ملاقات کی۔میں نے اسے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا اور اس نے اس حدیث میں ''لم یعد'' کے الفاظ بڑھادیے تھے۔میرا خیال ہے کہ کوفیوں نے اسے تلقین کی تھی یعنی یہ الفاظ اس کی زبان میں ڈال دیئے تھے۔(کتاب الام للشافعی 104/1)

امام دارقطنی نے بھی یہی کہا ہے کہ یزید نے آخری عمر میں تلقین قبول کرکے یہ الفاظ بڑھادیے تھے۔(سنن الدارقطنی 194/1 ح1118)

حافظ ابن حبان نے کہا: اس روایت کو عراقیوں نے رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کی نفی کے لیے (اعتمادا) پیش کیا ہے اور اس روایت میں ثم لم یعد (پھر نہ کرتے تھے) کی زیادتی نہیں تھی اور کوفیوں نے یزید بن ابی زیاد کی آخری عمر میں (جب کہ ان کا

حافظہ متغیر ہو چکا تھا) یہ اضافہ بطور تلقین رٹا دیا تھا۔ پس یزید نے اس تلقین کو قبول کر لیا۔ جیسا کہ سفیان بن عیینہ نے بیان فرمایا کہ انہوں نے مکہ میں پہلے اسے یہ حدیث ان الفاظ کے بغیر بیان کرتے ہوئے سنا تھا اور جس شخص کا مشغلہ علم ہو (اس عبارت میں لم زائد ہے، واللہ اعلم۔ وہ اس طرح کمزور ترین احادیث کو احتجاج کے طور پر بھی ذکر نہیں کرتا۔ (المجروحین 100/3)

غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین 146-148 پر مزید لکھتا ہے۔

''محدثین کرام کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں اس روایت کو'' ولا یعود'' کی زیادتی کے بغیر بیان کرتا تھا۔ بعد میں جب اس کا حافظہ بڑھاپے کی وجہ سے خراب ہو گیا تو اس نے ''یار لوگوں'' کی تلقین قبول کرتے ہوئے اس حدیث میں ''نہ کرنے'' کے (ثم لا یعود والے) الفاظ بڑھا دیئے لہذا اس روایت سے استدلال کرنا حلال نہیں ہے۔

الجواب:

عرض یہ ہے کہ محدثین کرام کے اعتراضات کے دو پہلو سامنے آتے ہیں۔ اول یہ کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور دوم یہ کہ اس نے حافظہ خراب ہونے سے پہلے جب یہ روایت بیان کی تو ثم لا یعود کے الفاظ بیان نہیں کئے۔ اب ہم ان اعتراضات کا جائزہ محدثین کرام کے اپنے مقرر کردہ اصولوں کی روشنی میں لیتے ہیں۔ مگر یہ بات ذہن نشین رہے کہ فوقیت ہمیشہ اصول ہی کی ہوتی ہے لہذا اصول کی روشنی میں جو بات سامنے آئے اسے مان لینا چاہیے۔

1۔ پہلے تو یہ کہ امام سفیان بن عیینہ کا ایک بنیادی قول جو مسند حمیدی 724 پر ہے۔ اس قول سے یزید بن ابی زیاد الکوفی کا مختلط ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ امام سفیان بن عیینہ نے یہ لکھا ہے کہ مکہ میں ثم لا یعود کے الفاظ بیان نہیں کئے جبکہ کوفہ میں آ کر اس زیادت کا

اضافہ ہوا۔ امام سفیان بن عیینہ کا اپنا دعویٰ کوئی کلیہ نہیں کیونکہ سفیان بن عیینہ نے مسند حمیدی رقم 724 میں ''فظننت'' کے الفاظ بیان کیے ہیں جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ابن عیینہ کا ظن تھا۔ یہاں پھر یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ بعد میں آنے والے تمام محدثین کرام نے سفیان بن عیینہ کے قول کو ہی بنیاد بنایا ہے اور اسی قول کی وجہ سے یزید بن ابی زیاد پر مختلط ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اب تحقیق طلب بات یہ ہے کہ آیا امام سفیان بن عیینہ کا یہ ظن قائم رہا یا تبدیل ہو گیا؟

دراصل محدث سفیان بن عیینہ کا یہ ظن تھا کہ یزید بن ابی زیاد کو ثم لا یعود کے الفاظ کسی نے تلقین کیے ہیں اگر یزید بن ابی زیاد الکوفی تلقین قبول کرنے والے ہوتے تو پھر سفیان بن عیینہ کی بھی تلقین قبول کرتے ہوئے ان الفاظ (یعنی ثم لا یعود) کو بھی حذف کر دیتے مگر ایسا نہ ہوا۔ اس کے برعکس امام سفیان بن عیینہ پر ان الفاظ کی حقانیت واضح ہو گئی تو انہوں نے خود یہ الفاظ روایت کئے۔

امام سفیان بن عیینہ سے یہ روایت محدث کبیر امام عبد الرزاق نے روایت لی ہے۔

عبد الرزاق عن ابن عیینہ عن یزید عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن براء بن عازب مثلہ و زاد قال مرۃ واحدۃ ثم لا تعد لرفعھما فی تلک الصلوۃ

(مصنف عبد الرزاق رقم 2531)

محدث عبد الرزاق کی اس روایت سے تو یہ واضح ہوا کہ یہ روایت ثم لا یعود کے بغیر بھی اور ثم لا یعود کی اضافت کے ساتھ بھی موجود ہے (یعنی دونوں طریق صحیح ہیں) اور مزید یہ بھی ثابت ہو گیا کہ امام سفیان بن عیینہ کے نزدیک یہ روایت جب ثم لا یعود کی اضافت کے ساتھ بھی صحیح ثابت ہو گئی تو انہوں نے ثم لا یعود یا اس کے ہم معنی الفاظ بھی روایت کئے۔

اس درج بالا نکتہ کا ایک دوسرا بڑا قرینہ یہ ہے کہ جب امام سفیان بن عیینہ کے نزدیک یہ روایت یعنی ترک رفع الیدین والی حدیث ثابت ہوگئی تو انہوں نے ترک رفع یدین پر عمل بھی کیا۔

امام احمد بن حنبل اپنی کتاب العلل رقم:5131 پر امام سفیان بن عیینہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ''وکان ابن عیینہ ربما رفع یدیہ و ربما لم یرفع'' یعنی سفیان بن عیینہ کبھی رفع یدین کرتے اور کبھی رفع یدین نہ کرتے۔ (کتاب العلل۔ رقم 5131)

امام احمد بن حنبلؒ کی گواہی اور امام سفیان بن عیینہ کا عمل یہ ثابت کر رہا ہے کہ اگر ان کے نزدیک ترک رفع یدین کی حدیث ثابت نہ ہوتی تو پھر ترک رفع یدین کسی دلیل کی بنا پر کیا؟ اور یہ ظاہر ہے کہ امام سفیان بن عیینہ ایک جلیل القدر محدث ہیں اور محدثین کرام اکثر حدیث کی صحت ثابت ہونے پر اپنے عمل کی بنیاد بناتے ہیں۔

اس درج بالا تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ امام سفیان بن عیینہ کے قول سے یزید بن ابی زیاد کا مختلط ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے ظن اور شک کی بناء پر یہ کہا کہ مکہ میں یزید بن ابی زیاد نے ثم لا یعود کے الفاظ بیان نہیں کیے جبکہ کوفہ میں ثم لا یعود کے الفاظ بڑھا دیئے۔ انہوں نے کہا کہ شاید انہیں ثم لا یعود کے الفاظ کی زیادت کی کسی نے تلقین کی ہو مگر جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ یہ ثم لا یعود کے الفاظ صحیح ہیں تو امام سفیان بن عیینہ نے ان الفاظ یعنی ثم لا یعود یا اس کے ہم معنی الفاظ کو بیان بھی کیا اور خود امام سفیان بن عیینہ نے ترک رفع یدین بھی کیا۔ اور یہ ثابت کر دیا کہ ترک رفع یدین والی حدیث ثابت اور صحیح ہے۔ اور سفیان بن عیینہ کے اپنے عمل نے تمام اشکالات اور اعتراضات کو دور بھی کر دیا ہے۔ کیونکہ دیگر محدثین کرام بشمول امام شافعیؒ، امام دارمیؒ، امام بیہقیؒ وغیرہم کے اعتراض کی وجہ امام سفیان بن عیینہ کا قول تھا لہذا تحقیق کے بعد ان کا اعتراض بھی صحیح نہیں رہتا۔

2۔ اگر بر سبیل تنزل آئمہ کرام کے اقوال کو مان لیا جائے کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی مختلط تھا اور آخری عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور اس نے ثم لا یعود کی اضافت حافظہ خراب ہونے کے بعد کی ہے تو پھر ہم آئمہ کرام کے اقوال اور محدثین کرام کے اصولوں کے تحت یزید بن ابی زیاد پر اعتراضات کی حیثیت معلوم کرتے ہیں۔ اگر اصول کے تحت اعتراضات صحیح ثابت ہوں تو ہمیں قبول کرنے میں کچھ حرج نہیں اور اگر اصول کے خلاف اعتراضات ثابت ہو جائیں تو پھر ترجیح اصول کو ہی ہوتی ہے اور عمل اصولوں پر ہوگا۔

قارئین کرام! اس مقام پر محدثین کرام کے اعتراضات کے دو پہلو ہیں۔

ا۔ پہلا اعتراض (بر سبیل تنزل مان لیا جائے تو) یہ کہ یزید بن ابی زیاد کا حافظہ خراب تھا۔

۲۔ دوسرا اعتراض یہ کہ یہ روایت یزید بن ابی زیاد نے حافظہ خراب ہونے کے بعد روایت کی ہے۔

ا۔ اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ پہلے ہم اصول کی روشنی میں یہ ثابت کریں کہ خراب حافظہ والے راوی کی روایت کی حیثیت کیا ہوتی ہے۔ محدثین کرام کا متفقہ اصول ہے کہ

''اگر قبل از اختلاط بھی روایتیں سنائی ہیں اور بعد از اختلاط بھی تو اس صورت میں اگر تلامذہ وغیرہ کے اعتبار سے تمیز ممکن ہو کہ کون سی روایتیں اختلاط سے پہلے کی ہیں اور کون سی بعد کی تو اس صورت میں قبل از اختلاط کی روایتیں مقبول ہوں گی''۔ (شرح نخبۃ الفکر ص 91، مقدمہ ابن صلاح 195 ص، الباعث الحثیث ص 244)

ب۔ اس درج بالا اصول کی روشنی میں ہم اس بات کی تحقیق کرتے ہیں کہ محدثین کرام کے نزدیک کن کن راویوں نے اختلاط سے پہلے سنا اور یہ بھی یاد رہے کہ اختلاط سے پہلے کی روایات بالکل صحیح اور ثابت ہوتی ہیں۔

1۔ امام ابو داؤدؒ کی تحقیق:

امام ابو داؤد کے نزدیک درج ذیل شاگردوں نے اختلاط سے پہلے یزید بن ابی زیاد سے

سنا۔ ھشیم، عبداللہ بن ادریس، خالد۔ (سنن ابی داؤد 273/1 نصب الرایہ 403/1)

2۔ امام بخاریؒ کی تحقیق:

امام بخاری کے نزدیک درج ذیل شاگردوں نے اختلاط سے قبل سماع کیا۔

سفیان ثوری، شعبہ بن حجاج، زہیر بن معاویہ۔ (جزء رفع یدین 15)

3۔ ابن عبد البرؒ کی تحقیق:

امام ابن عبد البر کے نزدیک درج ذیل شاگردوں نے اختلاط سے قبل سماع کیا۔

شعبہ بن حجاج، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ھشیم، خالد بن عبد اللہ الواسطی۔ (التمہید 220/9 اور موسیٰ بن محمد الانصاری (التمہید 215/9)

4۔ خطیب بغدادیؒ کی تحقیق:

خطیب بغدادی کے نزدیک درج ذیل شاگردوں نے قبل از اختلاط سماع کیا۔ سفیان ثوری، شعبہ بن الحجاج، ھشیم بن بشیر و اسباط بن محمد، خالد بن عبد اللہ الطحان وغیرھم (الفصل للوصل 367/3)

5۔ امام بیھقیؒ کی تحقیق:

امام بیھقی کے نزدیک درج ذیل شاگردوں نے قبل از اختلاط سماع کیا۔ سفیان ثوری، زہیر بن معاویہ، ھشیم۔ (بیہقی 76/2)

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ درج ذیل شاگرد آئمہ کرام کے نزدیک یزید بن ابی زیاد سے قدیم السماع راوی ہیں۔

۱۔ ھشیم بن بشیر 183ھ۔

۲۔ عبداللہ بن ادریس 192ھ۔

۳۔ خالد بن عبد اللہ الواسطی 179ھ۔

۴۔ سفیان ثوری 161ھ۔

۵۔ شعبہ بن الحجاج 160ھ۔

۶۔ زہیر بن معاویہ 173ھ۔

۷۔ سفیان بن عیینہ 198ھ۔

یہاں ایک نکتہ اور عرض کردوں کہ اس درج بالا تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ یہ محدثین کرام قدیم السماع راوی ہیں۔ مگر عرض یہ ہے کہ ان راویوں کے علاوہ دیگر راوی بھی ایسے موجود ہیں جو یزید بن ابی زیاد سے قدیم السماع ہیں کیونکہ درج بالا راویوں کے علاوہ دیگر ایسے راوی ہیں جو ان درج بالا راویوں سے بھی متقدم اور کبیر ہیں اور انہوں نے ان سے پہلے سنا ہے۔ ان راویوں میں شامل ہیں۔ ۱۔ محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ 148ھ۔ ۲۔ اسرائیل بن یونس 162ھ۔ ۳۔ اسماعیل بن زکریا الخلقانی 173ھ۔ ۴۔ شریک بن عبد اللہ 177ھ۔ ۵۔ ابو عمر بزار، دینار بن عمر۔

لہذا یہ درج بالا پانچ راوی بھی قدیم السماع اور اختلاط سے پہلے کے راوی اور شاگرد ہیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اگر عبد اللہ بن ادریس، سفیان بن عیینہ، ھیثم بن بشیر متاخرین راویوں نے اگر یزید بن ابی زیاد سے اختلاط سے پہلے سنا تو پھر ابن لیلیٰ، اسرائیل بن یونس، شریک بن عبد اللہ وغیرہ کبار راوی، تو بطریق اولیٰ اختلاط سے پہلے اور قدیم السماع راوی ثابت ہوتے ہیں۔

لہذا یزید بن ابی زیاد سے تقریباً 12 راوی قدیم السماع اور قبل از اختلاط ہیں۔ مزید راوی بھی تحقیق کے بعد قدیم السماع ثابت ہو سکتے ہیں۔ لہذا ان تمام راویوں کی احادیث قدیم السماع اور صحیح ثابت ہیں۔

جب تحقیق سے ان راویوں کے نام کی نشاندہی ہو چکی ہے جو کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی سے روایت کرنے میں قدیم السماع اور اختلاط سے پہلے روایت کرنے والے ہیں تو

اب اس امر کا بھی ہم تفصیلی جائزہ لیتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی کے کس قدیم السماع اور قبل از اختلاط والے شاگرد نے ثم لا یعود یا اس کے ہم معنی الفاظ روایت کئے ہیں۔

1۔ ھیثم بن بشیر 183 ھ کی روایت:

ھیثم بن بشیر قدیم السماع راوی ہیں لہذا ان کی روایت یزید بن ابی زیاد سے ملاحظہ فرمائیں۔

حدثنا اسحاق حدثنا هشیم عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء قال: رایت رسول الله ﷺ حین افتتح الصلوة کبر و رفع یدیه حتی کاد تحاذیان اذنیه ثم لم یعد۔ (مسند ابی یعلی 3/48، 1691)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ وہ تقریباً کانوں کے برابر ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے (ہاتھوں کو اٹھانے کا عمل) دوبارہ نہیں کیا۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

راوی	حکم	حوالہ
1۔ اسحاق بن اسماعیل 225ھ۔	ثقہ	الکاشف:285
2۔ ھیثم بن بشیر۔183ھ۔	ثقہ	الکاشف:5979
3۔ یزید بن ابی زیاد 137ھ	لم یترک (ثقہ)	تاریخ اسماء الثقات:1561
4۔ عبدالرحمن بن ابی لیلی 83ھ	ثقہ	التقریب:3993
5۔ حضرت براء بن عازبؓ	صحابی ہیں (کلھم عدول)	التقریب:648

اس سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں۔ یزید بن ابی زیاد الکوفی کے بارے میں تفصیل سے وضاحت ہو چکی ہے کہ وہ جمہور محدثین کرام کے نزدیک ثقہ اور حسن الحدیث

ہیں۔ اس روایت ھیثم بن بشیر یک تدلیس کا اعتراض بھی غلط ہے کیونکہ ھیثم بن بشیر کے بہت سی متابعات موجود ہیں۔ لہذا تدلیس والا اعتراض اس مقام پر مردود اور باطل ہے۔

2۔ حدثنا ھیثم عن یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب قال: رایت رسول اللہ ﷺ رفع یدیہ حین افتتح الصلوۃ ثم لم یرفعھما حتی انصرف۔ (جامع المسانید، ابن کثیر 56/2)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ نماز کو شروع کرنے کے وقت آپ ﷺ نے ہاتھوں کو اٹھایا پھر نماز سے فارغ ہونے تک ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔

2۔ عبد اللہ بن ادریس کی روایت:

عبداللہ بن ادریس بھی قبل از اختلاط کے شاگرد ہیں لہذا ان کی روایت ملاحظہ کریں۔

حدثنا اسحاق حدثنا ابن ادریس قال: سمعت یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلی عن البراء قال: رایت رسول الله ﷺ رفع یدیه حین استقبل الصلوٰة حتی رایت ابهامیه قریباً من اذنیه ثم لم یرفعهم. (مسند ابی یعلی 3/248، 1692)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جس وقت آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے دونوں انگوٹھے آپ کے کانوں کے قریب ہو گئے۔ اس کے بعد ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

راوی	حکم	حوالہ
1۔ اسحاق بن اسماعیل 225ھ۔	ثقہ	الکاشف 286
2۔ عبداللہ بن ادریس 192ھ۔	ثقہ فقیہ	تقریب 3207

۳۔ یزید بن ابی زیاد 137ھ ۔ ثقہ تاریخ اسماء الثقات 1561

۴۔ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ 83ھ ثقہ تابعی تقریب 3993

۵۔ حضرت براء بن عازب صحابی (کلھم عدول) تقریب 648

اس سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں اور اس سند میں عبداللہ بن ادریس ثقہ محدث متابعت بھی ھیثم بن بشیر مدلس کی کر رہے ہیں۔ مدلس راوی کی روایت کی اگر متابعت مل جائے تو وہ روایت قابل قبول ہوتی ہے۔

3۔ سفیان ثوری 161 ھ کی روایت:

سفیان ثوری بھی عندالمحدثین قبل از اختلاط کے شاگرد ہیں۔ لہذا ان کی روایت یوں ہے۔

حدثنا ابو بکرۃ قال ثنا مؤمل قال ثنا سفیان قال ثنا یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب رض اللہ عنہ قال: کان النبی ﷺ اذا کبر لافتتاح الصلوۃ رفع یدیہ حتی یکون ابھاماہ قریباً من شحمتی اذنیہ ثم لا یعود. (شرح معانی الآثار 226/1)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب تکبیر تحریمہ کہتے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں انگوٹھے آپ کے کانوں کے قریب ہوتے۔ پھر آپ ﷺ (ہاتھ اٹھانے کو) نہیں لوٹاتے تھے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

۱۔ ابوبکرۃ بکار بن قتیبۃ 270ھ ثقہ الثقات 12703

۲۔ مؤمل بن اسماعیل 206ھ۔ کثیر الخطاء وحدث حفظا فغلط الکاشف 5747

۳۔ سفیان بن ثوری 161ھ ثقہ حافظ تقریب 2445

۴۔ یزید بن ابی زیاد 137ھ ثقہ تاریخ اسماء الثقات 1561

۵۔ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ 83ھ ثقہ تابعی تقریب 3993

۶۔ حضرت براء بن عازب صحابی تقریب 648

اس روایت میں مؤمل بن اسماعیل کثیر الخطاء ہے مگر یاد رہے کہ اس حدیث میں مؤمل بن اسماعیل کا کثیر الخطاء ہونا مضر نہیں کیونکہ مؤمل بن اسماعیل کی بہت سے راویوں نے متابعت کر رکھی ہے۔ کچھ متابعات پہلے سپرد قلم کیے جا چکے ہیں اور کچھ متابعات مزید ملاحظہ فرمائیں۔ ثانیاً مؤمل بن اسماعیل کو زبیر علیزئی صاحب ثقہ تسلیم کرتے ہیں۔

4۔ سفیان بن عیینہ 198 ھ کی روایت:

سفیان بن عیینہ بھی محدثین کرام کے مطابق قدیم السماع راوی ہیں۔ ان کی روایت ملاحظہ فرمائیں۔

عبد الرزاق عن ابن عیینہ عن یزید عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب مثلہ و زاد قال مرۃ واحدۃ ثم لا تعد لرفعھا فی تلک الصلوۃ۔

(مصنف عبدالرزاق رقم: 2531)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب تکبیر (تحریمہ) کہتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے کانوں کے قریب دیکھے جاتے۔ ۔۔۔ پھر اس نماز میں دوبارہ ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

۱۔ عبدالرزاق بن ھمام 211ھ ثقہ حافظ تقریب 4064

۲۔ سفیان بن عیینہ 198ھ ثقہ ثبت الکاشف 2002

۳۔ یزید بن ابی زیاد 137ھ	ثقہ	تاریخ اسماء الثقات 1561
۴۔ عبدالرحمن بن ابی لیلی 83ھ	ثقہ تابعی	تقریب 3993
۵۔ حضرت براء بن عازب	صحابی	تقریب 648

اس روایت میں محدث عبدالرزاق اور سفیان بن عیینہ دونوں مدلس راوی ہیں مگر یہاں پر تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہے کیونکہ ایک تو یہ روایت خود سفیان بن عیینہ نے یزید بن ابی زیاد سے سنی ہے جیسا کہ مسند حمیدی 724 اور کتاب الام 104/1 سے ثابت ہے۔ ثانیاً محدث عبدالرزاق نے اس حدیث کے ساتھ لکھا ہے کہ "و زاد قال مرة واحدة" جس سے مصنف عبدالرزاق کی تدلیس کا اعتراض بھی باطل ہے کیونکہ اس حدیث کے متعدد متابعات اور شواهد موجود ہیں۔ لہذا ایسا کم علمی کا اعتراض صرف مسلکی تعصب کا شاخسانہ تو ہوسکتا ہے مگر علمی اور تحقیقی میدان میں اس کی کچھ حیثیت نہیں ہے۔

5۔ موسیٰ بن محمد الانصاری کی روایت:

موسی بن محمد الانصاری بھی ابن عبد البر کے نزدیک قدیم السماع راوی ہیں۔ لہذا ان کی روایت ملاحظہ فرمائیں۔

حدثنا عبد الوارث بن سفيان قال حدثنا قاسم بن اصبغ قال حدثنا احمد بن زهير قال حدثنا ابو نعيم قال حدثنا موسى بن محمد الانصارى عن يزيد بن ابى زياد عن عبد الرحمن بن ابى ليلى عن البراء بن عازب قال صليت خلف النبى ﷺ فكبر فرفع يديه حتى حاذى أذنيه فى اول مرة. (التمہید۔ 215/9)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی پس اللہ اکبر کہا پس رفع یدین کیا حتی کہ ہاتھوں کو کانوں کے برابر کیا پہلی مرتبہ۔ (پھر اس پر زیادہ نہ کیا)

﴿سند کی تحقیق﴾

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ اور توثیق درج ذیل ہے۔

۱۔ عبدالوارث بن سفیان 333ھ	اوثق الناس	الصلۃ ابن بشکوال 122/1
۲۔ قاسم بن اصبغ	امام الحافظ محدث (ثقہ)	سیر اعلام النبلاء:266
۳۔ احمد بن زہیر بن حرب	ثقہ عالما متقنا حافظا	لسان المیزان:556
۴۔ الفضل بن دکین ابو نعیم	ثقہ ثبت	تقریب التہذیب:5401
۵۔ موسی بن محمد الانصاری الکوفی	ثقہ	الجرح و تعدیل:711
۶۔ یزید بن ابی زیاد 137ھ	ثقہ	تاریخ اسماء الثقات:1561
۷۔ عبدالرحمن بن ابی لیلی 83ھ	ثقہ تابعی	تقریب:3993
۸۔ حضرت براء بن عازب	صحابی	تقریب:648

اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

6۔ امام شعبہ کی روایت:

امام شعبہ بھی محدثین کرام کے مطابق قدیم السماع راوی ہیں۔

حدثنا احمد بن على بن العلاء ثنا ابو الاشعث ثنا محمد بن بكر ثنا شعبة عن يزيد بن ابى زياد قال سمعت ابن ابى ليلى يقول سمعت البراء فى هذا المجلس يحدث قوما منهم كعب بن عجرة قال رأيت رسول الله ﷺ حين افتتح الصلاة يرفع يديه فى اول تكبيرة. (سنن الدارقطنی۔ 293/1، الفصل للوصل رقم:302 بغدادی)

ترجمہ: عبدالرحمن بن ابی لیلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازبؓ سے خاص اسی مجلس (یعنی جامعہ کوفہ) میں حدیث بیان کرتے ہوئے سنا۔ اہل مجلس میں سے ایک حضرت کعب بن عجرہؓ بھی تھے۔ حضرت براء بن عازبؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ

کو دیکھا کہ جب نماز شروع فرماتے تو صرف اول تکبیر (تحریمہ) میں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔

«سند کی تحقیق»

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

راوی	درجہ	حوالہ
۱۔احمد بن علی بن العلاء الجوزجانی	ثقہ	سیر اعلام النبلاء: 102
۲۔ابوالاشعث احمد بن المقدام 253ھ	ثقہ	الکاشف: 89
۳۔محمد بن بکر البرسانی 203ھ	ثقہ	الکاشف: 4746
۴۔شعبہ بن الحجاج	ثقہ	الکاشف: 2778
۵۔یزید بن ابی زیاد 137ھ	ثقہ	تاریخ اسماء الثقات: 1561
۶۔عبدالرحمن بن ابی لیلی 83ھ	ثقہ تابعی	تقریب: 3993
۶۔حضرت براء بن عازب	صحابی جلیل	تقریب: 648

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ، ثبت اور صدوق ہیں۔

اس روایت سے یزید بن ابی زیاد الکوفی پر تدلیس کا اعتراض بھی غلط ثابت ہوتا ہے اور مزید یہ کہ اس روایت میں ثم لا یعود کے الفاظ نہیں مگر رفع یدیہ فی اول تکبیرۃ کا مطلب دیگر روایات سے روشن اور واضح ہے کہ رفع یدین صرف تکبیر اولی میں کرتے تھے مگر اس کے بعد رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ یہاں پر یہ اعتراض بھی وارد نہیں ہو سکتا کہ اس روایت میں صرف تکبیر اولی کے وقت ہی رفع یدین کا ذکر ہے مگر اس کے بعد نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ کیونکہ زبیر علیزئی نور العینین پر یہ بات تسلیم کر چکے ہیں کہ ایک حدیث کی تشریح دوسری حدیث سے ہوتی ہے۔ لہذا اس حدیث کی بھی تشریح اور توضیح سفیان ثوری، عبد اللہ بن ادریس، ابن ابی لیلی، شریک، موسیٰ بن محمد، سفیان بن عیینہ اور هشیم بن بشیر وغیرھم کی روایت

سے ثابت ہے۔ لہذا ایسے مردود اور غلط اعتراضات کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

7۔ ابن ابی لیلیٰ 148ھ کی روایت:

ابن ابی لیلیٰ بھی یزید بن ابی زیاد کے قدیم شاگردوں میں سے ہیں۔ لہذا ان کی روایت میں قدیم السماع روایت ہے۔

نا محمد، نا بکر، نا عیسی، عن محمد عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن عن البراء بن عازب عن رسول اللہ ﷺ انه کان اذا افتتح الصلوة رفع یدیه حتی یکون قریباً من اذنیه ثم لا یرفعهما حتی ینصرف. (معجم ابن الاعرابی رقم: 585)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ کانوں کے برابر ہو جاتے اور پھر ہاتھوں کو نہ اٹھاتے یہاں تک کہ (نماز سے) فارغ ہو جاتے۔

«سند کی تحقیق»

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ اور توثیق درج ذیل ہے۔

راوی	درجہ	حوالہ
۱۔محمد بن عبید بن اسباط	اسکی ثقاہت معلوم نہ ہو سکی۔	
۲۔بکر بن عبدالرحمن	ثقہ	تقریب التہذیب: 744
۳۔عیسی بن المختار	ثقہ	تقریب التہذیب: 5322
۴۔ابن ابی لیلی	صدوق ثقہ	معرفۃ الثقات عجلی: 1618
۵۔یزید بن ابی زیاد 137ھ	ثقہ	تاریخ اسماء الثقات: 1561
۵۔عبدالرحمن بن ابی لیلی 83ھ	ثقہ تابعی	تقریب: 3993
۶۔حضرت براء بن عازبؓ	صحابی	تقریب: 648

اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے محمد بن عبید بن اسباط کے اس کا تعین نہ ہو

سکا کہ یہ راوی کون ہے۔ مگر پھر بھی اس سند پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ اگر ابن ابی لیلی سے نیچے کوئی راوی ضعیف بھی ہو تو اس سند پر کوئی فرق نہیں ہوتا کیونکہ ابن ابی لیلی نے یہ روایت اپنی کتاب میں لکھی تھی۔ لہذا اگر کتاب سے روایت ثابت ہو تو پھر نیچے سند کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ واقعی ابن ابی لیلیٰ نے اسے اپنی کتاب میں لکھا؟ تو عرض یہ ہے کہ اس کا اعتراف خود امام احمد بن حنبل اور امام بخاری نے کیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ لکھتے ہیں۔

"حدثنا ابی عن محمد بن عبداللہ بن عمیر (ثقہ) قال نظرت فی کتاب ابن ابی لیلی فاذا هو یرویه عن یزید بن ابی زیاد." یعنی ابن عمیر (ثقہ) سے امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں کہ ابن عمیر نے کہا کہ میں نے ابن ابی لیلی کی کتاب دیکھی تو (ابن ابی لیلی نے اسے) یزید بن ابی زیاد (الکوفی) سے روایت کیا (کتاب العلل 708)

امام بخاری لکھتے ہیں۔" من حدث عن ابن ابی لیلیٰ من کتابه فانما حدث عن ابن ابی لیلیٰ عن یزید." یعنی جس نے ابن ابی لیلی کی کتاب سے روایت کیا تو وہ ابن ابی لیلی عن یزید سے روایت کرتا ہے۔ (جزء رفع الیدین 341)

اس درج بالا تفصیل سے واضح ہو گیا کہ ابن ابی لیلی اس روایت کو جب کتاب سے روایت کرتا تو یزید بن ابی زیاد الکوفی سے روایت نقل کرتے تھے۔

اهم نکته: قارئین کرام! یہاں ایک علمی اور اہم نکتہ ملاحظہ فرمائیں کہ اس روایت میں ابن ابی لیلی پر جو جرح ہے وہ سیء الحفظ ہونے کی ہے۔ ایسے راوی کی اگر متابعات مل جائیں تو حدیث صحیح ہوگی۔ اور اگر کوئی ایسا راوی کتاب سے روایت کر رہا ہو تو پھر بھی روایت صحیح ہوتی ہے۔ اب آپ اس کے بارے میں تحقیق ملاحظہ کریں۔

ا۔ امام بخاری لکھتے ہیں۔" لان الکتاب احفظ عند اهل العلم "یعنی اہل علم کے نزدیک کتاب معتبر ہوتی ہے۔ امام بخاری کے اس اصول سے معلوم ہوا کہ جب راوی کوئی

روایت کتاب سے روایت کرے تو اہل علم کے نزدیک معتبر ہوتی ہے۔ اگرچہ کتاب پر اعتراض نہ ہو۔

ا۔ اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ کیا ابن ابی لیلی نے یہ روایت اپنی کتاب میں لکھی یا روایت کی تو خود امام بخاری لکھتے ہیں۔ فاما من حدث عن ابن ابی لیلی من کتابه فانما حدث عن ابن ابی لیلی عن یزید۔ (جزء رفع الیدین 34)۔ یعنی جب کوئی ابن ابی لیلی کی کتاب سے روایت کرتا تو وہ ابن ابی لیلی عن یزید کی سند سے روایت کرتا۔ لہذا معلوم ہوا کہ وہ روایت ابن ابی لیلی نے اپنی کتاب میں لکھی تھی۔ اور یہی بات امام احمد بن حنبل نے محمد بن عبداللہ بن عمیر (ثقہ) سے بھی نقل کی ہے۔ (کتاب العلل:708)

لہذا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ ابن ابی لیلی کی یہ روایت بالکل صحیح اور ثابت ہے کیونکہ ابن ابی لیلی عدالت کے لحاظ سے ثقہ اور حسن الحدیث ہیں اور انہوں نے یہ روایت اپنی کتاب میں لکھی اور راوی کی کتاب اہل علم کے نزدیک مقبول ہوتی ہے۔ لہذا اس سند میں ابن ابی لیلی پر جرح ہی نہیں ہو سکتی۔ لہذا یہ روایت بالکل صحیح ہے اور اس پر اعتراض کرنا کم علمی اور غلط ہے۔

اصول حدیث کی روشنی میں اس حدیث کو ضعیف کہنا کم علمی اور جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ یاد رہے کہ محدثین کرام نے جو اصول و قواعد مقرر کیے ہیں۔ انہی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ تحقیق پیش کی ہے۔ اگر کسی کو اعتراض ہے تو محدثین کرام کے اصول و ضوابط کے تحت اعتراض وارد کرے۔ مناظرانہ جواب دینے سے حقیقت کو چھپایا نہیں جا سکتا۔

مزید یہ کہ تحقیق کی روشنی میں ابن ابی لیلی سب سے قدیم اور اختلاط سے پہلے کے راوی ہیں۔ اور ان کے لئے کسی محدث کی تصریح کا حوالہ بھی ضروری نہیں کیونکہ ایک علمی شخص ابن ابی لیلی کی تاریخ وفات اور دوسرے راویوں کی تاریخ وفات سے بخوبی نتیجہ اخذ کر

سکتا ہے۔ لہذا کسی محدث کا حوالہ مانگنا بھی غلط اور مردود ہے۔ میرے خیال میں اس حدیث کی اگر کوئی متابعت نہ بھی ہو تو یہ روایت اصول حدیث کی روشنی میں بالکل صحیح اور ثابت ہے۔ کیونکہ محدثین کرام نے جو علتیں بیان کی ہیں اگر ان کو مدنظر رکھا جائے تو یہ روایت ان علتوں سے بالکل مبرا ہے۔ لہذا تحقیق پیش خدمت ہے:

اول تو محدثین کرام نے یزید بن ابی زیاد الکوفی کے اختلاط کا الزام وارد کیا مگر یہ بات ثابت ہے کہ ابن ابی لیلی 148ھ قدیم الروایت شاگرد ہیں۔ لہذا اختلاط سے پہلے راویوں کی احادیث اصول حدیث کے تحت صحیح ہوں گی۔

ثانیاً یزید بن ابی زیاد پر تدلیس کا الزام بھی اس روایت میں غلط ہے۔ یہ بات تو صحیح ہے کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی مدلس راوی ہے مگر اس روایت میں تدلیس کا الزام صحیح نہیں اگر تدلیس کا الزام صحیح ہے تو پھر ابن عیینہ کا اعتراض (جس پر دیگر تمام محدثین کا انحصار ہے) صحیح نہیں رہتا۔ کہ اس حدیث میں ثم لا یعود کے الفاظ زیادہ ہیں۔ کیونکہ اگر یہ حدیث سنی تو ثم لا یعود کی زیادتی کے الزام کا ظن ہو سکتا ہے اور اگر یزید بن ابی زیاد نے یہ حدیث عبد الرحمن بن ابی لیلی سے تدلیس کی یعنی نہیں سنی تو پھر ثم لا یعود کی زیادتی کا الزام کیسا؟

مزید یہ کہ اگر غیر مقلد زبیر علیزئی یہ جواب دینے کی کوشش کریں کہ اگر حدیث سنی ہے تو پھر تصریح بالسماع کیوں نہیں تو عرض یہ ہے کہ ان کا یہ جواب اصول حدیث کی روشنی میں مردود ہے کیونکہ اگر قرائن سے یہ ثابت ہو جائے کہ تدلیس ثابت نہیں ہو سکی تو پھر حدثنا، اخبرنا وغیرہ صیغوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ اور مزید یہ کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی کے متابعت تامہ اور متابعت قاصرہ دونوں موجود ہیں۔ لہذا یزید پر ضعف، اختلاط اور تدلیس کے الزام مردود اور غلط ہیں۔

ثالثاً ابن ابی لیلی نے یہ روایت اپنی کتاب میں روایت کی ہے۔ لہذا ابن ابی لیلی

پر بھی ضعیف، سی، الحفظ وغیرہ کے اعتراضات مردود ہیں۔ اور خاص طور پر اس کے بہت سارے معتبر متابعات موجود ہیں۔

اس روایت میں محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی پر جرح قابل قبول نہیں ہے۔ اول یہ کہ ابن ابی لیلی محدثین کرام کے نزدیک حسن الحدیث راوی ہیں۔ دوم اگر راوی اپنی کتاب سے روایت کرے تو وہ روایت اور بھی مضبوط ہو جاتی ہے۔ امام احمد بن حنبل نے محمد بن عبد اللہ بن نمیر سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن ابی لیلی کی کتاب میں دیکھا تو وہ اس حدیث کو یزید بن ابی زیاد سے روایت کر رہا تھا۔ (کتاب العلل لاحمد بن حنبل 143/1۔ رقم: 693 سندہ صحیح)

یہاں عرض کر دوں کہ یہ روایت ابن ابی لیلی نے یزید بن ابی زیاد سے بھی اور حکم اور عیسی سے بھی لی ہے۔ لہذا اس پر اعتراض باطل ہے اور اس کی تفصیل اپنے مقام پر آ رہی ہے۔ لہذا اس قسم کے اعتراضات سے عام لوگوں کو گمراہ کرنا مردود ہے اور مزید یہ کہ ایسا اعتراض اصول حدیث کی روشنی میں صحیح نہیں ہے۔

8۔ اسرائیل بن یونس 162ھ کی روایت:

اسرائیل بن یونس بھی یزید بن ابی زیاد الکوفی کے قدیم شاگرد ہیں لہذا روایت ملاحظہ فرمائیں۔

رواہ البیہقی فی الخلافیات من طریق النصر بن شمیل عن اسرائیل عن یزید بلفظ "رفع یدیہ حذاء اذنیہ و لم یعد. (شرح ابن ماجہ لمغلطائی ص1469، الجواہر النقی 76/2)

اس روایت میں سند کا اعتراض غلط ہے کیونکہ امام بیہقی کی کتاب خلافیات تا حال مکمل طبع نہیں ہوئی لہذا ان دو جلیل القدر روایت کی نشاندہی خلافیات بیہقی سے ہی کی ہے۔ لہذا سند کا مطالبہ غلط ہے۔ کم از کم اس روایت کی خلافیات کی غیر موجودگی کا دعوی تو غلط ثابت ہوتا ہے۔

9۔ اسماعیل بن زکریا الخلقانی 173ھ کی روایت:

اسماعیل بن زکریا بھی یزید بن ابی زیاد کے قدیم السماع شاگردوں میں سے ہیں۔

حدثنی یحیٰ بن محمد بن صاعد نا محمد بن سلیمان لوین ثنا اسماعیل بن زکریا نا یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء انه: رأی رسول الله ﷺ حین افتتح الصلاة رفع یدیه حتی حاذی بهما اذنیه ثم لم یعد الی شیء من ذالک حتی فرغ من صلاته. (سنن دارقطنی 293/1، الفصل للوصل 373/1)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جس وقت آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھ آپ ﷺ کے کانوں کے مقابل ہو گئے اور پھر دوبارہ ہاتھوں کو نہیں اٹھایا حتی کہ نماز سے فارغ ہو گئے۔

«سند کی تحقیق»

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

راوی	درجہ	حوالہ
۱۔ یحیٰ بن محمد بن صاعد 318ھ	ثقہ۔امام الحافظ المجود	سیر اعلام النبلاء 283
۲۔ محمد بن سلیمان لوین 246ھ	ثقہ	الکاشف 4882
۳۔ اسماعیل بن زکریا 173ھ	صدوق یخطئ قلیلا	تقریب التہذیب 445
۴۔ یزید بن ابی زیاد 137ھ	ثقہ	تاریخ اسماء الثقات 1561
۵۔ عبدالرحمن بن ابی لیلی 83ھ	ثقہ	تقریب التہذیب 3993
۶۔ حضرت براء بن عازبؓ	صحابی (کلھم عدول)	تقریب التہذیب 648

اس سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں اور اسماعیل بن زکریا کے بارے میں یخطئ کے الفاظ جرح اس راوی کو ضعیف نہیں بناتے کیونکہ اصول حدیث کی روشنی میں کم غلطیاں کرنے والا راوی ثقہ ہوتا ہے۔

10۔ شریک بن عبداللہ 177ھ کی روایت:

شریک بن عبداللہ بھی یزید بن ابی زیاد الکوفی کے قدیم السماع شاگردوں میں سے ہیں۔ ان کی روایت ملاحظہ ہو۔

۱) نا محمد بن اسحاق انا معلی بن منصور نا شریک عن یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء قال: کان النبی ﷺ اذا افتتح الصلاة رفع یدیه قریباً من اذنیه او نحوا من ذالک ثم لم یعد. (مسند الرویانی رقم 341)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے کانوں کے برابر پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

۲) اخبرنا احمد بن محمد بن احمد قال حدثنا احمد بن الفضل بن العباس قال حدثنا محمد بن جریر قال حدثنا اسماعیل بن موسی الرازی قال حدثنا شریک عن یزید بن ابی زیاد عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب قال کان النبی ﷺ اذا افتتح الصلاة رفع یدیه حتی تحاذی اذنیه ثم لا یعود. (التمهید ابن عبدالبر 215/9)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کانوں کے برابر کرتے اور پھر ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

«سند کی تحقیق»

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

راوی	درجہ	حوالہ
۱۔ محمد بن هارون الرویانی 307ھ	حافظ ثقہ	سیر اعلام النبلاء 284-14/507
۲۔ محمد بن اسحاق الصغانی 274ھ	ثقہ ثبت	تقریب التہذیب: 5721
۳۔ معلی بن منصور الرازی 211ھ	ثقہ نبیل	الکاشف: 5564

راوی	درجہ	حوالہ
۴۔ شریک بن عبداللہ 177ھ	لیس بہ باس	الکاشف:2276
۵۔ یزید بن ابی زیاد 137ھ	ثقہ	تاریخ اسماء الثقات:1561
۶۔ عبدالرحمن بن ابی لیلی 83ھ	ثقہ تابعی	تقریب التہذیب:3993
۷۔ حضرت براء بن عازبؓ	صحابی	تقریب التہذیب:648

اس سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں۔

یہاں پر عرض کردوں کہ شریک بن عبداللہ النخعی کی یہ روایت بڑی اہم ہے کیونکہ اول تو شریک بن عبداللہ قدیم السماع راوی ہیں۔ دوسرا یہ کہ شریک بن عبداللہ کوفیوں کی حدیثوں کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ لہذا جب کوئی راوی کوفی ہو تو ترجیح شریک بن عبداللہ کو ہی ہوگی۔ علامہ ذہبی اپنی کتاب الکاشف رقم 2276 پر شریک بن عبداللہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "ھو اعلم بحدیث الکوفین من الثوری" یعنی کوفیوں کی روایات کو شریک بن عبداللہ سفیان ثوری سے بھی زیادہ جانتے ہیں۔ لہذا شریک کی روایت سفیان بن عیینہ، شعبہ اور سفیان ثوری سے مضبوط ہوگی اگر راوی کوفی ہو۔ اور یہاں پر شریک روایت ہی یزید بن ابی زیاد سے کررہے ہیں جو کہ کوفی راوی ہیں۔ لہذا اس روایت پر کسی بھی طرح اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے۔ مزید یہ کہ شریک بن عبداللہ کی تدلیس کا اعتراض بھی مردود ہوگا کیونکہ ان کے تقریبا 13 متابعات موجود ہیں۔

11۔ ابو عمر البزار کی روایت:

امام دینار بن عمر ابو عمر البزار کی روایت درج ذیل ہے۔

اخبر کم ابو الفضل الزھری نا ابراھیم بن عبداللہ نا صالح بن مالک نا ابو عمر البزار عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب: کان رسول اللہ ﷺ یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ فی الصلاۃ ثم لا

یعود. (حدیث ابی الفضل الزھری رقم۔105)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ کانوں کے برابر ہوجاتے اور پھر ہاتھوں کو نہ اٹھاتے یہاں تک کہ (نماز سے) فارغ ہوجاتے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

راوی	درجہ	حوالہ
۱۔ عبیداللہ بن عبدالرحمن ابوالفضل الزھری	ثقہ	تاریخ بغداد:5531
۲۔ ابراھیم بن عبداللہ بن ایوب المخرمی	مختلف فیہ	تاریخ بغداد:۳۱۵۲
۳۔ صالح بن مالک الخوارزمی	مستقیم الحدیث صدوق	تاریخ بغداد:4852
۴۔ دینار بن عمر ابو عمر البزار	ثقہ	الکاشف 1484
۵۔ یزید بن ابی زیاد 137ھ	ثقہ	تاریخ اسماء الثقات:1561
۶۔ عبدالرحمن بن ابی لیلی 83ھ	ثقہ تابعی	تقریب:3993
۷۔ حضرت براء بن عازب	صحابی	تقریب:648

اس سند میں ابراھیم بن عبداللہ المخرمی مختلف فیہ راوی ہے مگر اس روایت میں اس کا مختلف فیہ ہونا مضر نہیں کیونکہ اس روایت کے متعدد شواہد اور متابعات موجود ہیں۔ لہذا اس کے مختلف فیہ سے اس روایت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔

تحقیق: اس درج بالا تحقیق سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یزید بن ابی زیاد کے قدیم السماع اور اختلاط سے قبل سننے والے 13 شاگردوں میں سے 11 شاگردوں نے ثم لا یعود یا اس کے مترادف الفاظ نقل فرمائے۔ لہذا اصول کی روشنی میں ثم لا یعود اور دیگر الفاظ جو ترک رفع یدین پر دلالت کرتے ہیں بالکل صحیح ثابت ہوتے ہیں۔ اور جن محدثین کرام پر

ان الفاظ کی زیادت واضح نہیں ہو سکی تو اس کے بارے میں اصول ہے کہ جاننے والے کی بات معتبر ہوتی ہے اور مزید یہ کہ دلائل نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ ترک رفع یدین کے الفاظ محفوظ اور ثابت ہیں۔

اس مقام پر مزید وضاحت کر دوں کہ اگر بر سبیل تنزل ثم لا یعود پر اعتراض صحیح بھی ہو تو دیگر کتب سے اس بات کو واضح کر چکا ہوں کہ اگر ثم لا یعود کے الفاظ پر اعتراض وارد کیا جائے تو دوسرا متن جو کہ باقی راویان سے منقول ہے قبول کیا جانا چاہئے۔ جس کا اقرار علامہ ابن عبدالبرؒ نے کیا۔

’’قال ابو عمر: المحفوظ فی حدیث یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلیٰ عن البراء کان رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیہ فی اول مرۃ. و قال بعضھم فیہ مرۃ واحدۃ و اما قول عن قال فیہ ثم لا یعود فخطاء عند اھل الحدیث. (التمھید لابن عبدالبر 220/9)

یعنی یزید بن ابی زیاد کی وہ حدیث محفوظ ہے جس میں اول مرۃ یا مرۃ واحدۃ کے الفاظ ہیں اور جنہوں نے ثم لا یعود کے الفاظ استعمال کئے ہیں وہ محدثین کرام کے نزدیک خطاء ہے۔

قارئین کرام! محدث ابن عبدالبر کے قول سے تو یہ واضح ہو گیا کہ رفع الیدین فی اول مرۃ اور رفع یدیہ مرۃ واحدۃ کے الفاظ ثابت اور محفوظ ہیں۔ محدثین کرام کا اعتراض صرف ثم لا یعود پر ہے۔ ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ چند محدثین کرام کا ثم لا یعود پر اعتراض اصول و تحقیق کی روشنی میں صحیح نہیں ہے کیونکہ یزید بن ابی زیاد کے تقریباً 11 قدیم السماع شاگرد اس لفظ یا اس سے مترادف الفاظ کو روایت کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ احناف کا موقف ان الفاظ کے بغیر بھی اول مرۃ یا مرۃ واحدۃ کے ساتھ بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ لہذا الفاظ اور متن میں باوجود اختلاف کے بھی، الحمد للہ ہمارا موقف روز روشن کی طرح واضح ہے، جس کی

تصریح حافظ ابن عبدالبر نے التمھید 220/9 پر بھی کی ہے۔

یہاں مزید یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب انوار الطریق ص 86 (جو کہ انٹرنیٹ پر موجود ہے) پر اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اول مرۃ اور مرۃ واحدۃ اور دیگر الفاظ کا مطلب ایک ہی ہے۔ جب کہ غیر مقلد زبیر علیزئی صاحب پہلے یہ کہتے تھے کہ ثم لا یعود کے الفاظ کے بغیر احناف کا موقف ہی ثابت نہیں ہوتا۔ مگر میرے جواب کے بعد غیر مقلد زبیر علیزئی یہ تو مان گیا ہے کہ اول مرۃ، مرۃ واحدۃ اور ثم لا یعود کا ایک ہی مطلب ہے۔ لہذا ہمارا تو دعوی ہے کہ آپ اس حدیث کو اصول کی روشنی میں ثم لا یعود کے الفاظ کے ساتھ مانیں یا مرۃ واحدۃ کے ساتھ مانیں یا اول مرۃ کے ساتھ تسلیم کریں۔ بہر صورت ترک رفع یدین کا موقف ہی ثابت ہوتا ہے۔

اصول حدیث اور محدثین کرام کی آراء کی روشنی میں اس حدیث کی تحقیق پیش کر دی گئی ہے۔ اب یہ قارئین کرام پر منحصر ہے کہ اصول و ضوابط کی روشنی میں زیر بحث حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں یا پھر شخصیت پرستی میں صحیح حدیث کو ماننے میں حیل و حجت سے کام لیتے ہیں۔ اس کا فیصلہ قارئین کرام خود ہی فرمائیں گے۔

زبیر علیزئی کے تیسرے اعتراض کا تحقیقی جائزہ

غیر مقلد زبیر علیزئی ترک رفع یدین کی حضرت براء بن عازب کی حدیث کا تیسرا جواب لکھتے ہوئے کچھ یوں گوہر افشائی فرماتے ہیں۔

’’یزید بن ابی زیاد مدلس تھا۔۔۔۔۔۔ اسے امام دار قطنی اور حاکم وغیرھما نے مدلس قرار دیا ہے۔ یزید بن ابی زیاد سے رفع الیدین نہ کرنے کی یعنی ’’ثم لا یعود‘‘ وغیرہ کے مختلف الفاظ کے ساتھ جتنی روایات بھی ملتی ہیں کسی میں بھی سماع کی تصریح نہیں ہے۔ شعبہ کی روایت میں سماع کی تصریح ہے مگر اس میں رفع الیدین نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ

روایت یزید مدلس عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یاد رہے کہ مدلس کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہوتا ہے"۔ (نور العینین ص ۱۴۸)

الجواب: عرض یہ ہے کہ اس حدیث میں یزید بن ابی زیاد الکوفی پر تدلیس کا الزام صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ مسند حمیدی اور کتاب الام میں امام سفیان بن عیینہ کا اعتراض ظن پر مبنی تھا کہ اس میں ثم لا یعود کے الفاظ کی زیادتی ہے۔ یہاں پر یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اگر اس حدیث میں ثم لا یعود کی زیادتی پر اعتراض چند محدثین کرام نے کیے ہیں مگر اہم بات یہ ہے کہ اگر یزید بن ابی زیاد نے اس حدیث میں تدلیس کی ہوتی تو پھر محدثین کرام کو یہ اعتراض کرنا چاہیے تھا کہ اس حدیث کو یزید بن ابی زیاد الکوفی نے عبد الرحمٰن بن ابی لیلی سے نہیں سنا اور یزید بن ابی زیاد نے اس حدیث میں تدلیس کی ہے مگر اس کے برعکس محدثین نے صرف ثم لا یعود کے الفاظ کی تلقین کا اعتراض ہی وارد کیا ہے۔ جس سے یہ بات ظاہر ہے کہ اس حدیث میں یزید بن ابی زیاد نے کوئی تدلیس نہیں کی۔ غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ علمی مغالطہ ہے کہ جہاں مدلس راوی نظر آیا اور اس نے عنعنہ سے روایت کی تو بس پھر زبیر علیزئی غیر مقلد اس روایت پر اعتراض کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ مگر شاید انہیں یاد نہیں کہ وہ خود مدلس کے عن والی روایت میں استثناء اور تخصیص کے قائل ہیں۔ لہذا عنعنہ والی روایت میں یہاں پر استثناء خود محدثین کرام کے اقوال سے ثابت ہے۔ لہذا اس حدیث میں یزید بن ابی زیاد الکوفی پر تدلیس کا اعتراض نقل کرنا اصول حدیث کے خلاف ہے۔ مزید یہ کہ اگر غیر مقلد زبیر علیزئی کو تدلیس کا الزام اتنا ہی پسند ہے تو عرض ہے کہ اس حدیث کے متعدد متابعات موجود ہیں۔ جس کی وجہ سے تدلیس کا الزام رفع ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ بیان کرتا چلوں کہ متابعات مل جانے سے راوی پر مثلاً سوء الحفظ، تدلیس وغیرہ کا الزام مردود اور غلط ثابت ہوتے ہیں۔

اہم نکتہ: تدلیس اسے کہتے ہیں جس میں ایک راوی (شاگرد) نے اپنے استاد سے دیگر روایات تو سنی ہوں مگر خاص یا معین روایت نہ سنی ہو۔ اب قابل توجہ بات یہ ہے کہ یہ روایت یزید بن ابی زیاد نے عبد الرحمٰن بن ابی لیلی سے سنی یا نہیں سنی۔؟

غیر مقلد زبیر علیزئی نے خود اپنی کتاب نور العینین ص146 پر سفیان بن عینیہ سے بحوالہ مسند حمیدی ص 741 اور کتاب الام 104/1 سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ روایت جب سفیان بن عیینہ نے یزید بن ابی زیاد سے مکہ میں سنی تو ثم لا یعود کے بغیر سنی مگر جب یزید بن ابی زیاد سے کوفہ میں روایت سنی تو ثم لا یعود کے الفاظ بڑھا دیے۔ (یہاں یہ یاد رہے کہ اول تو سفیان بن عیینہ کا اعتراض ظن پر مبنی تھا) اگر سفیان بن عیینہ کے اعتراض کو بالفرض مان لیا جائے تو یہ بات تو صاف ہو گئی کہ یہ روایت یزید بن ابی زیاد الکوفی نے عبد الرحمٰن بن ابی لیلی سے سنی۔ کیونکہ محدثین کرام (جن کا دار و مدار صرف سفیان بن عیینہ کے قول پر ہے) خصوصاً سفیان بن عیینہ نے اعتراض صرف ثم لا یعود کے الفاظ کی اضافت پر ہے نہ یہ کہ یزید بن ابی زیاد نے یہ حدیث عبد الرحمٰن بن ابی لیلی سے نہیں سنی۔ اگر کوئی حوالہ موجود ہے تو غیر مقلد زبیر علیزئی پیش کرنے کی زحمت فرمائیں۔ مگر ایسا کوئی قول کتب حدیث میں نظر نہیں آتا۔ اور یہ کہ ثم لا یعود کی اضافت اور تدلیس یہ دونوں اعتراض ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ اگر ایک اعتراض صحیح ہے تو دوسرا اعتراض غلط ہے اور اگر پہلا اعتراض غلط ہے تو دوسرا صحیح ثابت ہوتا ہے۔ ان دونوں اقوال میں نہ تو کوئی تطبیق ہے اور نہ ہی کوئی جواب۔ اگر سفیان بن عیینہ کا اعتراض مانا جائے تو پھر تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہے اور اگر تدلیس کا الزام مان لیا جائے تو پھر سفیان بن عیینہ کا اعتراض قائم نہیں رہتا ہے۔ اگر بالفرض غیر مقلد زبیر علیزئی یہ اعتراض کریں کہ اگر تدلیس نہیں کی تو عن کے بجائے اخبرنا یا حدثنا کے الفاظ کیوں نقل نہیں کیے تو عرض یہ ہے کہ ایسا

اعتراض ایک کم علم آدمی تو کر سکتا ہے مگر غیر مقلد زبیر علیزئی بزعم خویش پڑھا لکھا شخص
نہیں کر سکتا کیونکہ جب قرائن سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ ایک مدلس راوی نے اپنے
استاد سے سنی ہے تو پھر صیغہ عن روایت کے لئے معتبر نہیں ہوتا ہے۔ اگر غیر مقلد زبیر علیزئی
اپنے دعوی میں سچے ہیں تو زیادہ نہیں صرف اور صرف ایک مسلمہ محدث کا قول پیش کریں
جس میں انہوں نے اس حدیث میں یزید بن ابی زیاد الکوفی کی تدلیس کی صراحت کی ہو
اور اس مقام پر یہ کہہ دینا کہ محدثین کرام نے اصول وضع کر دئے ہیں کہ مدلس راوی کی
معنعنہ والی روایت ضعیف ہوتی ہے تو عرض یہ ہے کہ جس طرح محدثین کرام نے اصول وضع
کئے ہیں کہ معنعنہ والی روایت قابل قبول نہیں ہے تو ٹھیک اسی طرح دیگر قرائن سے ثابت ہو
جائے کہ تدلیس نہیں ثابت ہوئی تو حدیث صحیح ہوتی ہے جس کو غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب
انوار الطریق میں مان چکے ہیں۔ لہذا اس حدیث میں قرائن کی روشنی میں ثابت کر دیا
کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی نے تدلیس نہیں کی ہے۔ لہذا تدلیس والا الزام باطل اور مردود
ہے۔

یزید بن ابی زیاد الکوفی کے متابعات

یزید بن ابی زیاد الکوفی کی حدیث اصول کی روشنی میں صحیح اور ثابت ہے مگر ہم
مزید اس کے متابعات بھی پیش کرتے ہیں تا کہ کوئی شک اور شبہ کی گنجائش نہ رہے اور کسی قسم
کا اعتراض نہ اٹھے۔ اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو اس حدیث کو صحیح ماننا پڑے گا اور اگر
صرف تعصب پیش نظر ہے تو پھر کوئی دلیل بھی کارگر نہ ہوگی اور پھر یہ باور کرانا کہ ہم تو کسی
حدیث کو تسلیم کرتے ہیں بالکل عبث ہے۔ لہذا قارئین کرام یزید بن ابی زیاد کے
متابعات ملاحظہ فرمائیں۔

۱) متابع نمبر ۱ کی پہلی سند:

حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا عمرو بن عون قال انا خالد عن ابن ابی لیلی
عن عیسیٰ بن عبدالرحمن عن ابیه عن البراء بن عازب عن النبی ﷺ مثله
(كان النبی ﷺ اذا كبر الافتتاح الصلاة رفع يديه حتى يكون ابهاماه من
شحمتی اذنيه ثم لا يعود). (شرح معانی الآثار 224/1 رقم:1347)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ
جب تکبیر افتتاح (تکبیر تحریمہ) فرماتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ آپ کے ہاتھوں
کے انگوٹھے کانوں کی لوؤں تک پہنچ جاتے۔ پھر رفع یدین کی طرف نہ لوٹتے۔

«سند کی تحقیق»

اس روایت کے راویوں کی مختصر توثیق درج ذیل ہے۔

راوی	درجہ	حوالہ
۱۔ ابراہیم بن ابی داود الکوفی	حافظ المجود من الثقات الاثبات	سیر اعلام النبلاء 237
۲۔ عمرو بن عون الواسطی 225ھ	ثقہ ثبت	تقریب:5088
۳۔ خالد بن عبداللہ الواسطی 179ھ	ثقہ عابد	الکاشف:1323
۴۔ محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی 148ھ	صدوق ثقہ	تاریخ اسماء الثقات:1561
۵۔ عیسی بن عبدالرحمن بن ابی لیلی	ثقہ	تقریب التہذیب:5307
۶۔ عبدالرحمن بن ابی لیلی 83ھ	ثقہ تابعی	تقریب التہذیب:3993
۷۔ حضرت براء بن عازب	صحابی	تقریب التہذیب:648

اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی صدوق اور حسن
الحدیث ہیں۔ اور متابعات اور شواہد میں ابن ابی لیلی کی حدیث رد نہیں کی جا سکتی۔ مزید یہ
کہ ابن ابی لیلی پر جرح کی وجہ اور تعدیل کی تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیں۔

ب) متابع نمبر ا کی دوسری سند:

نا ابو الاشعث نا زیاد البکائی نا محمد بن عبدالرحمن عن عیسیٰ عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء قال رأیت رسول اللہ ﷺ اوجب الصلاۃ فرفع یدیہ حتی حاذتا باذنیہ مرۃ واحدۃ لا یزید علی ذالک۔ (مسند الرویانی 346)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ کانوں تک پہنچتے۔ رفع یدین ایک مرتبہ کرتے پھر اس پر زیادہ نہ کرتے۔

«سند کی تحقیق»

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق درج ذیل ہے۔

۱۔احمد بن مقدام ابو الاشعث 253ھ	ثقہ	الکاشف:89
۲۔زیاد بن عبداللہ بن الطفیل البکائی	مختلف فیہ	تقریب التہذیب:2085
۳۔محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی 148ھ	صدوق ثقہ	تاریخ اسماء الثقات:1561
۴۔عیسی بن عبدالرحمن بن ابی لیلی	ثقہ	تقریب التہذیب:5307
۵۔عبدالرحمن بن ابی لیلی 83ھ	ثقہ تابعی	تقریب التہذیب:3993
۶۔حضرت براء بن عازبؓ	صحابی	تقریب التہذیب:648

اس سند میں زیاد بن عبداللہ البکائی مختلف فیہ ہے مگر اس حدیث پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا کیونکہ دیگر متابعات اور شواہد موجود ہیں۔

متابع نمبر ۲ کی پہلی سند:

ا) حدثنا وکیع عن ابن لیلیٰ عن الحکم و عیسی عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب ان النبی ﷺ کان اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیہ ثم لا یرفعھما حتی یفرغ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 2455)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اور پھر نماز سے فارغ ہونے تک رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

«سند کی تحقیق»

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

۱۔وکیع بن الجراح 128-197ھ	ثقہ عابد	تقریب التہذیب:7414
۲۔محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی 148ھ	صدوق ثقہ	تاریخ اسماء الثقات:1561
۳۔الحکم بن عتیبہ الکندی 115ھ	ثقہ	الکاشف:1185
۴۔عیسی بن عبدالرحمن بن ابی لیلی	ثقہ	تقریب التہذیب:5307
۵۔عبدالرحمن بن ابی لیلی 83ھ	ثقہ تابعی	تقریب التہذیب:3993
۶۔حضرت براء بن عازبؓ	صحابی	تقریب التہذیب:648

اس سند کے تمام راوی ثقہ اور صحیح ہیں۔ اور محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی کے بارے میں عرض کیا جا چکا ہے کہ ابن ابی لیلی حسن الحدیث اور صدوق ہے۔ لہذا ابن ابی لیلی پر اعتراض کرنا مردود اور باطل ہے۔

متابع نمبر ۲ کی دوسری سند:

۲) حدثنا اسحاق حدثنا وکیع حدثنا ابن ابی لیلیٰ عن الحکم و عیسیٰ عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء ان النبی ﷺ کان اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیہ ثم لا یرفع حتی ینصرف. (مسند ابی یعلیٰ 3/248)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اور پھر نماز سے فارغ ہونے تک رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

«سند کی تحقیق»

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

راوی	درجہ	حوالہ
۱۔ اسحاق بن اسماعیل 225ھ	ثقہ	الکاشف: 286
۲۔ وکیع بن الجراح 197ھ	ثقہ عابد	تقریب التہذیب: 7414
۳۔ محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ 148ھ	صدوق ثقہ	تاریخ اسماء الثقات: 1661
۴۔ الحکم بن عتیبہ الکندی 115ھ	ثقہ	الکاشف: 1185
۵۔ عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ	ثقہ	تقریب التہذیب: 5307
۶۔ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ 83ھ	ثقہ تابعی	تقریب: 3993
۷۔ حضرت براء بن عازبؓ	صحابی	تقریب: 648

متابع نمبر ۲ کی تیسری سند:

۳) حدثنا محمد بن نعمان قال ثنا یحییٰ بن یحییٰ قال ثنا وکیع عن ابن ابی لیلیٰ عن أخیه و عن الحکم عن ابن ابی لیلیٰ عن البراء عن النبی ﷺ قال کان النبی ﷺ اذا کبر لافتتاح الصلاۃ رفع یدیه حتی یکون ابهاماه شحمتی اذنیه ثم لا یعود (شرح معانی الآثار 224/1)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب تکبیر افتتاح (تکبیر تحریمہ) فرماتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے حتیٰ کہ آپ کے ہاتھوں کے انگوٹھے آپ کے کانوں کی لوؤں تک پہنچ جاتے۔ پھر رفع یدین کی طرف نہ لوٹتے تھے۔

«سند کی تحقیق»

اس سند کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

راوی	درجہ	حوالہ
محمد بن نعمان بن بشیر	ثقہ	تقریب التہذیب: 6357
یحییٰ بن یحییٰ بن بکر 226ھ	ثقہ ثبت	تقریب التہذیب: 7668

بقیہ رجال کی توثیق ثابت کر دی گئی ہے۔ اس درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ ان متابعات کے تمام اسناد بھی صحیح اور ثابت ہیں۔ لہذا یہ تمام متابعات بھی اپنی جگہ ایک مستقل حدیث کا درجہ بھی رکھتے ہیں۔ اب ان تمام سندوں کا رد سوائے ضد اور مسلکی حمایت کے علاوہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ ان درج بالا احادیث میں عیسیٰ بن عبدالرحمن (ثقہ) اور ابن الحکم بن عتیبہ (ثقہ) راویوں نے یزید بن ابی زیاد الکوفی کی متابعت کی ہوئی ہے۔ لہذا یزید بن ابی زیاد الکوفی کی روایت بالکل صحیح اور ثابت ہے۔ اور اس پر تدلیس کا الزام بھی غلط ہے۔ لہذا اس حدیث پر غیر مقلد زبیر علیزئی کا تیسرا اعتراض (جو انہوں نے نور العینین ص148 پر کیا) بھی غلط اور مردود ہے۔ کیونکہ اول تو اس حدیث میں یزید بن ابی زیاد نے تدلیس نہیں کی اور دوم یہ کہ اس کے معتبر متابعت بھی موجود ہیں۔

متابعت (قاصرہ) نمبر ۲ کی دو سندیں

قارئین کرام! اس حدیث کی متابعت قاصرہ بھی موجود ہے جس سے اس حدیث پر کیے گئے تمام اعتراضات رفع ہو جاتے ہیں۔

حدثنا بشیر بن موسیٰ الاسدی و أخبر نا عبد الباقی بن محمد بن احمد الطحان اخبرنا محمد بن احمد الحسن الصواف حدثنا بشیر بن موسیٰ حدثنا موسیٰ بن داؤد حدثنا عافیة بن یزید عن ابی.ن ابی لیلیٰ عن الحکم

عن البراء عن النبی ﷺ مثل حدیث قبله انه کان اذا افتتح الصلاة رفع یدیه ثم لا یعود. (تاریخ بغداد 307/2، رقم 6752)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تھے تو رفع یدین کرتے تھے۔ پھر نہ لوٹتے (یعنی رفع یدین نہ کرتے تھے)

«سند کی تحقیق»

اس سند کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

راوی	درجہ	حوالہ
۱۔علی بن احمد بن عمر بن حفص المقری (شیخ)	ثقہ	الاکمال لابن ماکولا 289/3
۲۔ابراہیم بن احمد بن الحسن القرمیسینی (روی عنہ)	ثقہ	تاریخ بغداد:3044
۳۔بشر بن موسیٰ الاسدی (و)	ثقۃ امینا عاقلا	تاریخ بغداد:3523

دوسرا طرق :۔

راوی	درجہ	حوالہ
۴۔عبدالباقی بن محمد بن احمد الطحان (شیخ)	ثقہ	تاریخ بغداد:5778
۵۔محمد بن احمد بن الحسن الصواف	المحدث ثقۃ الحجۃ	سیر اعلام النبلاء:130
۶۔بشر بن موسیٰ الاسدی	ثقہ	تاریخ بغداد:3523
۷۔موسیٰ بن داؤد الضبی 217ھ	ثقۃ زاھد	الکاشف:5692
۸۔عافیہ بن یزید	ثقہ	تہذیب التہذیب 53/5
۹۔محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی	صدوق ثقہ	تاریخ اسماء الثقات:1561
۱۰۔ابوالحکم زید بن ابی الشعثاء	ثقہ	الکاشف:1741
۱۱۔حضرت براء بن عازبؓ	جلیل القدر صحابی	تقریب التہذیب 648

اس روایت کی سند صحیح اور ثابت ہے۔ تاریخ بغداد رقم:6752 میں اس حدیث میں الحکم لکھا گیا جو کہ میرے خیال میں دراصل ابوالحکم ہے۔ لہذا دیگر کتابوں سے اس کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ اس

درج بالا روایت سے یزید بن ابی زیاد الکوفی کی روایت سے حضرت براء بن عازب کی ترک رفع یدین کی حدیث کو ایک منفرد مقام کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس متابعت قاصرہ سے اس سند پر تمام اعتراضات غلط اور باطل ثابت ہو جاتے ہیں۔ اس سند میں محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی پر اپنے اعتراضات کی مشین چلانا بھی صحیح نہیں کیونکہ اول تو خود ابن ابی لیلیٰ ثقہ اور حسن الحدیث راوی ہے اور مزید یہ کہ ابن ابی لیلی کے متعدد متابعات پیش کیے جا چکے ہیں۔ لہذا متابعات کی روشنی میں ایسے اعتراضات اصول کی روشنی میں غلط ہیں۔ لہذا عام لوگوں کو کسی بھی طرح کا مغالطہ میں ڈالنا ایک برا عمل ہے۔ ہم نے اس حدیث کے تمام متابعات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر دیے ہیں۔ اگر انصاف پسندی سے دیکھا جائے تو ضرور اس حدیث پر عمل کیا جائے گا اور اگر مسلکی تعصب پیش نظر رہا تو یکطرفہ جانبداری کی روشنی میں کیے گئے اعتراضات کی کوئی حیثیت نہ رہے گی۔

اگر یہ اعتراض وارد کیا جائے کہ ایسے اعتراضات تو محدثین عظام سے بھی ثابت ہیں تو عرض یہ ہے کہ محدثین کرام کے سامنے جو باتیں تھیں انہوں نے پیش فرما دیں۔ یہ لازمی نہیں کہ ان کے سامنے تمام حقائق اور شواہد بھی ہوں۔ اگر تحقیق کی روشنی اور محدثین کرام کے وضع کردہ اصولوں کے تحت کوئی چیز ثابت ہو تو پھر حق بات تو یہ ہے کہ اصولوں کو مانا جائے اور یہ بھی یاد رہے کہ نہ جاننے والے پر جاننے والے کی فوقیت ہوتی ہے۔

اس مقام پر یہ واضح کردوں کہ اگر غیر مقلد زبیر علیزئی صاحب نے ابن ابی لیلی پر اعتراض کیا تو عرض ہے کہ اس کے بہت سے متابعات نقل کر دیے گئے ہیں اور ایک مضبوط متابعت (جو دراصل میں ایک مستقل صحیح حدیث ہے) آگے اعتراض نمبر 6 کے تحقیقی جائزہ میں آ رہی ہے۔ جس سے غیر مقلد زبیر علیزئی کے اعتراض کا جواز ہی ختم ہو جاتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ ترک رفع یدین کی حضرت براء بن عازب سے مروی روایت صحیح اور ثابت ہے۔

زبیر علیزئی کے چوتھے اعتراض کا تحقیقی جائزہ

غیر مقلد زبیر علیزئی حضرت براء بن عازب کی حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''محدثین کرام کا اجماع ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے''۔ ''اور نہ کرتے'' کے الفاظ اس میں یزید بن ابی زیاد نے اضافہ کر دیے ہیں۔۔۔۔ کسی ایک محدث یا امام نے بھی اس حدیث کو صحیح یا حسن نہیں کہا''۔ (نور العینین ص 148-149)

جواب: عرض یہ ہے کہ محدثین کرام کے اقوال کا تحقیقی جائزہ اور ان کے جوابات پیش کیے جا چکے ہیں۔ مزید یہ کہ محدثین کرام کا اعتراض صرف ''نہ کرتے ثم لا یعود'' کے الفاظ پر تھا۔ ثم لا یعود پر اعتراض اس وقت ہو سکتا تھا کہ جب یزید بن ابی زیاد الکوفی اس روایت میں تنہا ہوتے۔ اس روایت کو تو دو ثقہ راوی حکم بن عتیبہ اور عیسیٰ بن عبد الرحمٰن بن لیلیٰ بھی بیان کرتے ہیں اور یزید بن ابی زیاد الکوفی کی متابعت بھی کر رہے ہیں۔ لہذا متابعت کے ہونے سے اس روایت پر اعتراض محدثین کرام کے وضع کردہ اصولوں کے خلاف ہے۔

غیر مقلد زبیر علیزئی نے عام لوگوں پر رعب ڈالنے کے لئے 11 محدثین کرام کے حوالے دیے ہیں مگر یہاں پر واضح کر دوں کہ ان محدثین کرام نے صرف اور صرف ثم لا یعود کے الفاظ پر ہی اعتراض کیا ہے۔ مگر احناف کا دعویٰ الحمد للہ ثم لا یعود کے بغیر بھی ثابت ہوتا ہے۔ اور مزید یہ کہ ثم لا یعود کے الفاظ یزید بن ابی زیاد الکوفی کے تقریباً 11 شاگرد روایت کرتے ہیں۔ لہذا ثم لا یعود پر اعتراض صحیح نہیں ہے اور جبکہ 2 ثقہ محدث یزید بن ابی زیاد الکوفی کی متابعت بھی کر رہے ہیں۔

غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب نور العینین ص 149 پر لکھتے ہیں۔

''کسی ایک محدث یا امام نے بھی اس حدیث کو صحیح یا حسن نہیں کہا''۔

عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ دعویٰ غلط اور مردود ہے۔ کیونکہ اس حدیث کی تصحیح اور تحسین بہت سارے محدثین کرام نے کی ہے۔ ان پیش کردہ حوالہ جات میں ایک نام حافظ ابن

عبد البر کا بھی ہے۔ جنہوں نے اپنی کتاب التمہید 9/220 پر خود یزید بن ابی زیاد الکوفی کی حدیث کو المحفوظ کہا ہے۔

حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں۔ ''المحفوظ فی حدیث یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلیٰ عن البراء کان رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیه فی اول مرۃ

''یعنی یزید بن ابی زیاد الکوفی کی وہ حدیث محفوظ ہے جس میں اول مرۃ یا مرۃ واحدۃ کے الفاظ ہیں۔ اب اگر محفوظ حدیث کے بارے میں غیر مقلد زبیر علیزئی یہ دعویٰ کریں کہ اس کی کسی محدث نے صحیح یا تحسین نہیں کی تو اس کی حیثیت قارئین کرام کے سامنے ہے۔

غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص 149 پر لکھتے ہیں۔

''قال یحییٰ بن معین فی روایة الدوری 3/264 حدیث البراء ان النبی ﷺ کان یرفع یدیه لیس هو الصحیح الاسناد. یعنی یحییٰ بن معین نے حضرت براء بن عازبؓ والی حدیث کو لیس ھو الصحیح الاسناد کہا یعنی اس کی اسناد صحیح نہیں ہے''۔

جواب:۔ یحییٰ بن معین کا جواب دیتے ہوئے محدث یعقوب بن سفیان الفسوی 347ھ لکھتے ہیں۔

'' وظننت ان الذی حکی لم یضبط کلام یحییٰ لان یزید بن ابی زیاد و ان کان تکلم الناس فیه متغیره فی آخر عمره فهو علی العدالة و الثقة و ان لم یکن مثل منصور و الحکم الاعمش فهو مقبول القول ثقة''. (المعرفة والتاریخ 3/173)

یعنی یحییٰ بن معین کا کلام (جرح) مضبوط نہیں ہے۔ یزید بن ابی زیاد کے بارے میں لوگوں نے آخری عمر میں تغیر حفظ کی وجہ سے کلام کیا مگر وہ عادل اور ثقہ ہے۔ وہ منصور، الحکم اور اعمش کی مثل نہیں ہے مگر یزید بن ابی زیاد کا قول مقبول اور ثقہ ہے۔

یہاں قارئین کرام کی توجہ ایک اہم نکتہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ کسی بھی

محدث کا اسنادہ صحیح یا اسنادہ حسن کہنا ہی اس کی تصحیح نہیں ہوتا۔ یہاں یہ یاد رکھیں کہ محدث الفسوی امام یحیی بن معین کی جرح کا جواب دیتے ہوئے رد کر رہے ہیں۔ اور امام یحیی بن معین نے اس کی سند کے بارے میں لکھا کہ کہ لیس ھو بصحیح الاسناد یعنی اس کی اسناد صحیح نہیں ہے تو اب آپ خود سوچیں کہ یعقوب الفسوی نے کس چیز کا رد اور جواب دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ لیس ھو بصحیح الاسناد کا جواب ہی دیا ہے۔ اب قارئین کرام خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ لیس ھو بصحیح الاسناد کا جواب صرف ھو بصحیح الاسناد ہی ہو سکتا ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ محدث یعقوب بن سفیان الفسوی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور اس تصحیح کے ساتھ ہی غیر مقلد زبیر علیزئی کا دعویٰ بھی غلط ثابت ہوا۔

ان محدثین کرام کے علاوہ امام طحاویؒ، حافظ مغلطائیؒ، علامہ عینیؒ، علامہ ترکمانی حنفیؒ، ابن الھمامؒ اور قاسم بن قطلوبغاؒ (ثقہ) نے اس حدیث کی تصحیح اور تحسین پر کام کیا ہے۔

زبیر علیزئی کے پانچویں اعتراض کا تحقیقی جائزہ

غیر مقلد زبیر علیزئی حضرت براء بن عازب کی حدیث پر پانچواں اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''اس بات پر بھی آئمہ حدیث کا اجماع ہے کہ یزید الکوفی کی حدیث میں ''ثم لم یعد'' کے الفاظ مدرج ہیں۔ حافظ ابن حجر نے کہا۔ حفاظ حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ اس حدیث میں لم یعد کا قول کا مدرج ہے اس سے شعبہ، ثوری، خالد اور زہیر وغیرھم نے اس قول کے بغیر اس روایت کو بیان کیا ہے''۔ نور العینین ص 149)

جواب: عرض یہ ہے کہ اس حدیث پر مدرج کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ خود حافظ ابن حجر نے التلخیص الحبیر 221/1 پر یہ لکھا ہے کہ یزید بن ابی زیاد سے ثم لا یعود کے بغیر شعبہ، ثوری، خالد اور زہیر نے روایت کیا ہے۔ جب انہوں بغیر ثم لا یعود کے الفاظ کے یہ حدیث نقل کی ہے

تو مدرج کیسے؟۔ دراصل محدثین کرام کا مدرج کا اعتراض صرف اور صرف اس لئے ہے کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی سے اس کے متقدم شاگرد نے ثم لا یعود کے الفاظ نقل نہیں کیے مگر پچھلے صفحات پر اس کی مفصل تحقیق ہو چکی ہے کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی کے متقدمین شاگردوں نے ثم لا یعود کے الفاظ کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے۔

یہاں پر مدرج [illegible] ان دو وجہ سے صحیح نہیں ہے۔

اول تو یزید بن ابی زیاد الکوفی کی درج ذیل محدثین نے متابعت تامہ اور قاصرہ کی ہے۔

۱۔ عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلی (ثقہ)۔ اس کی روایت شرح معانی الآثار 1347 اور مسند الرویانی 346 پر موجود ہے۔

۲۔ الحکم بن عتیبہ (ثقہ)۔ ان کی روایت مصنف ابن ابی شیبہ 2455، شرح معانی الآثار 224/1 اور مسند ابی یعلیٰ 248/3 پر موجود ہے۔

۳۔ ابو الحکم (ثقہ)۔ ان کی روایت تاریخ بغداد 6752 پر موجود ہے۔

دوم یہ کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی کے درج ذیل متقدمین شاگردوں نے ثم لا یعود کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

۱۔ ھیثم بن بشیر (ثقہ)۔ ان کی روایت مسند ابی یعلی رقم 1691 پر موجود ہے۔

۲۔ عبداللہ بن ادریس (ثقہ)۔ ان کی روایت مسند ابی یعلی رقم 1692 پر موجود ہے۔

۳۔ سفیان ثوری (ثقہ)۔ انکی روایت شرح معانی الاثار رقم 224/1 پر موجود ہے۔

۴۔ سفیان بن عیینہ (ثقہ)۔ ان کی روایت مصنف عبدالرزاق رقم 2531 پر موجود ہے۔

۵۔ موسیٰ بن محمد الانصاری (ثقہ)۔ کی روایت التمھید 215/9 پر موجود ہے۔

۶۔ شعبہ بن الحجاج (ثقہ)۔ کی روایت سنن الدار قطنی 293/1 پر ہے۔

۷۔ ابن ابی لیلی (حسن الحدیث)۔ کی روایت معجم الاعرابی رقم 585 پر ہے۔

۸۔ اسرائیل بن یونس (ثقہ)۔ کی روایت الجوھر النقی 76/2 پر ہے۔

۹۔ اسماعیل بن زکریا (ثقہ) ۔کی روایت سنن الدار قطنی 293/1 پر موجود ہے۔

۱۰۔ شریک بن عبداللہ (ثقہ) کی روایت مسند الرویانی رقم 341 اور التمہید ابن عبدالبر ۹/۲۱۵ پر موجود ہے۔

۱۱۔ ابوعمر البزار (ثقہ) ۔کی روایت حدیث ابی الفضل الزہری رقم: 105 پر موجود ہے۔

اس درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی کی متابعت تامہ اور متابعت قاصرہ اور اسکے قدیم شاگردوں کی ثم لا یعود کی روایتوں سے اس روایت پر مدرج کا الزام غلط ہے۔ اور اصول الحدیث کی روشنی میں یہ حدیث صحیح ثابت ہوتی ہے۔

زبیر علیزئی کے چھٹے جواب کا تحقیقی جائزہ

غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص150 پر لکھتے ہیں کہ

''خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اپنے مفہوم پر غیر صریح ہے۔۔۔۔ محمد بن ابی لیلیٰ نے اس روایت کو عن اخیہ عیسیٰ عن الحکم عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب کی سند سے بیان کیا ہے۔ (سنن ابی داؤد رقم 752) ۔امام ابوداود نے کہا: ''ھذا الحدیث لیس بصحیح''۔ یعنی یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس میں علت قادحہ یہ ہے کہ محمد بن ابی لیلیٰ نے یہ حدیث یزید بن ابی زیاد سے سنی تھی، امام احمد بن حنبل نے محمد بن عبداللہ بن نمیر (ثقہ) سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ کی کتاب میں دیکھا تو وہ اس حدیث کو یزید بن ابی زیاد سے روایت کر رہا تھا''۔ (کتاب العلل 143/1)

اس پر طرہ یہ ہے کہ محمد بن ابی لیلیٰ خود بھی ضعیف ہے۔ حتی کہ طحاوی حنفی نے بھی اسے مضطرب الحفظ جداً قرار دیا ہے۔ (مشکل الآثار 226/3) ۔زیلعی نے کہا: ضعیف۔ (نصب الرایہ 318/1) لہذا یہ متابعت مردود ہے۔ اصل دارومدار محمد بن ابی لیلیٰ کے استاد یزید بن ابی زیاد ضعیف کوفی شیعہ مدلس پر ہے۔

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ اعتراض بھی اصول حدیث کی روشنی میں مردود ہے۔ کیونکہ اول تو یہ حدیث اپنے مفہوم پر صریح ہے۔ اس میں ثم لا یعود، مرۃ واحدۃ اور اول مرۃ کے الفاظ ترک رفع یدین پر واضح ہیں۔ مزید یہ کہ غیر مقلد زبیر علیزئی نے اپنی کتاب انوار الطریق (جو انٹرنیٹ پر موجود ہے) پر ان الفاظ کو ترک رفع یدین پر صراحت کا اقرار بھی کیا ہے۔

ثانیاً الزامی جواب یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ زبیر علیزئی صاحب نے اپنی کتاب انوار الطریق پر سنن ابی داؤد کے ابن داسہ کے نسخہ کا حوالہ دیا ہے اور میرے خلاف حوالہ پیش کیا ہے۔ لہذا وہ نسخہ زبیر علیزئی کے نزدیک معتبر ہے۔ نسخہ ابن داسہ میں امام ابوداود کی یہ جرح ہی موجود نہیں ہے۔ اگر اس نسخہ کو حجت تسلیم کرتے ہیں تو پھر اس میں جرح کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ لہذا اس جرح کو پیش کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

تحقیقی جواب عرض یہ ہے کہ امام ابوداود کی جرح اس حدیث پر مضر نہیں ہے کیونکہ خود زبیر علیزئی صاحب نور العینین ص150 پر اس جرح کی علت یہ بتاتے ہیں کہ یہ حدیث ابن ابی لیلیٰ نے یزید بن ابی زیاد الکوفی سے سنی تھی غیر مقلد زبیر علیزئی کا مطلب یہ ہے کہ ابن ابی لیلیٰ عن اخیہ عیسیٰ عن الحکم کی سند صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح سند ابن ابی لیلیٰ عن یزید بن ابی زیاد ہے۔ قارئین کرام آپ اس بات کو ذہن نشین فرما لیں کہ ہمارا استدلال تو ہے ہی ابن ابی لیلیٰ عن یزید بن ابی زیاد الکوفی کی سند سے ہے۔ ہم نے تو ابن ابی لیلیٰ عن اخیہ عیسیٰ عن الحکم یا ابن ابی لیلیٰ عن الحکم و عیسیٰ کی سند تو متابعت میں نقل کی ہے مگر یہ سند بھی بالکل صحیح ہے۔ لہذا یہ اعتراض درست نہیں ہے۔ مزید یہ کہ اس حدیث کے متابعت تامہ کے علاوہ متابعت قاصرہ تاریخ بغداد رقم 6752: سے صحیح سند کے ساتھ ثابت کر دی ہے۔

ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ خود زبیر علیزئی نے نور العینین ص150 پر اس بات کا دبے لہجے میں اقرار کیا ہے کہ ابن ابی لیلیٰ عن یزید بن ابی زیاد الکوفی کی سند سے روایت صحیح ہے۔

جب غیر مقلد زبیر علیزئی نے اس بات کی تصریح کردی ہے کہ ابن ابی لیلی عن یزید بن ابی زیاد الکوفی کی سند درست ہے تو پھر اس کورد کرنے کے لئے بڑے ہی اطمینان سے لکھتے ہیں۔'' اس پر طرہ یہ ہے کہ محمد بن ابی لیلی خود بھی ضعیف ہے۔ (نور العینین ص150)

مگر عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ اعتراض اور جواب صرف اور صرف مغالطہ میں ڈالنا ہے۔ کیا زبیر علیزئی کو معلوم نہیں کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی سے روایت کرنے میں ابن ابی لیلی منفرد ہیں؟ مگر جواب یہ ہے کہ اگر ابن ابی لیلی عن یزید بن ابی زیاد کی سند ہی صحیح ہے یعنی اس طریق سے صحیح ہے تو پھر ابن ابی لیلی عن یزید بن ابی زیاد کی سند میں ابن ابی لیلی کے علاوہ روایت کرنے والے دیگر 10 راوی بھی موجود ہیں۔ ان روایات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جاچکا ہے۔ یزید بن ابی زیاد الکوفی سے روایت کرنے میں صرف ابن ابی لیلی تنہا نہیں کہ آپ ابن ابی لیلی پر جرح کر کے اس روایت کو ضعیف کہنا شروع کردیں۔

اول یہ کہ ابن ابی لیلی حسن الحدیث اور ثقہ ہیں۔

دوم یہ کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی سے روایت کرنے میں ابن ابی لیلی کے علاوہ سفیان ثوری، سفیان بن عینیہ، ابن ادریس، ھیثم بن بشیر، موسی بن محمد الانصاری، اسرائیل بن یونس، اسماعیل بن زکریا، شریک بن عبداللہ اور ابو عمر البزار جیسے ثقہ اور جلیل القدر محدثین کرام ہیں۔ لہذا مغالطہ ڈال کر فوراً اس حدیث میں ابن ابی لیلی پر جرح کرنا مردود ہے۔

مزید تحقیق یہ ہے کہ جس طرح ابن ابی لیلی عن یزید بن ابی زیاد کی سند درست ہے اسی طرح ابن ابی لیلی عن الحکم کی سند بھی صحیح اور درست ہے۔ کیونکہ اس حدیث کو عن الحکم سے روایت کرنے میں ابن ابی لیلی منفرد نہیں بلکہ قاضی ابو یوسف (ثقہ) امام بھی ان کے متابع موجود ہیں۔ لہذا درج ذیل روایت ملاحظہ کریں۔

حدثنا القاضی ابو احمد محمد بن احمد بن ابراهیم، حدثنی محمد بن جعفر

بن محمد، ثنا رجاء بن صهیب، سمعت الحسین بن حفص عن ابی یوسف وعن ابن ابی لیلی عن الحکم عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب قال رایت رسول الله ﷺ حین افتتح الصلوة کبر حتی رایت ابهامیه حذاء اذنیه، ثم لم یرفعهما حتی سلم (اخبار اصبہان للامام ابو نعیم اصبہانی رقم: ۱۱۹۶)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جس وقت نماز شروع کی تو اللہ اکبر کہا حتی کہ میں نے دیکھا کہ اپنے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کے برابر کیا۔ پھر دونوں ہاتھ نہ اٹھائے حتی کہ سلام پھیرا۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں۔ ان کا مختصر تذکرہ و توثیق درج ذیل ہے۔

راوی	توثیق	حوالہ
۱۔ ابو نعیم الاصبہانی	واحد فی عصرہ فی فضلہ	منتخب من کتاب السیاق نیشاپور:198
۲۔ ابو احمد محمد بن احمد بن ابراہیم العسال۔	ثقہ صالح۔	تاریخ بغداد رقم 106 سیر اعلام النبلاء 6/16
۳۔ محمد بن جعفر بن محمد بن سعید	شیخ کثیر الحدیث ثقہ	تاریخ اصبہان:1535
۴۔ رجاء بن صهیب	اولم یکن باصبہان افضل منہ	طبقات اصبہان 191/2
۵۔ الحسین بن حفص قاضی	محلہ صدق	الکاشف 1086
۶۔ ابی یوسف قاضی یعقوب بن ابراہیم۔	امام مجتہد علامہ المحدث	سیر اعلام النبلاء رقم 141
۷۔ ابن ابی لیلی	صدوق ثقہ	معرفۃ الثقات عجلی رقم 1618
۸۔ الحکم بن عتیبہ	ثقہ	الکاشف 1185
۹۔ عبدالرحمن بن ابی لیلی	ثقہ	تقریب التہذیب 5307
۱۰۔ حضرت براء بن عازبؓ	صحابی	تقریب التہذیب 648

اس درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت صحیح اور ثابت ہے۔ ابن ابی لیلی اور قاضی

ابو یوسفؒ پر اعتراضات فضول اور مردود ہیں۔اس سند میں امام ابو یوسفؒ نے ابن ابی لیلیٰ کی متابعت کی ہوئی ہے۔لہذا اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ الحکم بن عتیبہ سے روایت کرنے میں ابن ابی لیلیٰ منفرد نہیں بلکہ امام ابو یوسف ان کے (ثقہ) متابع بھی ہیں۔لہذا یہ سند بالکل صحیح اور ثابت ہے۔

مزید یہ کہ جس طرح ابن ابی لیلیٰ عن یزید بن ابی زیاد کی سند صحیح ہے۔بالکل اسی طرح ابن ابی لیلیٰ عن الحکم کی سند بھی صحیح اور ثابت ہے۔اس لئے ابن ابی لیلیٰ کی عن الحکم اور ابن ابی لیلیٰ عن عیسیٰ اور ابن ابی لیلیٰ عن الحکم اور ابن ابی لیلیٰ عن الحکم وعیسیٰ کے تینوں طریق محفوظ اور ثابت ہیں۔لہذا یہ متابعات بھی درست اور اصول حدیث کی روشنی میں صحیح ہیں۔اس متابعت پر اعتراض کرنا باطل اور مردود ہے۔اس حدیث کا خالی دار ومدار یزید بن ابی زیاد پر بھی نہیں بلکہ متابعت قاصرہ اور متابعت تامہ کے ساتھ یہ حدیث صحیح اور ثابت ہے۔بر سبیل تنزل یزید بن ابی زیاد الکوفی پر دار ومدار کی صورت میں بھی یہ حدیث صحیح ثابت ہے اور پہلے یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی حافظہ خراب ہونے سے پہلے ثقہ اور ثابت ہیں اور اس حدیث میں یزید بن ابی زیاد الکوفی پر قرائن اور شواہد کی روشنی میں اعتراض باطل اور لغو ہے۔

قارئین کرام! اس درج بالا تحقیق سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا اس حدیث پر اعتراضات کرنا باطل، مردود اور غلط ہے۔اس تحقیق میں اصول حدیث کی روشنی میں ثابت کر دیا کہ ترک رفع یدین پر حضرت براء بن عازب کی حدیث بالکل صحیح اور ثابت ہے۔لہذا امید ہے کہ قارئین کرام اس حدیث پر ضرور عمل کریں گے کیونکہ یہ قارئین کرام کا فیصلہ ہوگا کہ آیا وہ مسلکی حمایت میں اس حدیث کا انکار کرتے ہیں یا اصول حدیث کی روشنی میں زیر بحث حدیث کو مانتے ہوئے اس حدیث پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں حق بات کہنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی مسند ابی عوانہ کی حدیث کا تحقیقی جائزہ

قارئین کرام! ہم متعدد آثار اور احادیث ترک رفع یدین بیان کر چکے ہیں ترک رفع یدین کے قائلین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی شامل ہیں۔زمانہ قریب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ترک رفع یدین کی حدیث جو مسند ابی عوانہ میں موجود ہے اس پر فریقین میں تنازعہ بدستور قائم ہے۔اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں احناف پر تحریف کا الزام بڑی ہی ڈھٹائی سے وارد کر دیا جاتا ہے۔اس سے پہلے کہ اس حدیث پر اعتراضات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ پیش کیا جائے۔آپ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ترک رفع یدین والی حدیث ملاحظہ کریں۔

حدثنا عبداللہ بن ایوب المخرمی وسعدان بن نصر و شعیب بن عمرو فی آخرین قالوا ثنا سفیان بن عیینة عن الزهری عن سالم عن ابیه قال رایت رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حتی یحاذی بهما وقال بعضهم حذو منکبیه واذا راد ان یرکع وبعد ما یرفع راسه من الرکوع لا یرفعهما وقال بعضهم ولا یرفع بین السجدتین والمعنی واحد. (مسند ابی عوانہ ۱/۳۳۴)

ترجمہ : حضرت عبداللہ عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے اور جب آپ رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے اور بعض راویوں نے کہا کہ آپ دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے سب راویوں کی روایت کا ایک ہی مطلب ہے۔

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں اور نہ ہی آج تک کسی راوی پر طعن منظر عام پر آسکا ہے۔ لہذا اس سند کے راویوں کا تذکرہ کرنے کے بجائے اعتراضات کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

اعتراض: غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۸۰ پر لکھتا ہے۔

''بعض نا سمجھ لوگوں نے '' لا یرفعھما کو پچھلی عبارت سے لگا دیا..... مسند ابی عوانہ کے مطبوعہ نسخہ سے عملاً یا سہواً ''واؤ'' گرائی گئی ہے یا گر گئی ہے۔ یہ ''واؤ'' مسند ابی عوانہ کے قلمی نسخوں اور صحیح مسلم وغیرھما میں موجود ہے۔ (علامہ سید احسان اللہ شاہ الراشدی پیر آف جھنڈا کے نسخہ میں یہ ''واؤ'' موجود ہے بلکہ مدینہ طیبہ کے نسخے میں بھی ''واؤ'' موجود ہے۔ والحمد للہ)

جواب: عرض یہ ہے کہ مسند ابی عوانہ جب ہندوستان سے شائع ہوئی تو اس میں لا یرفعھما سے قبل ''واؤ'' نہ تھی۔ جس پر یہ اعتراض اٹھایا گیا کہ حنفی ناشرین نے تحریف کی ہے یا عمداً یا سہواً گرا دی ہے۔ مگر جناب ایسا ہرگز نہیں ہے۔ حنفی ناشرین نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔ مسند ابی عوانہ دار المعرفۃ بیروت بنان سے محقق ایمن بن عارف الدمشقی کی تحقیق سے بھی شائع ہوئی۔ اس میں بھی لا یرفعھا سے پہلے ''واؤ'' موجود نہیں ہے۔ پھر مسند ابی عوانہ دار الکتب العلمیۃ بیروت سے ابو علی النظیف کی تحقیق سے شائع ہوئی مگر اس میں بھی لا یرفعھما سے پہلے ''واؤ'' موجود نہیں ہے۔ الہٰذا یہ تو ثابت ہو گیا کہ تمام طبع شدہ ایڈیشن میں ''واؤ'' موجود نہیں ہے جبکہ یہ تینوں ایڈیشن مختلف محققین کی علیحدہ علیحدہ تحقیق ہے۔

اَب سوال یہ ہے کہ لا یرفعھما کا تعلق پچھلی عبارت..... واذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع راسہ من الرکوع سے ہے یا اگلی عبارت وقال بعضھم ولا یرفع بین السجدتین..... کے ساتھ ہے یعنی سادہ الفاظ میں مطلب یہ کہ لا یرفعھما کا تعلق پچھلی عبارت رکوع میں جاتے یا آتے ہوئے رفع یدین کی نفی کے ساتھ ہے یا اگلی عبارت سجدوں کے درمیان کے رفع یدین کے ساتھ ہے۔ غیر مقلد زبیر علیزئی کا اعتراض یہ ہے کہ لا یرفعھما کا تعلق اگلی عبارت یعنی سجدوں میں رفع یدین کے ساتھ ہے۔ مگر غیر مقلد زبیر علیزئی کی بات غلط ہے۔ کیونکہ ان کے دعویٰ کا ساتھ نہ تو طبع شدہ مسند ابی عوانہ کے

مختلف ایڈیشن دے رہے ہیں اور نہ ہی قلمی مخطوطات۔ اس کا تفصیلی تحقیق درج ذیل ہے۔

1: مسند ابی عوانہ بتحقیق ایمن بن عارف الدمشقی طبع دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۲۳ پر صرف لا یرفعھما ہے اور لا یرفعھما کے بعد (۔) ہے اور یہ (۔) ڈیش کا نشان وقف کی علامت ہے اور اس وقف کی علامت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لا یرفعھما کا تعلق پچھلی عبارت رکوع کو جاتے اور رکوع سے آتے ہوئے کے ساتھ ہے۔ اس نسخہ کا عکس ملاحظہ کیجئے۔

مسند ابی عوانہ بتحقیق ایمن الدمشقی کا عکس

۳۷- بیان رفع الیدین في افتتاح الصلاة قبل التكبير بحذاء منكبيه وللركوع ولرفع رأسه من الركوع ، وأنه لا يرفع بين السجدتين

[۱۵۷۲] حدثنا عبد الله بن أيوب المخرمي وسعدان بن نصر وشعيب بن عمرو في آخرين قالوا : ثنا سفيان بن عيينة عن الزهري ، عن سالم ، عن أبيه قال : رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم : حذو منكبيه ، وإذا أراد أن يركع ، وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ، لا يرفعهما - وقال بعضهم : ولا يرفع بين السجدتين[؟] . والمعنى واحد .

[۱۵۷۳] حدثنا الربيع بن سليمان عن الشافعي ، عن ابن عيينة بنحوه : ولا يفعل ذلك بين السجدتين .

[۱۵۷٤] حدثني أبو داود قال : ثنا علي قال : ثنا سفيان : ثنا الزهري : أخبرني سالم عن أبيه قال : رأيت رسول الله ﷺ مثله[؟] .

2: مسند ابی عوانہ بتحقیق ابو علی نظیف طبع دار الکتب العلمیۃ ۲/۳۳۴ پر بھی صرف لا یرفعھما ہے اور یہ واضح کر رہا ہے کہ اس کا تعلق پچھلی عبارت سے ہے اس نسخہ کا عکس ملاحظہ کیجئے۔

مسند ابی عوانہ بتحقیق ابوعلی نظیف کا عکس

بَيَانُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ قَبْلَ التَّكْبِيرِ بِحِذَاءِ مَنْكِبَيْهِ وللركوع ولرفع رأسه من الركوع، وأنه يرفع بين السجدتين

١٢٥١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَيُّوبَ الْمُخَرِّمِيُّ، وَسَعْدَانُ بْنُ نَصْرٍ، وَشُعَيْبُ بْنُ عَمْرٍو فِي آخَرِينَ، قَالُوا: ثنا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا"، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، لَا يَرْفَعُهُمَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ، حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ الشَّافِعِيِّ، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، نَحْوَهُ، وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: ثنا

3: رہا مخطوطات میں "واؤ" ہونے یا نہ ہونے کا معاملہ۔ تو عرض یہ ہے کہ اگر لا یرفعھما کے ساتھ "واؤ" مخطوطات میں موجود ہو تو پھر بھی غیر مقلد زبیر علیزئی کا دعویٰ ثابت نہیں ہوسکتا ہے۔ کیونکہ زبیر علیزئی نے نور العینین ص ۹۷ پر مسند ابی عوانہ سندھی مخطوطے کا عکس لگایا ہے۔ اگر آپ اس نسخہ کو ملاحظہ فرمائیں تو آپ کے مشاہدے میں بات آئے گی کہ لا یرفعھما کے بعد گول دائرہ (o) موجود ہے اور مخطوطات اور علم حدیث کے ماہرین یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ گول دائرہ (o) وقف کی علامت ہوتا ہے۔ اور جب لا یرفعھما کے بعد گول دائرہ (o) علامت وقف موجود ہے تو پھر اس کا تعلق تو پہلے عبارت کے ساتھ ہوا نہ کہ بعد والی عبارت کے ساتھ۔ لہٰذا "واؤ" موجود ہو یا نہ ہو کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ زبیر علیزئی کا نور العینین ص ۹۷ پر پیش کردہ مسند ابی عوانہ سندھی مخطوطے کا عکس ملاحظہ کریں۔

مسند ابی عوانہ۔ سندھی مخطوطے کا عکس

بيان رفع اليدين في افتتاح الصلاة

زبیر علیزئی نے نور العینین ص ۸۷ پر مسند ابی عوانہ کا جو مدینہ منورہ کے نسخہ کا عکس دیا ہے تو یہ غالباً میری تحقیق کے مطابق مسند ابی عوانہ کا نہیں بلکہ مختصر ابی عوانہ کا نسخہ ہے۔ لہٰذا یہ مناسب نہیں ہے کہ مختصر ابی عوانہ کو مسند ابی عوانہ کے طور پر پیش کیا جائے۔

میرے پاس مسند ابی عوانہ کا ایک قدیم قلمی نسخہ موجود ہے جو کہ قدیم نسخہ ضیاء المقدسی کے قلمی نسخے سے تقابل شدہ ہے اور یہ نسخے خدا بخش لائبریری پٹنہ میں نمبر ۲۹۵۳ کے تحت موجود ہے۔ اس نسخہ کی ص ۲۳۵ قلمی پر بھی لا یرفعھما کے بعد گول دائرہ (o) موجود ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ گول دائرہ (o) جو وقف کی علامت ہے اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ لا یرفعھما کے تعلق صرف اور صرف پچھلی عبارت میں رکوع جاتے اور رکوع سے آتے ہوئے کے ساتھ ہے۔ لہٰذا اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ یہ حدیث ترک رفع یدین کی دلیل ہے۔ اور اس کے علاوہ کسی بھی قسم کا اعتراض فضول اور غلط ہے۔ اور معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ترک رفع یدین کی حدیث بالکل صحیح اور ثابت ہے۔

المدونہ الکبریٰ میں ترک رفع یدین والی حدیث کا تحقیقی جائزہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ترک رفع یدین والی حدیث المدونہ الکبریٰ میں موجود ہے۔

”عن ابن وهب وابن القاسم عن مالك بن انس عن ابن شهاب عن سالم بن عبدالله عن ابيه أن رسول الله ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح التكبير للصلوٰة“ ۔(المدونۃ الکبریٰ ۱/۶۹)

ترجمہ: سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بیشک رسول کریم ﷺ رفع یدین کرتے تھے شانوں تک جب نماز کیلئے شروع کی تکبیر کہتے۔

اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں اور غیر مقلد زبیر علیزئی نے بھی اس سند کے راوی پر کسی قسم کا کلام نہیں کیا سوائے صاحب مصنف کے اور صاحب مصنف سحنون بن سعید کا ترجمان شاء اللہ آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔ جس کی زبردست ثقاہت جمہور محدثین کرام نے کی ہے۔

اعتراض: غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۸۱ پر لکھتا ہے۔

اس روایت کو کسی قابل اعتماد محدث نے رفع یدین کے خلاف پیش نہیں کیا اور نہ ہی کوئی عقل مند اسے پیش کر سکتا ہے۔

جواب: عرض یہ ہے کہ اس روایت کو زبردست ثقہ فقیہ محدث سحنون بن سعیدؒ نے اپنی کتاب المدونۃ الکبریٰ ۱/۶۷ میں ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے۔ اور مشہور مؤرخ حاجی خلیفہ چلپی لکھتے ہیں۔

”هی من أجل الكتب من مذهب مالك یعنی یہ امام مالک کے مذہب کی بڑی جلالت وعزت والی کتاب ہے۔(کشف الظنون ۲/۱۶۵۵)

لہٰذا معلوم ہوا کہ اس سے ثقہ اور عقلمند فقیہ سحنون بن سعید المالکی نے ترک رفع یدین پر دلیل لی ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ اس روایت کو مختصر کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس روایت میں صرف شروع والی رفع یدین کا حصر ہے اور حصر نفی کو مستلزم ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے آتے وقت رفع یدین کی نفی نہیں ہے ایک کم علمی سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ رکوع جاتے اور رکوع سے آتے وقت رفع یدین کی نفی نہیں ہے ایک کم علمی سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔

امام سحنون بن سعیدؒ کی کتاب المدونہ الکبریٰ پر زبیر علیزئی صاحب کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

اختلافی مسائل پر مسلکی دلائل پیش کرنا طرفین کا حق ہوتا ہے۔ مگر ان مسائل میں حق کا دامن چھوڑنا مناسب نہیں ہوتا خصوصاً علماء کرام کو یہ طریقہ زیب نہیں دیتا۔ زبیر علیزئی صاحب کی یہ فطرت اور عادت ہے کہ جس ثقہ محدث اور عالم کی تحقیق سے وہ اتفاق نہ کریں اسے ضعیف اور مجروح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اصول جرح وتعدیل کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔

مسئلہ آمین بالجہر اور رفع یدین کے موضوع پر تحقیق کرتے ہوئے انہوں نے ثقہ محدث امام حافظ سحنون بن سعیدؒ پر جرح اور ان کی کتاب المدونہ الکبریٰ کو غیر مستند ثابت کرنے کی کوشش کی۔

زبیر علیزئی صاحب نے نور العینین فی مسئلہ رفع یدین ص ۸۲ اور القول المتین فی الجہر بالتامین ص ۷۷ پر امام سحنون بن سعید اور کتاب المدونہ الکبریٰ پر درج ذیل اعتراضات درج کیے ہیں۔

اعتراض 1: بذات خود کتاب مدونہ الکبریٰ کی سند اور توثیق محل نظر ہے۔

اعتراض 2: ایک مشہور عالم ابو عثمان سعید بن محمد بن صبیح بن الحداد المغربی نے مدونہ کے رد میں ایک کتاب لکھی۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۴/۲۰۵) و(العبر فی خبر من غبر ۲/۱۲۲)

اعتراض 3: سحنون کے بارے میں امام خلیلی فرماتے ہیں۔ لم یرض اهل الحدیث حفظه . (الارشاد ۱/۲۶۹)

«المدونہ الکبریٰ کی سند کی تحقیق»

مدونہ الکبریٰ اتنی اہم کتاب ہے کہ متاخرین اور متقدمین محدثین کرام نے صاحب کتاب سحنون بن سعیدؒ تک اپنی متصل نقل کی ہے۔

درج ذیل محدثین کرام نے المدونہ الکبریٰ کی سند صاحب مصنف سے متصل بیان کی ہے۔

1: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور المدونہ الکبریٰ کی سند

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے صاحب کتاب مدونہ الکبریٰ جمع سحنون بن سعید عن عبدالرحمن بن القاسم عن مالک سحنون بن سعیدؒ تک اپنی سند متصل نقل کی ہے۔(المعجم المفہرس رقم ۱۸۳۶، ص ۵۷۴)۔

سند: أخبرنا العصر ابو الفضل ابن العراقی اذناً مشافهة ، عن أبی عبدالرحیم بن عبدالله انصاری أنبانا ابو القاسم محمد بن سراقه العامری فی کتابه ، عن أبی القاسم أحمد بن یزید بن بقی أنبانا محمد بن عبدالرحمن الخزرجی ، أنبانا محمد بن فرج مولی ابن الطلاع ، أنبانا ابو عمر احمد بن محمد بن عیسی بن عبدالرحمن بن احمد التجیبی ، عن اسحاق بن ابراهیم التجیبی ، عن أبی عمر احمد بن خالد بن یزید عن محمد بن وضاح عن سحنون .

2: ابن خیر الاشبیلیؒ اور مدونہ الکبریٰ کی سند

محدث ابن خیر الاشبیلیؒ نے اپنی کتاب فہرست ابن خیر صفحہ ۲۰۸/۱ پر المدونہ الکبریٰ تک اپنی سند متصل بیان کی ہے۔

سند۔۱: وحدثنی بها أیضاً الشیخان الفقیهان: ابو القاسم أحمد بن محمد بن بقی ، وابو الحسن یونس بن محمد بن مغیث رحمهما الله ، اجازة ، قالوا کلهم حدثنا بها الفقیه ابو عبدالله محمد بن فرج ، قال: حدثنی بها الفقیه ابو عمر بن محمد بن عیسی ، المعروف بابن القطان عن ابی بکر

عبدالرحمن بن احمد التجیبی ، عن ابی ابراهیم الفقیه ، عن ابی عمر احمد بن خالد : واخبرنی بها أبو اسحاق ابراهیم بن محمد بن باز ، وأبو اسحاق ابراهیم بن قاسم بن هلال القیسی عن سحنون .

سند۔۲: ویرویها أیضاً الروایة ابو محمد الباجی ، رحمه الله ، عن أبی عبدالله محمد بن عمو بن لبابة عن محمد بن احمد العتبی ، عن سحنون بن سعید التنوخی ، عن عبدالرحمن بن القاسم العتقی.

3: محدث عابد سندھیؒ اور المدونہ الکبریٰ کی سند

محدث علامہ عابد سندھیؒ صاحب المدونہ الکبریٰ سحنون تک اپنی سند متصل نقل کرتے ہیں۔

سند: فارویها بالسند المتقدم الی الحافظ ابن حجر (عن الشیخ صالح الفلانی عن محمد بن سنه ، عن مولای الشریف عن الشهاب الخفاجی ، عن البرهان العلقمی عن السیوطی عن حافظ ابن حجر) عن ابی اسحاق التنوخی عن محمد بن جابر الوادی آشی عن أبی محمد بن عبدالله القرطبی ، انا محمد بن فرج مولی بن الطلاع القرطبی ، أنا أحمد بن محمد بن عیسٰی ، عن عبدالرحمن بن احمد التجیبی عن اسحاق بن ابراهیم التجیبی عن احمد بن خالد بن یزید عن محمد بن وضاح عن مولفها المجمع علی جلالته وامامته ابی سعید عبدالسلام سحنون التنوخی القیروانی ۔ (حصر الشارد ص ۴۳۵)

اس تفصیل سے امید ہے کہ زبیر علیزئی صاحب کو سند پر اعتراض سے رجوع کرنا پڑے گا۔ مدونہ الکبریٰ کی سند متواتر محدثین نے نقل کی ہے۔ جس نے زبیر علیزئی صاحب کا سند کو محل نظر قرار دینا غلط ہے۔

4: محدث ابن عطیۃؒ اور المدونہ الکبریٰ کی سند

محدث ابن عطیہ نے المدونہ الکبریٰ کی سند متصل بیان کی ہے۔

اخبرنی بها عن ابی عمر احمد بن محمد بن عیسی بن القطان عن ابی بکر عبدالرحمن بن احمد التیجی عن ابراهیم اسحاق بن ابراهیم صاحب التائع عن احمد بن خالد عن ابی عبدالله محمد بن وضاح عن سحنون بن سعید. (فہرست ابن عطیہ ص۹۲)

5: امام ابی سعید البراذعی الازدی القیروانیؒ اور المدونہ الکبریٰ کی سند

محدث امام براذعی الازدیؒ صاحب المدونہ الکبریٰ تک اپنی سند متصل نقل کرتے ہیں۔

سند: عن ابی بکر بن ابی عقبة عن جبلة عن سحنون بن سعید (التہذیب براذعی ۱/۱۶۸)

اس کا قلمی نسخہ راقم کے پاس موجود ہے۔ لہٰذا اس کتاب پر کسی قسم کا اعتراض فضول اور مردود ہے۔ المدونہ الکبریٰ کی متعدد نسخے جو اصل نسخے سے تقابل شدہ ہیں وہ مکتبہ قرویین کے اندر رقم نمبر ۱۲۳۵/۴/۵۷۴ کے تحت موجود ہیں۔ لہٰذا سند یا نسخوں پر اعتراض کر کے عام لوگوں کو شک میں ڈالنا باطل اور لغو ہے۔

6: محدث ابی جعفر احمد بن علی آشیؒ ۹۲۸ھ اور المدونہ الکبریٰ کی سند

سند: باختصار: وقراء بالاسکندریه وسمع علی الامام العالم الحافظ المحدث نور الدین ابی الحسن علی بن محمد بن محمد بن عبدالوهاب القرشی المالکی واجازة وبمکة المشرفة علی الامام الرحال الحافظ الروایة ابی الفتح شرف الدین محمد بن الامام زین الدین المدنی شافعی ، وفی شیوخه کثرة واجازة ببجایة الشیخ ابوعبدالله محمد بن المشد الی و بمکة ایضاً قاضیها عبدالقادر بن عبدالمعطی

واجازة اجازة عامة فی جمیع ما یرویه رحمه الله فقراء بها . وتفقه علی جلة شیوخها فمن شیوخه بها . الشیخ الامام العالم المفتی الحجة خطیب البرکة المتکلم الصالح ابوعبدالله محمد بن محمد بن محمد الانصاری السرقسطیؒ قراء علیه بلفظه نحو النصف من تهذیب البراذعی ...... وجملة عن المدونة الأم . (ثبت آشی ص۱۸۷)

امام ابوعثمان الحدادؒ کے اعتراض پر تحقیقی جائزہ

اعتراض: زبیر علیزئی صاحب نے مدونہ الکبریٰ کو مشکوک اور غیر معتبر بنانے کے لئے علامہ ذہبیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ ''ایک مشہور عالم ابوعثمان سعید بن محمد بن صبیح بن الحداد المغربی نے مدونہ کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اور وہ مدونہ کو کیڑوں والی کتاب کہتے تھے'' (سیر اعلام النبلاء ۱۴/۲۰۵ والعبر فی خبر ۲/۱۲۲)

الجواب: (۱) عرض یہ ہے کہ ابوعثمان کا المدونہ کا رد لکھنا اس کتاب اور صاحب کتاب کو مجروح نہیں کر سکتا۔ بہت سے مغربی علماء اور محدثین نے امام شافعیؒ پر رد اور کتابیں لکھیں مگر اس طرح وہ امام شافعی سے اختلاف تو کر سکتے ہیں مگر امام شافعی کو ضعیف قرار نہیں دے سکتے اسی طرح المدونہ اور صاحب کتاب سحنون کو مجروح کرنا مردود اور باطل ہے

(۲) اسی طرح ابوعثمان سعید بن محمد المغربی نے امام شافعی کے رد میں بھی کتاب لکھی۔ جو انہوں نے امام شافعیؒ کے شاگرد امام اسماعیل بن یحیی المزنی کو بھیجی۔ (قضاۃ قرطباء لحارث الخشنی ص ۲۰۴)

تو کیا زبیر علیزئی صاحب کو یہ رد قابل قبول ہوگا؟۔ اور کیا وہ امام شافعیؒ کو مجروح مان لیں گے؟۔

(۳) امام محمد بن حارث الخشنی نے لکھا ہے۔ ابوعثمان کی کتابوں کے بارے میں محدثین کرام نے کلام کیا ہے۔ علماء افریقہ، الخشنی رقم ۲۱۔ لہٰذا ابوعثمان پر اعتماد کرنا درست نہ ہوگا۔ اس طرح تو خود ابوعثمان الحداد مجروح ثابت ہوتا ہے تو اس کے قول سے کس طرح سحنون کو مجروح ثابت کیا جاسکتا ہے؟

(۴) یحییٰ بن عمر الاندلسی نے ایک کتاب امام شافعی کے رد میں ردعلی الشافعی لکھی (قضاۃ القرطبۃ لخشنی ص ۱۸۴) تو کیا زبیر علیزئی صاحب کو یہ رد قابل قبول ہوگا؟

(۵) امام محمد بن الکلاعی نے سعید بن الحداد کے رد میں کتاب بھی لکھی۔ (علماء افریقیہ ص ۱۳۶) لہٰذا زبیر علیزئی غیر مقلد کے اپنے خود ساختہ اصول کے مطابق سعید بن الحداد پر کیسے اعتماد ہوسکتا ہے کیونکہ محدثین کرام نے اس کے رد میں مستقلاً کتابیں لکھیں ہیں۔ لہٰذا یہ کیسا اصول ہے کہ اگر سحنون پر کسی نے معمولی سا اعتراض کیا ہو تو اس کو قبول کیا جائے مگر ابن الحداد پر مستقلاً کتاب لکھے جانے کے باوجود بھی اس کو نظر انداز کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ مسلکی تعصب کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

المدونہ الکبریٰ کی اہمیت کے بارے میں محدثین کرام کے فیصلے

درج ذیل جمہور محدثین، سحنون کی کتاب المدونہ الکبریٰ کی اہمیت کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

i: امام قاضی عیاضؒ ۵۴۴ھ کی تحقیق:

"یقول قال امام سحنون: علیکم بالمدونۃ، فھی کلام رجل صالح و روایتہ

یقول: انما المدونہ من العلم بمنزلہ اُم القرآن من القرآن، تجزی فی صلوٰۃ عن غیرھا ولا یجزی غیرھا عنھا، أفرغ الرجال فیھا عقولھم، وشرحوھا و بینوھا، ما اعتکف احد علی المدونہ و دراستھا الا عرف ذلک فی ورعہ وزھدہ، وما عداھا أحد الی غیرھا الا عرف ذلک فیہ. (ترتیب المدارک ۲/ ۲۲۳)

ii: علامہ ابن رشدؒ کی تحقیق:

"فحصلت. ای المدونۃ. اصل علم المالکین، وھی مقدمۃ علی غیرھا من الدواوین بعد موطا مالک، رحمہ اللہ، ویروی أنہ ما بعد کتاب اللہ أصح من

الموطا، ولا بعد موطا دیوان فی الفقہ أفید من المدونہ"۔ (المقدمات ۱/ ۴۴)

iii: امام محمد بن میمون الانصاریؒ کی تحقیق:

"وکان محمد بن میمون الانصاری الطلیطلی یحفظھا وقد کتبھا فی اللوح فحفظھا کما یحفظ القرآن، ولم یخلط بھا غیرھا. (ترتیب المدارک ۶/ ۱۷۷)

iv: شیخ المغرب ابو محمد صالحؒ ۶۳۱ھ کی تحقیق:

"یقول شیخ المغرب ابو محمد صالح انما یفتی بقول مالک فی الموطاء فان لم یجد فی النازلۃ فبقولہ المدونۃ فان لم یجد فبقول ابن القاسم فیھا والا فبقولہ فی غیرھا والا فاقاویل اھل المذھب (المعیار ۲/ ۲۳)

v: علامہ شیرازی کی تحقیق:

"واقتصر الناس علی الفقہ فی کتب سحنون ونظر سحنون فیھا نظراً فھذبھا ولوبھا و دونھا والحق فیھا من خلاف کبار اصحاب مالک ما اختار ذکرہ وذیل ابوابھا بالحدیث والآثار الا کتباً منھا معرفۃ بقیت علی أصل اختلافھا فی السماع فھذہ ھی کتب سحنون المدونۃ والمختلطۃ" (طبقات الشیرازی ص ۱۲۷)

vi: امام عیسیٰ التادلی الفاسیؒ کی تحقیق:

مدونہ الکبریٰ کی اہمیت محدثین کے نزدیک اتنی زیادہ تھی کہ محدثین اور علماء کرام نے اسے زبانی حفظ کیا۔ ان علماء کرام میں امام عیسیٰ التادلی الفاسیؒ، ابی الحسن علی بن عشرین اور محمد بن میمون الانصاری شامل ہیں۔ (نیل الابتہاج ص ۲۱۴)

vii: مدونہ الکبریٰ اور فقہ مالکی:

امام سحنون بن سعیدؒ کی المدونہ الکبریٰ فقہاء اور علماء، مالکیہ کے نزدیک سب سے معتبر اور قابل احتجاج ہے تفصیل کیلئے دیکھئے (الدیباج المذھب ۱/ ۲۲۴، شجرۃ النور ۱/ ۷۳)۔ فقہاء مالکیہ کے

نزدیک متداول کتاب ہے۔اور فقہاء کرام فتویٰ کے لئے اسی کتاب کی طرف التفات کرتے ہیں۔

مدونہ الکبریٰ کی محدثین کے نزدیک متواتراً قبولیت

مدونہ الکبریٰ کی قبولیت اور شرف اس لحاظ سے بھی نمایاں اور واضح ہے کہ متقدمین سے متاخرین محدثین اور علماء کرام نے اسے تواتر کے ساتھ روایت کیا اور اس کتاب کا اختصار اور شروحات لکھی ہیں۔ہم کچھ اختصار پر تحریر شدہ کتب کا ذکر کرتے ہیں۔جس سے یہ بات مزید واضح ہو جائیگی کہ یہ کتاب تواتر کے ساتھ مقبول رہی ہے۔

#		
1	لابی ابراھیم الکلاعی الزیاد الاندلسی ۲۹۵ھ	اختصار المدونہ
2	محمد بن ابراھیم اللخمی ۲۹۹ھ	اختصار المدونہ
3	للفضل بن السلمة الجھنی ۳۱۹ھ	اختصار المدونہ
4	لابی عبداللہ محمد بن رباح الاموی ۳۵۸ھ	اختصار المدونہ
5	لابی عبداللہ محمد بن عبدالملک الخولانی ۳۶۴ھ	اختصار المدونہ
6	لابی عبداللہ بن ابی زید القیروانی ۳۸۶ھ	اختصار المدونہ
7	لابی عبداللہ محمد بن عبداللہ بن ابی زمین ۳۳۵ھ	اختصار المدونہ
8	لابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الطیطلی ۳۲۱ھ	اختصار المدونہ
9	لابی سعید البرازعی ؒ	التھذیب فی اختصار المدونہ
10	لابی القاسم خلف المعروف بالبرالی ۳۴۳ھ	التقریب فی اختصار المدونہ
11	لابی القاسم عبدالرحمن بن محمد القیروانی ۴۲۶ھ	الملخص فی اختصار المدونہ
12	لابی مروان عبداللہ بن مالک القرطبی ۴۶۰ھ	مختصر المدونہ
13	للقاضی ابی الولید الباجی ۴۰۳ھ	کتاب المھذب فی اختصار المدونہ
14	لعبداللہ بن عبدالرحمن بن عمر المعری ۶۶۹ھ	نظم الدرر فی اختصار المدونہ

حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ کا مدونہ الکبریٰ سے استدلال

مدونہ الکبریٰ کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں متعدد مقامات پر اس سے استدلال کیا ہے ملاحظہ کیجئے۔فتح الباری ۲۳۳/۱۔۲۰۹۔۳۰۵، فتح الباری ۲۹/۲۔۳۰۲۔۳۳۹۔ ۸۴/۳،۵۳۴، ۲۶۶/۴، ۲۸۸/۵، ۱۹/۷، ۳۶۸/۸، ۲۹۸/۱۰، ۱۳۳/۸۰، ۳۳۸/۱۲

امام خلیلی ؒ کی جرح کا تحقیقی جائزہ

i: امام خلیلیؒ نے الارشاد ۲۶۹/۱ پر سحنون بن سعید کے بارے میں لم یرض اھل الحدیث حفظہ کی جرح نقل کی مگر عرض یہ ہے کہ اھل الحدیث کے بارے میں کوئی معلوم نہیں کہ یہ کون کونسے محدثین ہیں۔اور کیا وہ معتبر اور ثقہ بھی تھے یا نہیں اور کیا ان کی یہ جرح قابل قبول ہے یا نہیں؟

ii: امام خلیلیؒ کی عادت ہے کہ ثقہ راوی پر ایسی جرح کر دیتے ہیں۔محمد بن اسحاق بن راھویہ کے بارے میں امام خلیلیؒ لکھتے ہیں ''لم یرضوہ ولم یتفق علیہ اھل خراسان '' (میزان الاعتدال ۲۷۵/۱۳)

جس طرح ابن راھویہ ؒ کے بارے میں یہ جرح قابل التفات نہیں۔اسی طرح سحنون بن سعید کے بارے میں جرح مبہم قابل قبول نہیں۔

iii: جمہور محدثین کرام کی توثیق کے مقابلے میں امام خلیلی ؒ کی جرح قابل التفات نہیں ہے۔ اور یہ اصول تو خود زبیر علیزئی کا وضع کردہ اصول ہے۔جناب ایک حوالے کے مقابلے میں کم از کم ۲۰ حوالے توثیق ہیں۔جناب اب تو کم از کم سحنون کو ثقہ مان کر حق کا اقرار کر لیں۔جس طرح آپ نے قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ کی توثیق ماننے سے چپ سادھ لی ہے۔اسی طرح کم از کم سحنون کے ساتھ نہ کیجئے۔غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم حق کو ماننے والے ہیں تو جناب بسم اللہ کیجئے اور حنفی محدث قاسم بن قطلو بغا کو ثقہ مان کر حق کا ساتھ دیں۔کم از کم ۲

سال پہلے میں نے یہ مضمون لکھا تھا مگر آپ ابھی تک قبول کرنے سے عاجز ہیں۔

امام سحنون بن سعیدؒ اور محدثین کرام کی توثیق

درج ذیل محدثین کرام نے سحنون بن سعید کی توثیق یا تعریف کی ہے۔

1: ابو العرب التمیمیؒ کی تحقیق: سحنون ثقة ، حافظاً للعم ، فقيه البدن، اجتمعت فيه خلال قلما اجتمعت فی غيره الفقه البارع والورع الصادق، والزهادة فی الدنيا . (طبقات علماء افریقیہ ص ۱۰۱)

2: امام مالکیؒ کی تحقیق: شديداً على أهل البدع لايخاف فی الله لومة لائم ، انشرت امامته فی المشرق والمغرب ، وسلم له الامامة أهل عصره واجتمعوا كلهم على فضله وتقدمه (ریاض النفوس ۳۴۹/۱)

3: امام عیسیٰ بن مسکین کی تحقیق: "لم يكن بين مالك و سحنون افقه من سحنون" (ریاض النفوس ۳۵۴/۱)

4: امام دباغ " کی تحقیق: سحنون راهب هذه الأمة . (معالم الایمان ۸۴/۲)

5: محمد بن وضاحؒ کی تحقیق: وكان سحنون يروى تسعة وعشرين سماعاً ، وما رأيت فی الفقه مثل سحنون فی المشرق . (معالم ایمان ۸۲/۲)

6: امام سعید بن حارثؒ کی تحقیق: جالست الناس بهذا منذ بلغت ما رايت اجود غزيرة من سحنون (ترتیب المدارک ۵۹۱/۲)

7: امام ابو الحسن القابسیؒ کی تحقیق: انی لأجد فی نفسی من خلاف سحنون لمالك مالا أجد من خلاف ابن القاسم لمالك (قضاۃ قرطبہ ص ۳۰۶)

8: الفقیہ محمود بن یزیدؒ کی تحقیق: اول ما تعلمت مسائل صلاة من سحنون وان قلت ان سحنون أفقه من اصحاب مالك كلهم انی لصادق. (معالم الایمان

۸۲/۲)

9: امام ابو یزید بن ابی الغمرؒ کی تحقیق: لم يقدم علينا أحد افقه من سحنون الا أنه قدم علينا من هو اطول لساناً منه ، يعنى ابن جيب ، (ریاض النفوس ۳۴۹/۱)

10: امام یونس بن عبد الاعلیٰؒ کی تحقیق: "هو سيد اهل المغرب." (ترتیب المدارک ۵۹۰/۲)

11: امام محمد یس القطان تحقیق: اولم يكن سيد اهل المشرق والمغرب قال قد كان رجلاً نبيلاً فاضلاً خيراً من شانه ، فاثنى عليه ورفع به . (ترتیب المدارک ۵۹۰/۲)

12: امام سلیمان بن عمرانؒ کی تحقیق: اذا سالت اسداً عن مسالة اجابنى عن بحر عميق و معنى جوابه زد فی سؤالك ، وكان العلم فی صدر سحنون كسورة فی القرآن من حفظه ، وكان سحنون رجلاً صالحاً . (معالم الایمان ۸۲/۲)

13: امام فقیہ سعید بن الحارثؒ کی تحقیق: كان ابو سعيد عاقلاً بمرة ورعاً بمرة ، عالماً بمذاهب المدنيين بمرة ، وقال : جالست الناس بهذا البلد منذ بلغته ما رايت اجود غزيرة من سحنون . (ترتیب المدارک ۵۹۱/۲)

14: امام محدث محمد بن حارث الخشنیؒ کی تحقیق: سحنون امام الناس فی علم مالك ، وكان فاضلاً عادلاً مباركاً ، اظهر السنة واخمد البدعة وثقف رسوم القضاء بعقله وعلمه . (قضاۃ قرطبہ ص ۲۹۶)

15: امام حمدیسؒ کی تحقیق: رايت أبا المصعب الزهرى صاحب المالك بالمدينة ، ورايت أصحاب ابن القاسم بمصر، واصحاب ابن وهب واشهب ، ورأيت بمكة علماء من أهل بغداد ، فواشه ما رأيت فيهم مثل سحنون ولا مثل ابنه محمد بعده . (ترتیب المدرک ۵۹۲/۲)

16: فقیہ سالم بن سلیمان کی تحقیق: فی مجالسته عن سحنون : دخلت مصر

ورأيت العلماء فيها متوافرين والمدينة ومكتبها ثلاثة عشر محرابا، فما رأيت فيهم مثل سحنون وابنه بعده. (معالم الایمان ۲/۸۳)

17: حافظ ابن حبان نے سحنون بن سعید کو کتاب الثقات میں لکھا۔ کتاب الثقات رقم: ۱۳۵۵۰

18: ابو علی عمیر کی تحقیق: "سحنون فقيه اهل الزمانه و شيخ عصره و عالم وقته"۔ (الدیباج المذہب ۹۶/۱)

19: حافظ شیرازی کی تحقیق: انتهت الرياسة اليه فى العلم بالمغرب. (طبقات الفقہاء ۱/۱۵۶)

20: حافظ ذھبیؒ کی تحقیق: الامام العلامة فقيه المغرب۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۲/۶۳)

ان محدثین کرام کے علاوہ محمد بن حارث الخشنیؒ اور ابو العربؒ نے سحنون بن سعید کی توثیق پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مدونہ الکبریٰ کی سند متصل اور تواتر کے ساتھ روایت کی گئی اور اسکی سند بالکل صحیح ہے۔ مدونہ الکبریٰ کی قبولیت متقدمین اور متاخرین میں تواتر سے رہی ہے اور اس سے استدلال المحدث سحنون بن سعید التنوخی ثقہ امام اور محدث ہیں۔ امید ہے کہ زبیر علی زئی اپنی اس تحقیق سے رجوع کر کے حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ترک رفع یدین کی روایت

قارئین کرام! جہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اثبات رفع یدین کی مروی روایات موجود ہیں۔ وہاں پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین کی احادیث بھی وافر تعداد میں مروی ہیں۔ اور ساتھ ہی اس بات کا ثبوت بھی موجود ہے کہ آخر میں نبی کریم ﷺ نے رفع یدین ترک کر دیا تھا اور اس دعویٰ پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ترک رفع یدین کی روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا ترک رفع یدین پر عمل اور دیگر ثبوت کے علاوہ اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۶ کی روایت بھی ہے۔

اخبار الفقہاء والمحدثین کی روایت کا تحقیقی جائزہ

حدثني عثمان بن محمد قال قال لي عبيد الله بن يحيىٰ حدثني بن سوادة بن عباد عن حفص بن ميسرة عن زيد بن السلم عن عبدالله بن عمر رضى الله عنه قال كنا مع رسول الله ﷺ بمكة نرفع ايدينا فى بدء الصلاة و فى داخل الصلاة عند الركوع فلما هاجر النبى ﷺ الى المدينة ترك رفع يدين فى داخل الصلاة عند الركوع وثبت رفع يدين فى بدء الصلاة. (اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں نماز کے شروع اور درمیان میں رکوع کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو (ایام اخیرہ) میں درمیان نماز رکوع کے وقت رفع یدین چھوڑ دیا اور نماز کے شروع میں رفع یدین (کے عمل) پر ثابت رہے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

راوی	درجہ	حوالہ
محمد بن حارث الخشنی ۳۶۱ھ	حافظ امام	سیر اعلام النبلاء رقم:۱۲۰
عثمان بن محمد القبری ۳۲۰ھ	حافظ للمسائل	تاریخ العلماء والرواۃ:۸۹۳
عبیداللہ بن یحییٰ قرطبی ۲۹۸ھ	الفقیہ الامام (ثقہ)	سیر اعلام النبلاء رقم:۲۶۴
عثمان بن سوادۃ ۲۳۵ھ	ثقہ مقبولاً	تاریخ العلماء والرواۃ ۸۹۰
حفص بن میسرۃ ۱۸۱ھ	ثقہ	الکاشف رقم:۱۱۶۷
زید بن اسلم ۱۳۶ھ	ثقہ	تقریب التہذیب:۲۱۱۷
حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرؓ	جلیل القدر صحابی	الکاشف:۲۸۷۱

اس درج بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ اور مضبوط ہیں۔

اس صحیح سند روایت کو مشکوک بنانے کے لئے غیر مقلد زبیر علیزئی نے چند اعتراضات کئے۔ لہٰذا ان اعتراضات کا تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے۔

اخبار الفقهاء والمحدثین پر اعتراضات کا جائزہ

پہلا اعتراض: زبیر علیزئی لکھتا ہے کہ اس کتاب کی سند مذکور نہیں ہے (نور العینین ص ۲۰۵)

جواب: زبیر علیزئی غیر مقلد کا یہ اعتراض ان کی کم علمی کا نتیجہ ہے کیونکہ اس کی سند کے بارے میں درج ذیل محدثین کرام نے تصریح کی ہے۔

(i) محدث ابن خیر الاشبیلی" کی تحقیق: ثقہ محدث ابن خیر الاشبیلی" محمد بن حارث الخشنی" کی کتابوں کی سند کے بارے میں لکھتے ہیں۔

" سند تو الیف ابی عبداللہ محمد بن حارث الفقیہ ... حدثنی بھا ابو محمد بن عتاب عن ابیہ عن ابی بکر محمد بن عبدالرحمن بن احمد

التجیبی عنہ"۔ (فہرست ابن خیر ۱/۳۹۳ رقم:۱۳۰۱)

(ii) محدث ابن بشکوال کی تحقیق: ثقہ جلیل القدر محدث ابن بشکوال ابن التجیبی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

" وابی عبداللہ محمد بن حارث الخشنی واجازۃ لہ جمیعھم "یعنی ابی التجیبی کو محمد بن حارث الخشنی نے اپنی تمام کتابوں کو روایت کرنے کی اجازت دی۔ (الصلۃ ۱/۱۰۲)

اس درج بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ محمد بن حارث الخشنی کی تمام کتابیں ابو محمد بن عتاب عن ابیہ عن ابی بکر محمد بن عبدالرحمن بن احمد التجیبی کی سند سے روایت شدہ ہیں۔ لہٰذا محمد بن حارث الخشنی کی ہر کتاب کی سند طلب کرنا ان حوالہ جات کی روشنی میں باطل اور مردود ہے۔ محمد بن حارث الخشنی" کی کتابوں کے راویوں کا تذکرہ و توثیق درج ذیل ہے۔

1: عبدالرحمن بن احمد التجیبی (۳۲۹ھ تا ۴۰۹ھ)۔ مشہور العدالہ وشہر بالحفظ. (الصلۃ ابن بشکوال ۱/۱۰۰)

2: محمد بن عتاب ابوعبداللہ (۳۸۳ھ تا ۴۶۲ھ)۔ فقیھا عالماً و رعاً عاقلاً۔ (الصلۃ ابن بشکوال ۱/۱۷۲)

3: عبدالرحمن بن محمد بن عتاب (۴۳۳ھ تا ۵۲۲ھ)۔ ثقہ۔ (الصلۃ ابن بشکوال ۱/۱۱۰)

اس تحقیق سے یہ ثابت ہوگیا کہ محمد بن حارث الخشنی سے روایت کردہ تمام کتابوں کے راوی ثقہ اور مضبوط ہیں۔ لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا سند کا مطالبہ کرنا ان کی کم علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

دوسرا اعتراض: غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے کہ اس کے پیچھے تم الکتاب ..... فی شعبان من عام ۴۸۳ھ یعنی اس کتاب کی تکمیل مذکور مصنف محمد بن حارث

القیر وانی ۳۶۱ھ یعنی اس کتاب کی تکمیل مذکور مصنف محمد بن حارث القیر وانی ۳۶۱ھ کی
وفات کے ایک سو بائیس ۱۲۲ سال بعد ہے۔ اس کتاب اخبار الفقہاء کی تکمیل کرنے اور لکھنے
والا کون ہے۔ یہ معلوم نہیں لہذا اس کتاب کا محمد بن حارث القیر وانی کی کتاب ہونا ثابت
نہیں۔ (نور العینین ص ۲۰۶)

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کے لاعلم ہونے کی وجہ سے اس کتاب پر ذرا
بھی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ اعتراض نمبر ۱، کے جواب کے تحت یہ عرض کر دیا گیا ہے کہ محمد بن
حارث الخشنی کی ساری کتابیں ابو محمد بن عتاب عن ابیہ عن ابی بکر محمد
بن عبدالرحمن بن احمد التبیحی کی سند سے ہیں۔
یعنی محمد بن حارث الخشنی سے عبدالرحمن بن احمد بن محمد التجیبی ۳۲۹ھ۔ ۴۰۹ھ اور ان سے محمد
بن عتاب ابو عبداللہ ۳۸۳ھ۔ ۴۶۲ھ اور ان سے عبدالرحمن بن محمد بن عتاب ۴۳۳ھ۔ ۵۲۲ھ
روایت کرتے ہیں۔ اگر غیر مقلد زبیر علیزئی مسلکی تعصب سے ہٹ کر مطالعہ کریں تو انہیں
یہ معلوم ہو جائے گا کہ محمد بن حارث کی کتاب اخبار الفقہاء والمحدثین کا نسخہ ۴۸۳ھ میں لکھا
گیا اور یہ دور عبدالرحمن بن محمد بن عتاب ۴۳۳ھ ۵۲۲ھ کا ہے۔ اور اس کتاب کے راویوں
میں ان کا نام صراحتاً موجود ہے۔ تو پھر غیر مقلد زبیر علیزئی کا سند کا مطالبہ باطل اور مردود
ہے۔
مزید یہ کہ اخبار الفقہاء والمحدثین کا نسخہ عبدالرحمن بن محمد بن عتاب ۴۳۳ھ ۵۲۲ھ کی زندگی
میں ہی لکھا گیا۔ لہذا اس نسخہ کو ابن عتاب ۴۳۳ھ ۵۲۲ھ کو لکھنے والے ہیں۔ اور یہ یاد رہے
کہ عبدالرحمن بن محمد عتاب اور ان کے والد محمد بن عتاب دونوں خود کتابیں لکھتے تھے یعنی کہ
خود کاتب بھی تھے۔ لہذا اس نسخہ کو لکھنے والے عبدالرحمن بن محمد عتاب ۴۳۳ھ تا ۵۲۲ھ ہی
ہیں۔ لہذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا اس کتاب کی سند میں ۱۲۲ سال کا فاصلہ ثابت کرنا باطل اور

مردود ہے مزید یہ کہ اس کتاب کی روایت کرنے والی سند بالکل متصل اور صحیح ہے۔

تیسرا اعتراض: غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے کہ ”اس (حدیث) کے
راوی عثمان بن محمد کا تعین ثابت نہیں۔ بغیر کسی دلیل کے اس سے عثمان بن محمد بن احمد بن
مدرک مراد لینا غلط ہے۔ اور ابن مدرک سے محمد بن حارث قیروانی کی ملاقات کا کوئی ثبوت
نہیں۔ (نور العینین ص ۲۰۶)

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ اعتراض بھی باطل اور غلط ہے کیونکہ اس
حدیث کے راوی عثمان بن محمد کا تعین خود مصنف محمد بن حارث الخشنی نے کیا ہے۔ یہ امام
عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک بن اہل قبرہ ۳۲۰ھ ہے۔ اسکے ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔

1: قال لی عثمان بن محمد القبری قال محمد بن غالب ..... (اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۱۰۳)
2: قال لی عثمان بن محمد القبری قال لی محمد بن غالب (اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۱۰۵)

اس درج بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ امام محمد بن حارث نے خود القبری کی تصریح کی
ہے جو کہ عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک من اہل قبرہ کے متعین ہونے کی واضح دلیل ہے۔
لہذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا اعتراض غلط ہے۔
مزید عرض یہ ہے کہ امام محمد بن حارث الخشنی کی امام عثمان بن محمد القبری سے ملاقات بھی
ثابت ہے۔ لہذا ملاقات کے درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

1: قال عثمان بن محمد قال لی محمد بن غالب..... (اخبار الفقہاء ص ۷۸)
2: قال لی عثمان بن محمد..... (اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۷۸)
3: قال لی عثمان بن محمد..... اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۹۷
4: قال لی عثمان بن محمد..... (اخبار الفقہاء ص ۱۲۲)
5: قال لی عثمان بن محمد..... (خبار الفقہاء ص ۱۳۹)

6: قال لی عثمان بن محمد .... (اخبار الفقہاء ص ۱۲۶)

7: قال لی عثمان بن محمد ...... (اخبار الفقہاء ص ۱۲۶)

8: قال عثمان بن محمد ذکرہ ابن وضاح (اخبار الفقہاء ص ۲۳۷)

9: قال لی عثمان بن محمد سمعت محمد بن غالب (قضاۃ القرطبۃ ص ۱۶)

10: قال لی عثمان بن محمد اخبرنی ابی..... (قضاۃ القرطبۃ ص ۱۰۳)

11: قال لی عثمان بن محمد...... (قضاۃ القرطبۃ ص ۱۵۳)

درج بالا تفصیل سے واضح ہوگیا کہ محمد بن حارث الخشنی کی عثمان بن محمد القبری سے ملاقات ثابت ہے۔ مزید عرض یہ ہے کہ محمد بن حارث الخشنی کا امام عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک من اہل قبرہ ۳۲۰ھ سے لقاء اور سماع بھی ثابت ہے لہٰذا درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

1: اخبرنی عثمان بن محمد..... (اخبار الفقہاء ص ۹۰)

2: اخبرنی عثمان بن محمد قال اخبرنی محمد بن غالب (اخبار الفقہاء ص ۱۲۲)

3: حدثنی عثمان بن محمد قال لی عبیداللہ بن یحییٰ (اخبار الفقہاء ص ۲۱۴)

4: حدثنی عثمان بن محمد قال ۔۔۔ (قضاۃ القرطبۃ ص ۱۵)

5: اخبرنی عثمان بن محمد قال اخبرنی عبیداللہ بن یحییٰ ۔ (قضاۃ القرطبۃ ص ۵۵)

6: اخبرنی عثمان بن محمد قال اخبرنی ابو مروان (قضاۃ القرطبۃ ص ۲۶)

7: حدثنی عثمان بن محمد قال حدثنی ابو مروان (قضاۃ القرطبۃ ص ۳۷)

اس درج بالا حوالہ جات میں صیغہ اخبرنی و حدثنی سے محمد بن حارث الخشنی کی عثمان بن محمد القبری سے سماع اور لقاء ثابت ہے۔ لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا اعتراض باطل اور مردود ہے۔

چوتھا اعتراض : غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے کہ "حافظ ذہبی" لکھتے ہیں

عثمان بن محمد بن خشیش القیروانی عن ابن غانم قاضی افریقیه اظنه کان کذابا . (المغنی فی الضعفاء ۲/۹۵۰ رقم: ۴۰۵۰)

عثمان بن محمد کذب قیروانی ہے اور محمد بن حارث بھی قیروانی ہے۔ لہٰذا ظاہر یہی ہوتا ہے کہ عثمان بن محمد سے یہاں مراد یہی کذاب ہے۔ (نور العینین ص ۲۰۶)

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا خود ساختہ تعیین غلط ہے کیونکہ امام محمد بن حارث الخشنی نے امام عثمان بن محمد القبری کا خود اپنی کتاب میں تعیین کر دیا ہے۔ لہٰذا ایسا اعتراض غیر مقلد زبیر علیزئی کو زیب نہیں دیتا ہے۔ یہاں میں یہ بیان کردوں کہ میسر کتب رجال میں محمد بن حارث الخشنی کے استادوں میں عثمان بن محمد خشیش القیروانی کا ذکر موجود نہیں ہے۔ جبکہ اس کے برعکس محمد بن حارث الخشنی نے خود اپنی کتاب میں عثمان بن محمد القبری کا تعیین کر دیا ہے۔ لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا اعتراض باطل اور مردود ہے۔

پانچواں اعتراض: غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے کہ یاد رہے کہ عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک کا ثقہ ہونا معلوم نہیں ہے۔ (نور العینین ص ۲۰۶)

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا اعتراض غلط ہے کیونکہ عثمان بن محمد کی توثیق ثابت ہے۔ کیونکہ محدث ابن الفرضی الاندلسی ۴۰۳ھ لکھتے ہیں۔

عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک من اهل قبرة کان معتنیا بالعلم حافظاً للمسائل عاقداً للشروط ففی اهل موضعه . (تاریخ العلماء والرواۃ رقم: ۸۹۳)

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ امام عثمان محمد بن احمد بن مدرک ثقہ راوی ہیں اور غیر مقلد زبیر علیزئی کا اعتراض مردود اور باطل ہے۔

چھٹا اعتراض: غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے کہ عثمان بن سوادہ بن عباد کے حالات اخبار الفقہاء والمحدثین کے علاوہ کسی کتاب میں نہیں ملے۔ چونکہ عثمان بن محمد مجروح یا مجہول

ہے۔ لہٰذا عبداللہ بن یحییٰ سے توثیق ثابت نہیں ہے۔ نتیجہ عثمان بن سوادہ مجہول الحال ہے۔ اس کی پیدائش اور وفات بھی نامعلوم ہے۔ (نور العینین ص ۲۰۷)

جواب: امام عثمان بن سوادہ بن عباد کے حالات اگر صرف اخبار الفقہاء والمحدثین میں بھی جائزہ اور ثقاہت بیان کر چکے ہیں۔ مزید یہ کہ عثمان بن سوادہ کی توثیق اخبار الفقہاء والمحدثین کے علاوہ تاریخ العلماء والرواۃ للعلم رقم: ۸۹۰ پر بھی ہے۔ لہٰذا عثمان بن سوادہ بن عباد ثقہ راوی ہیں اور اس طرح کے اعتراضات اصول اسماء الرجال کی روشنی میں باطل اور مردود ہیں۔

ساتواں اعتراض: زبیر علیزئی لکھتا ہے کہ عثمان بن سواۃ کی حفص بن میسرۃ سے ملاقات اور معاصرت ثابت نہیں ہے حفص کی وفات ص ۱۸۱ھ ہے۔ (نور العینین ص ۲۰۷)

جواب: عرض ہے کہ امام عثمان بن سوادۃ ثقہ، امام عبیداللہ بن یحییٰ ص ۲۱۰ھ تا ص ۲۹۸ھ کے استاد اور امام حفص بن میسرۃ الصنعانیؒ ۱۸۱ھ کے شاگرد ہیں۔ امام عثمان بن سوادۃ کی وفات ۲۳۵ھ کے لگ بھگ ہے اور یہ معاصرت امکان القاء کے لئے کافی ہے کیونکہ معاصرت و امکان بتصریح امام مسلم اتصال کے لئے کافی ہے اور یہ جمہور کا مذہب ہے دیکھئے مقدمہ مسلم ص ۲۱ لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ اعتراض بھی باطل اور مردود ہے اور یہ حدیث متصل صحیح ہے۔

آٹھواں اعتراض: غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے کہ محمد بن حارث کی کتابوں میں اخبار القضاۃ والمحدثین کا نام تو ملتا ہے مگر اخبار الفقہاء والمحدثین کا نام نہیں ملتا...... دیکھئے الاکمال لابن ماکولا ۳/۲۶۱ اور الانساب۔ ہمارے اس دور کے معاصر میں عمر رضا کحالہ نے اخبار الفقہاء والمحدثین کا ذکر کیا ہے۔ (معجم المؤلفین ۳/۲۰۳)

اس طرح معاصر خیر الدین زرکلی نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ (اعلام ۶/۷۵) جدید دور کے یہ حوالے اس کی قطعی دلیل نہیں ہے کہ یہ محمد بن حارث کی ہی ہے۔ قدیم علماء نے اس کتاب کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

جواب: غیر مقلد زبیر علیزئی کا یہ اعتراض بھی بڑا ہی کم فہمی اور سطحی علم پر مبنی ہے۔ ایسا اعتراض کرنا غیر مقلد زبیر علیزئی کی شایانِ شان نہیں کیونکہ اپنے ناقص مطالعہ کی وجہ سے اتنا بڑا دعویٰ کر دینا ایک خطرناک عمل اور عام لوگوں کو گمراہ کرنے کے مترادف ہے۔ غیر مقلد زبیر علیزئی نے دو (۲) محدثین کرام کے نام لیے ان میں محدث ابن ماکولا کی وفات ۴۸۷ھ کی ہے جبکہ امام سمعانی کی ۵۶۲ھ کی ہے۔ اور ان دو (۲) حوالہ جات کی بنیاد پر اتنا بڑا دعویٰ کر دیا ان مردود ہے۔

اوّل یہ ان دو (۲) محدثین کرام کے حوالے سے غیر مقلد زبیر علیزئی نے اخبار القضاء والمحدثین کا تذکرہ کیا مگر شاید غیر مقلد زبیر علیزئی کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کتابوں کے ناموں میں اکثر اختلاف آتے ہیں۔ اس بات کو واضح کرنے کے لئے فی الحال تین (۳) مثالیں پیش خدمت ہیں۔

1: امام حاکم کی معروف کتاب معرفۃ علوم الحدیث ہے۔ اس کتاب کے مختلف نسخوں میں ذرا فرق کے ساتھ مختلف نام موجود ہیں۔

(i) ایک نسخے میں امام حاکم کی کتاب کا نام معرفة علوم الحديث ہے۔

(ii) ایک نسخہ میں صرف علوم الحديث کا نام ہے۔

(iii) ایک نسخہ میں اس کتاب کا نام معرفۃ علوم الحديث وانواعه ہے۔

(iv) ایک نسخہ میں معرفة علوم الحديث و كمية واجناسه ہے۔

جس طرح سے کتابوں کے ناموں میں فرق سے امام حاکم کی کتاب معرفۃ علوم الحدیث کا انکار جہالت ہے اسی طرح محمد بن حارث الخشنی کی کتاب اخبار الفقهاء والمحدثين کا انکار کرنا مردود ہے۔

2: امام حاکم کی ایک کتاب ''الكفايه فى علم الروايه'' بہت مشہور ہے۔ مگر اس کے ناموں میں بھی فرق موجود ہے۔

(i) کسی نسخہ میں اس کا نام صرف الکفایۃ ہے۔

(ii) ایک نسخہ میں اس کا نام الکفایۃ فی علوم الروایۃ ہے۔

(iii) ایک نسخہ میں اس کا نام الکفایۃ فی معرفۃ اصول علم الروایۃ ہے۔

جس طرح امام حاکم کی کتابوں میں الکفایۃ کا انکار ناممکن ہے اسی طرح محمد بن حارث الخشنی کی کتابوں میں اخبار الفقہاء والمحدثین کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کسی نے اس کا نام اخبار القضاء والمحدثین ہی لیا ہو۔ بظاہر تو یہ معمولی سے خطا ہی لگتی ہے مگر چاہے نام اخبار الفقہاء کسی نسخہ میں ہو یا کسی نسخہ میں اخبار القضاء اس کتاب کا انکار صرف اور صرف تعصب پر مبنی ہے۔

3: اس طرح حافظ عقیلی کی کتاب کے بھی مختلف نسخوں میں مختلف نام ہیں۔

(i) ایک نسخہ میں کتاب ضعفاء من نسب الی الکذب ہے۔

(ii) ایک نسخہ میں اس کا نام ضعفاء الکبیر ہے۔

(iii) ایک نسخہ میں صرف ضعفاء لکھا ہے۔

(iv) ایک نسخہ میں اس کا نام الضعفاء والمتروکین لکھا ہے۔

لہٰذا کسی کتاب کے نام میں فرق کرنے سے اس کتاب کا انکار کرنا تو بڑی حماقت ہے۔ لہٰذا ایسے اعتراضات سے اجتناب لازم ہے۔

مزید یہ کہ حافظ ابن ماکولا ۴۸۷ھ اور محدث ابن سمعانی ۵۶۲ھ سے متقدم محدثین نے محمد بن حارث الخشنی کی کتابوں میں دیگر کتابوں کے علاوہ اخبار الفقہاء والمحدثین کا ذکر واضح طور پر کیا ہے۔ لہٰذا تفصیل درج ذیل ہے۔

1: ابن حزم الاندلسی کی تحقیق: حافظ ابن حزم الاندلسی ۴۵۶ھ نے محمد بن حارث الخشنی کی کتابوں میں اخبار الفقہاء کا ذکر کیا ہے۔ (فضائل الاندلس ۱/۱۷۱)

2: حافظ ابو عمر ابن عبد البر الاندلسی ۴۶۳ھ کی تحقیق:

حافظ ابن عبد البر ۴۶۳ھ نے محمد بن حارث الخشنی کی کتابوں میں اخبار الفقہاء کا ذکر کیا ہے۔ (بغیۃ الملتمس ص ۶۱)

3: امام ابو محمد الحمیدی الاندلسی ۴۸۸ھ کی تحقیق:

حافظ ابو محمد الحمیدی الاندلسی ۴۸۸ھ لکھتے ہیں

"محمد بن حارث الخشنی من اہل العلم والفضل فقیہ، محدث روی عن ابن وضاح ونحوہ جمع کتابا فی اخبار القضاء بالاندلس وکتابا آخر فی اخبار الفقہاء والمحدثین..... (جذوۃ المقتبس ص ۴۷)

4: حافظ احمد بن یحییٰ الضبی ۵۹۹ھ کی تحقیق:

حافظ الضبیؒ ۵۹۹ھ لکھتے ہیں۔ محمد بن حارث ..... جمع کتابا فی اخبار القضاۃ بالاندلس و کتابا آخر فی اخبار الفقہاء والمحدثین (بغیۃ الملتمس فی تاریخ رجال اہل الاندلس ص ۶۱)

5: حافظ ابن ناصر الدین الدمشقی کی تحقیق:

حافظ ابن ناصر الدین دمشقی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

"وکتابہ آخر فی اخبار الفقہاء والمحدثین"۔ (توضیح المشتبہ فی ضبط اسماء رقم: ۱۱۷)

6: حافظ احمد المقری المغربی کی تحقیق:

حافظ المقری لکھتے ہیں۔ "وکتاب محمد بن الحارث الخشنی فی اخبار القضاء لقرطبہ وسائر الاندلس وکتاب فی اخبار الفقہاء بہا"۔ (نفح الطیب ۳/۱۷۴)

7: مؤرخ البابانی کی تحقیق: مؤرخ البابانی لکھتے ہیں

"صنف اخبار الفقہاء والمحدثین"۔ (ہدایۃ العارفین ۱/۲۶۳)

8: یوسف الیان سرکیس کی تحقیق: یوسف السرکیس نے محمد بن حارث

الخشنی کی کتابوں میں اخبار الفقہاء والمحدثین کا نام درج کیا ہے۔ (معجم المطبوعات ۱/۸۲۳)

9: عمر رضا کحالہ کی تحقیق: عمر رضا کحالہ نے اخبار الفقہاء والمحدثین کا ذکر محمد بن حارث الخشنی کی کتابوں میں کیا ہے۔ (معجم المؤلفین ۳/۲۰۴)

10: خیر الدین زرکلی کی تحقیق: خیر الدین زرکلی نے اخبار الفقہاء والمحدثین کا ذکر صراحتاً کیا ہے۔ (الاعلام ۶/۷۵)

11: علامہ محمد بن عبداللہ الکرخی کی تحقیق: علامہ ابن عبداللہ الکرخی نے مغرب کے محدثین اور علماء کرام کی تصانیف پر بڑا علمی اور تحقیقی کام کیا ہے۔ علامہ الکرخی نے محمد بن حارث الخشنی کی کتابوں میں اخبار الفقہاء والمحدثین کا نام صراحت اور تحقیق کے ساتھ درج کیا ہے۔ (کتاب تراث المغاربہ ص ۳۵)

کیونکہ ابن عبداللہ الکرخی نے بڑی تحقیق کے ساتھ مغرب کے علماء کرام پر یہ کتاب لکھی ہے اس لئے یہ حوالہ بڑا اہم ہے۔

قارئین کرام اس درج بالا حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اخبار الفقہاء والمحدثین محمد بن حارث الخشنی کتاب ہی ہے غیر مقلد زبیر علیزئی کے پیش کردہ دو (۲) حوالہ جات میں ابن ماکولا کا حوالہ اصل ہے اور محدث سمعانی اپنی کتاب الانساب میں ابن ماکولا سے ہی استفادہ کرتے ہیں۔ اب ابن ماکولا کے حوالہ پر غور کریں تو انہوں نے اخبار القضاۃ والمحدثین کا نام لکھا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ابن ماکولا کو اس نام میں اشتباہ ہوا ہے کیونکہ محدثین نے محمد بن حارث الخشنی کی کتابوں میں اخبار الفقہاء اور اخبار القضاۃ دونوں کے نام لکھے ہیں۔ لہذا ابن ماکولا کے نام کو لکھنے میں اشتباہ ہوا۔ لہذا ابن ماکولا کے قول سے اس کتاب سے انکار ثابت کرنا غلط ہے کیونکہ ایک طرف اامحدثین جن میں متقدم اور متاخر علماء کرام بھی شامل ہیں انہوں نے وضاحتاً اور صراحتاً اخبار الفقہاء

والمحدثین کا نام لکھا ہے۔

لہذا درج بالا تحقیق سے غیر مقلد زبیر علیزئی کا اعتراض باطل اور مردود ثابت ہوتا ہے

اعتراض: غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۲۰۸ پر لکھتا ہے۔

"مخالفین رفع یدین جس روایت سے دلیل پکڑ رہے ہیں اس کے شروع میں لکھا ہوا ہے۔ اور وہ رفع یدین کے بارے میں ایک حدیث سند سے بیان کرتا تھا۔ یہ غریب حدیثوں میں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ شاذ روایات میں سے ہے۔ (اخبار الفقہاء ص ۲۱۶)

جواب: قارئین کرام! آپ ذرا شاذ حدیث کی تعریف ملاحظہ کیجئے۔

حافظ ابن کثیر شاذ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"امام شافعی نے کہا: شاذ اسے کہتے ہیں جو ثقہ راوی ایسی حدیث بیان کرے، جس میں وہ لوگوں کی مخالفت کرے، ایسی وہ روایت جو ثقہ راوی بیان کرے اور دوسرے اسے بیان نہ کریں تو سے شاذ نہیں کہتے"۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۹۵ مترجم)

جناب زبیر علیزئی غیر مقلد بتائیں کہ اس حدیث میں کون سی بات شاذ کی تعریف پر پورا اُترتی ہے بلکہ امام شافعیؒ کے قول سے تو شاذ کی ۲ قسمیں معلوم ہوئیں۔ ایک شاذ مقبول اور دوسری شاذ مردود۔ لہذا اصول حدیث کے مطابق یہ حدیث شاذ مقبول ہے اور یہ صحیح حدیث ہوتی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ ترک رفع یدین والی حدیث صحیح اور ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ترک رفع یدین کی حدیث

ترک رفع یدین کے بارے دیگر صحابہ کرام کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین کی مرفوع حدیث بھی کتب احادیث میں موجود ہے۔ لہذا حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے مروی مرفوع حدیث کا تحقیقی جائزہ ملاحظہ کریں۔

" حدثنا احمد بن شعيب ابو عبدالرحمن النسائي انبا عمرو بن يزيد ابو بريد الجرمي ثنا سيف بن عبيد الله ثنا ورقاء عن عطاء بن سائب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس أن النبي ﷺ قال السجود على سبعة أعضاء اليدين والقدمين والركبتين والجبهة ورفع يدين اذا رأيت البيت وعلى الصفاء والمروة وبعرفة وبجمع وعند رمي الجماء واذا اقيمت الصلاة "۔ (المعجم الكبير للطبراني رقم:۱۲۲۸۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سجدہ سات اعضاء پر کیا کرو دونوں ہاتھوں، دونوں پاؤں، دونوں گھٹنوں اور پیشانی پر اور رفع یدین اس وقت کیا کرو کہ جب تو بیت اللہ کو دیکھے اور صفا و مروہ پر وقوف عرفہ کے وقت رمی جمار کے وقت اور جب نماز کے لئے اقامت کہہ دی جائے۔

تخریج:

1: المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر:۱۲۲۸۲

2: احادیث المختارہ للضیاء المقدسی حدیث نمبر:۳۱۰

3: التیسیر بشرح الجامع الصغیر:۲/۱۳۴

4: نصب الرایہ ۱/۳۹۰

5: اتحاف الخیرۃ حدیث نمبر:۲۰۱۳

6: جامع الاحادیث رقم نمبر:۱۰۷۰۲

7: البیہقی ۵/۷۲ رقم:۸۹۹۳

8: مسند شافعی ۱/۱۲۵

9: المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر:۱۶۸۸

10: مجمع الزوائد رقم:۵۳۶۱

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے راویوں کی توثیق ملاحظہ فرمائیں۔

1: احمد بن شعیب ابو عبدالرحمن نسائی

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: الحافظ حجۃ الکاشف رقم نمبر ۳۹

2: عمرو بن یزید الجرمی

i: امام ابو حاتم نے کہا: صدوق الجرح والتعدیل رقم نمبر:۱۳۹۲

ii: حافظ ابن حبان نے اسے کتاب ثقات میں لکھا ہے۔ الثقات رقم:۱۴۵۹۳

iii: حافظ ابن حجر نے کہا: صدوق تقریب التہذیب رقم:۵۱۴۱

vi: امام نسائی نے کہا: ثقہ تہذیب التہذیب رقم:۲۰۳

v: حافظ الخزرجی نے کہا: وثقہ خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ۱/۲۹۵

3: سیف بن عبیداللہ الجرمی

i: حافظ ذہبی نے کہا: ثقہ صالح الکاشف رقم:۲۲۲۳

ii: حافظ ابن حجر نے کہا: صدوق تقریب التہذیب رقم:۲۷۲۳

iii: حافظ ابن حبان نے اسے ثقہ میں شمار کیا ہے۔ الثقات لابن حبان رقم:۱۳۵۵۶

4: **ورقاء بن عمر**

i: حافظ ذہبی نے کہا: امام ثقۃ الحافظ سیر اعلام النبلاء رقم: ۱۵۷

ii: حافظ ابن رجب نے کہا: ثقۃ مشہور شرح علل ترمذی ۳۶۸/۱

iii: امام یحییٰ بن معین نے کہا: لیس بہ باس تاریخ یحییٰ بن معین ۱۳۱/۱

iv: حافظ ابن حبان نے اسے ثقات میں لکھا ہے۔ الثقات رقم: ۱۱۳۹۶

v: امام احمد بن حنبل نے کہا: ثقہ الجرح وتعدیل رقم: ۲۱۶، بحر الدم: ۱۱۲۳

vi: حافظ ابو حاتم نے کہا: صالح الحدیث الجرح والتعدیل رقم: ۲۱۶

vii: امام شعبہ نے اس روایت لی اور اس کی تعریف کی۔ الجرح والتعدیل رقم: ۲۱۶

viii: حافظ ابن حجر نے کہا: صدوق تقریب التھذیب رقم: ۷۴۰۳

ix: حافظ الکلاباذی نے اسے صحیح بخاری کا راوی لکھا ہے۔ رجال صحیح بخاری: ۱۲۸۵

x: حافظ ابن منجویہ نے اسے صحیح مسلم کا راوی لکھا ہے۔ رجال صحیح مسلم رقم: ۱۷۶۸

xi: حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اسے حفاظ میں شمار کیا ہے۔ طبقات الحفاظ ۱۸/۱

xii: امام وکیع نے کہا: ثقہ تھذیب التھذیب رقم: ۲۰۰

5: **عطاء بن السائب ۱۳۶ھ**

i: امام احمد بن حنبل نے کہا: رجل صالح ثقۃ العلل ومعرفۃ الرجال: ۵۳۷۴:۳

ii: امام عجلی نے کہا: جائز الحدیث ثقہ معرفۃ الثقات: ۱۲۳۷

iii: حافظ ذہبی نے کہا: ثقۃ ساء حفظہ بآخرہ الکاشف رقم ۳۷۹۸

iv: حافظ ابن حجر نے کہا: صدوق اختلط تقریب التھذیب: ۴۵۹۲

v: امام نسائی نے کہا: ثقہ تھذیب التھذیب رقم: ۳۸۶

vi: حافظ الکلاباذی نے انہیں صحیح بخاری کا رجال لکھا ہے۔ رجال صحیح بخاری ۱۳۶۰

6: **سعید بن جبیر اسدی ۹۵ھ**

i: حافظ عجلی نے کہا: تابعی ثقہ معرفۃ الثقات للعجلی رقم ۵۷۸

ii: یحییٰ بن معین نے کہا: ثقہ الجرح وتعدیل ۹/۴ رقم: ۲۹

iii: ابوزرعہ نے کہا: کوفی ثقہ الجرح وتعدیل ۹/۴

iv: ابن ابی خیثمہ نے کہا: جھبذ العلماء تاریخ اسماء الثقات رقم: ۴۴۱

v: حافظ ابن حجر نے کہا: ثقہ ثبت فقیہ تقریب التھذیب رقم: ۲۲۷۸

vi: حافظ الکلاباذی نے انہیں صحیح بخاری کے رجال میں لکھا ہے۔ رجال صحیح بخاری: ۳۸۶

vii: حافظ ابن منجویہ نے انہیں صحیح مسلم کے رجال میں لکھا ہے۔ رجال صحیح مسلم ۵۰۸

viii: حافظ ذہبی نے لکھا: امام الحافظ المفسر سیر اعلام النبلاء رقم: ۱۱۶

ix: حافظ ابن حبان نے انہیں کتاب ثقات میں لکھا ہے۔ تھذیب التھذیب ۱۱/۴

7: **حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ صحابی**

حافظ ابن حجرؒ نے کہا: من فقہاء الصحابۃ تقریب التھذیب رقم: ۳۴۰۹

اس درج بالا تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں البتہ اس روایت کو مشکوک ثابت کرنے کیلئے غیر مقلد زبیر علیزئی نے ایک اعتراض کیا ہے۔

اعتراض: غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب نور العینین ص ۲۸۷ پر لکھتے ہیں۔

عطاء بن السائب " آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ (الکواکب النیرات ص ۶۱)
میرے علم میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ ورقاء نے عطاء سے قبل از اختلاط سماع کیا تھا۔"

جواب: عرض یہ ہے کہ محدثین کرام نے یہ وضاحت کردی ہے کہ عطاء بن سائب سے اختلاط سے پہلے سننے والوں میں امام شعبہ بن الحجاج، سفیان ثوری اور حماد بن سلمہ وغیرہ شامل ہیں۔

1: امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے عطا بن سائب سے شعبہ ، سفیان اور حماد بن سلمۃ کی حدیث کو تسلیم کیا ہے۔ (شرح علل ترمذی ۲۸۲/۱)

2: حافظ ابن الکیال رحمہ اللہ نے بھی عطاء بن سائب سے شعبہ اور سفیان کی روایت کو محفوظ اور صحیح کہا ہے۔ (الکوکب النیرات رقم:۳۹)

3: یحییٰ بن سعید القطان نے بھی عطا بن سائب سے مروی شعبہ اور سفیان کی روایات کو صحیح کہا ہے۔ (التعدیل و التجریح رقم:۱۱۴۶)

4: امام احمد بن حنبل عطاء بن سائب سے شعبہ اور سفیان کی روایات کو صحیح کہا ہے۔ (الجرح و تعدیل رقم:۱۸۴۸)

5: امام نسائی نے عطا بن سائب نے شعبہ، سفیان اور حماد بن زید کی روایت کو صحیح کہا ہے۔
(الکواکب النیرات رقم:۳۹)

6: امام عقیلی نے عطا بن سائب سے شعبہ و سفیان: جرو خالد بن عبداللہ، ابن علیہ، علی بن عاصم اور حماد بن سلمہ کی روایت کو صحیح کہا ہے۔ (الکوکب النیرات رقم:۳۹)

محدثین کرام نے اپنی اپنی تحقیق کے مطابق عطاء بن سائب سے قدیم راویوں کا ذکر کیا، مگر اس کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہیں کہ ان راویوں کے علاوہ کسی اور نے اختلاط سے پہلے کی روایات نہیں لیں۔ کسی راوی کے تذکرہ نہ کرنے سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ اس راوی نے اختلاط سے پہلے نہیں سنا۔

قارئین کرام! عرض یہ ہے کہ محدثین کرام نے یہ اصول وضع کر دیا ہے کہ ایسا راوی جس کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو یا اختلاط کا شکار ہو جائے تو اختلاط سے پہلے کی روایات صحیح ہوتی ہیں اور جمہور محدثین کرام نے تو عطاء بن سائب کے بارے میں یہ تصریح کر دی ہے کہ ان کی اختلاط سے پہلے کی روایات صحیح ہیں۔

1: امام احمد بن حنبلؒ لکھتے ہیں۔

" سألت يحيىٰ عن عطاء بن السائب فقال كان اختلط فمن سمع منه قبل الاختلاط فجيد " (العلل ومعرفۃ الرجال رقم:۴۰۱۴)

ترجمہ: میں نے یحییٰ سے عطا بن سائب کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ وہ مختلط تھا اور جنھوں نے اختلاط سے پہلے سنا وہ جید (صحیح) ہے۔

2: امام بخاریؒ لکھتے ہیں۔" ما حدث سفيان و شعبه أصح " (تاریخ الاوسط ۴۳/۲)

ترجمہ: جو سفیان اور شعبہ نے روایت کیا، وہ صحیح ہے۔

3: امام عجلیؒ لکھتے ہیں۔

" ومن سمع من عطاء قديم فهو صحيح الحديث " (معرفۃ الثقات للعجلیؒ رقم:۱۲۳۷)

ترجمہ: جس نے عطاء سے قدیم زمانہ میں سنا وہ صحیح ہے۔

4: امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں۔

" عطاء بن سائب اختلط فمن سمع منه قديم فهو صحيح " (الجرح والتعدیل رقم:۱۸۴۸)

ترجمہ: عطا بن سائب مختلط تھا اور جس نے قدیم زمانے سنا وہ صحیح ہے۔

5: امام نسائیؒ لکھتے ہیں۔

" ثقه في حديث القديم " (تہذیب التہذیب رقم:۳۸۶)

ترجمہ: امام نسائیؒ نے کہا کہ عطاء بن سائب قدیم زمانے میں ثقہ ہے۔

اس درج بالا تصریحات سے واضح ہو گیا کہ عطاء بن سائب سے جنھوں نے قدیم روایت لی یا ان کے اختلاط سے پہلے کی روایت لی تو اس کی حدیث صحیح اور محفوظ ہو گی۔

محدثین کرام نے اپنی اپنی تحقیقات کے مطابق عطاء بن سائب سے قدیم الروایت شاگردوں کی تصریح کردی ہے۔ اگر کسی راوی کا تذکرہ کسی محدث نے نہ کیا ہو تو یہ اصول

نہیں کہ اس نے اختلاط سے قبل نہ سنا ہو۔ اگر شواھد اور قرائن سے یہ بات معلوم ہو کہ فلاں راوی قدیم السماع ہے تو اس کی روایت صحیح اور معتبر شمار ہوتی ہے کیونکہ ترجیح اصول اور ضابطہ کو ہوتی ہے۔ کچھ راویوں کے نام کی تصریحات کے علاوہ محدثین کرام نے یہ اصول بھی وضع کر دیا ہے کہ جو راوی قدیم السماع ہوگا یا اس نے اختلاط سے پہلے سنا ہوگا، اس کی روایت اصول کے مطابق صحیح ہوگی۔

نکتہ: قارئین کرام گذشتہ صفحات پر یہ واضح کر دیا گیا تھا کہ عطاء بن سائب سے اختلاط سے پہلے سننے والے راویوں میں امام شعبہ بن حجاج بھی ہیں۔ مطلب یہ کہ امام شعبہ نے جس زمانے میں عطاء بن سائب سے حدیث سنی یا روایت لی، اس وقت عطاء بن سائب کا حافظہ بالکل صحیح تھا اور اس زمانہ کی تمام روایات صحیح اور محفوظ ہیں۔

اب ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ اس روایت میں عطاء بن سائب سے روایت لینے والے راوی ورقاء بن عمر ہیں، اس راوی سے حدیث لینے والوں میں عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن نمیر، عبداللہ بن یزید المقری، علی بن جعد، ابونعیم، وکیع بن الجراح، یحیٰی بن آدم، یزید بن ھارون اور ابوداود الطیالسی، جیسے جلیل القدر محدثین کرام ہیں۔

مزید یہ کہ ورقاء بن عمر نے خود امام شعبہ سے روایات لی بھی ہیں اور خود امام شعبہ نے ورقاء بن عمر سے بھی روایات لیں بھی ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ورقاء بن عمر اور امام شعبہ ہمعصر ہیں یعنی ایک ہی زمانہ کے ہیں۔ ہمعصر ہونے پر دلائل بھی ملاحظہ کیجئے۔

1: حافظ جمال الدین مزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"شعبہ بن الحجاج وھو من اقرانہ"۔ (تہذیب الکمال رقم:۶۶۸۳)

2: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"روی عنہ شعبہ وھو من أقرانہ"۔ (تہذیب التہذیب ۱۱/۱۰۰)

لہٰذا یہ بات تو واضح ہوگئی کہ ورقاء بن عمر اور امام شعبہ ایک ہی زمانہ کے تھے اور یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ امام شعبہ نے اس زمانہ میں عطاء بن سائب سے روایت لی کہ جس زمانہ میں عطاء بن سائب کا حافظہ درست اور صحیح تھا۔ جب شعبہ کی حدیث عطاء بن سائب سے صحیح ہے تو ورقاء بن عمر کی روایت تو بدرجہ اتم صحیح ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ امام شعبہ اور ورقاء بن عمر ہمعصر ہیں۔ لہٰذا اپنی کم علمی کے ذریعہ اس روایت پر اعتراض کرنا باطل اور مردود ہے۔

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ یہ حدیث اصول علم حدیث و رجال کی روشنی میں بالکل صحیح اور ثابت ہے۔ مزید یہ کہ اس حدیث پر مناظرانہ اعتراضات کرنا ایک مردود فعل ہے۔
یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اس حدیث میں قصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے اس لئے وتر عیدین اور دعا وغیرہ کے موقع پر رفع یدین کے یہ حدیث مخالف نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ترفع الایدی والی روایت کا تحقیقی جائزہ

" حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء ثنا عبدالرحمن بن محمد المحاربی ثنا ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس و عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال ترفع الایدی فی سبعة مواطن : افتتاح الصلاة . واستقبال البیت والصفا والمروة والموقفین وعند الحجر " (مسند بزار بحوالہ نصب الرایہ ۱/۳۹۰)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے نماز کے شروع میں بیت اللہ کی زیارت کے وقت صفاء ومروہ پر، عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور رمی جمار کے وقت

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے راویوں کی توثیق وتعریف ملاحظہ فرمائیں۔

1: ابوکریب محمد بن العلاء

ابوحاتم نے کہا:	صدوق	الجرح والتعدیل رقم:۲۳۹
علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا:	الحافظ ثقہ	تذکرۃ الحفاظ ۲/۶۲
امام نسائی نے کہا:	ثقہ	تسمیۃ الشیوخ رقم:۲۸
حافظ ابن حجرؒ نے کہا:	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم:۶۲۰۴
حافظ الخزرجیؒ نے کہا:	أحد الأثبات	خلاصۃ تذھیب ۱/۳۵۵
حافظ کلاباذیؒ نے انہیں بخاری کا راوی لکھا ہے۔		رجال صحیح بخاری رقم:۱۰۸۶
حافظ ابن العمادؒ نے کہا:	ثقہ	شذرات الذھب ۲/۱۱۸

حافظ ابن حبان نے انہیں کتاب ثقات میں لکھا ہے۔ الثقات رقم:۱۵۴۳۵

2: عبدالرحمن بن محمد المحاربی

حافظ عجلی رحمہ اللہ نے کہا:	لا باس بہ	معرفۃ الثقات رقم: ۱۰۷۵
امام یحیی بن معین نے کہا:	ثقہ	الجرح والتعدیل رقم:۱۳۴۲
حافظ ابوحاتم نے کہا:	صدوق	الجرح والتعدیل رقم:۱۳۴۲
حافظ ابن حجر نے کہا:	لا باس بہ	تقریب التہذیب رقم:۳۹۹۹
امام نسائی نے کہا:	ثقہ	خلاصہ تذھیب ۱/۲۳۴
امام ابوزرعہ نے کہا:	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم:۵۸۵۶
حافظ ذہبی نے کہا:	ثقہ	الرواۃ الثقات رقم:۵۱
حافظ ابن حبان نے انہیں ثقات میں لکھا ہے۔		الثقات:۹۱۵۲

3: محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی

قارئین کرام ابن ابی لیلی مختلف فیہ مگر حسن الحدیث راوی ہے۔ مگر غیر مقلد زبیر علیزئی نے مسلکی تفاوت میں ابن ابی لیلی کو ضعیف بنانے کی ایک سعی لاحاصل کی ہے۔ اور ابن ابی لیلی کو یکطرفہ ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ غیر مقلد زبیر علیزئی نے نور العینین ص ۸۹ پر تقریباً ۳۲ محدثین کرام کے حوالے پیش کرنے کی کوشش کی۔

قارئین کرام ان حوالہ جات کا مختصراً جائزہ ملاحظہ کیجئے۔

غیر مقلد زبیر علیزئی کے پیش کردہ ۳۲ حوالہ جات میں ۶ حوالے (۱) امام ساجی (۲) ابن جریر طبری (۳) ابن خزیمہ (۴) ابو احمد الحاکم (۵) ابن المدینی (۶) ابن قطان کے حوالہ جات کی سند ہی نہیں ہے جس کا اقرار خود زبیر علیزئی نے کیا ہے۔

باقی رہ گئے ۲۶ حوالے۔ ان ۲۶ حوالہ جات میں ۶ حوالے (۱) ابوحاتم (۲) ابوزرعہ (۳)

الدار قطنی (۴) الذھبی (۵) ابن حجر (۶) ہیثمی (۷) المنذری کے حوالہ جات میں جرح کے ساتھ توثیق اور تعدیل بھی ہے۔ لہٰذا یہ حوالے زبردستی بھرتی کئے گئے ہیں۔

لہٰذا باقی رہ گئے ۱۹ حوالے۔ اور ان حوالہ جات میں (۱) زائدہ اور (۲) یحییٰ بن سعید کی جرح ہی نہیں بنتی کیونکہ کسی سے روایت نہ کرنا اس کی تضعیف نہیں ہوتی جو کہ علماء غیر مقلدین کو بھی منظور ہے۔ لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کے باقی رہ گئے ۱۷ حوالہ جات۔

ابن ابی لیلیٰؒ پر جرح کی اصلیت:

غیر مقلد زبیر علیزئی کے باقی رہنے والے ۱۷ حوالہ جات میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مطلقاً ضعف ثابت نہیں ہوتا اور اس کا اصل مقام ڈاکٹر نور الدین عتر کچھ یوں بتاتے ہیں۔ ''فاذا انفرد واحد من ھؤلاء بحدیث ولم یتابع علیہ لم یحتج بہ'' (شرح علل ترمذی ۱۴۳/۱) یعنی جب یہ روایت کرنے میں اکیلا ہو اور اسکا کوئی متابع بھی نہ ہو تو پھر قابل حجت نہیں ہے (یعنی جب ابن ابی لیلیٰ کا کوئی متابع مل جائے تو روایت صحیح ہوگی)۔

محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی توثیق

قارئین کرام ابن ابی لیلیٰ کی درج ذیل محدثین کرام نے توثیق وتقویت فرمائی ہے۔

1: امام ترمذیؒ نے اس کی ایک حدیث کو صحیح کہا ہے۔ سنن ترمذی ۱۷/۱

2: امام ترمذیؒ نے اس کی متعدد احادیث کو حسن کہا ہے۔ سنن ترمذی ۱۱۱/۱، ۱۲۰/۱_۱۶۹/۱_۴۲/۱

3: حافظ ابن قیم نے اس کی ایک حدیث کو ھذا اسنادہ صحیح کہا ہے۔ بدائع الفوائد ۱۴۳/۳

4: حافظ ابن کثیرؒ نے اس کی ایک حدیث کو اسناد حسن کہا ہے۔ البدایہ والنھایہ ۲۳۳/۳

5: علامہ ذھبیؒ نے اس صدوق جائز الحدیث کہا ہے۔ العبر فی خبر ۱۶۲/۱

6: احمد بن یونسؒ نے کہا ہے کہ کان افقہ اھل الدنیا الجرح وتعدیل ۳۲۲/۷

7: امام عطاء نے کہا کہ ھو اعلم منی مرآۃ الجنان ۳۰۶/۱

8: حافظ ابوزرعہ الرازیؒ نے کہا: رجل شریف اجوبۃ ابی زرعۃ الرازی ۴۲۷/۱

9: حافظ ابن رجب نے کہا: ھو صدوق لایتھم بتعمد الکذب. شرح علل ترمذی ۱۳۵/۱

10: حافظ ابن ملقنؒ نے کہا: صدوق سیئی الحفظ البدر المنیر ۳۲۳/۱۶

11: امام عجلیؒ نے کہا: صدوق ثقہ معرفۃ الثقات عجلی رقم: ۱۶۱۸

12: ابو حاتمؒ نے اس کی توثیق کی ہے۔ البدر المنیر ۲۵۸/۱، مجمع الزوائد رقم: ۱۰۹۳

13: ابن الغزیؒ نے کہا: امام المجتھد القاضی دیوان الاسلام ۷۷/۱

14: حافظ بیہقیؒ نے اس کی ایک حدیث کو صحیح کہا ہے۔ السنن الکبریٰ رقم: ۴۳۰۶۶

15: امام حاکمؒ نے کہا: ینسب الی سوء الحفظ فانہ أحد فقھاء الاسلام و فضلتھم ومن اکابر (مستدرک حاکم رقم: ۳۱) امام حاکمؒ نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔ (مستدرک حاکم ۱۱۴/۴)

16: حافظ ابن حجرؒ نے کہا: صدوق سیئی الحفظ تقریب التھذیب رقم: ۶۰۸۱

17: علامہ سیوطیؒ نے نقل کیا: صدوق جائز الحدیث طبقات الحفاظ ۱۳/۱

18: امام ساعاتی نے اس کی ایک حدیث کے بارے میں سندہ جید لکھا ہے۔ الفتح الربانی ۸۷/۱

19: علامہ ذہبیؒ نے کہا: محلہ الصدق الکاشف رقم: ۵۰۰۰

20: حافظ ابن قیم نے کہا: ثقہ حافظ جلیل زاد المعاد ۱۵۰/۵

21: امام ضیاء المقدسیؒ نے اس سے اپنی کتاب میں متعدد روایات لیں ہیں۔ (ضیاء المختارہ رقم: ۶۶۱ و ۶۵۶)

غیر مقلد زبیر علیزئی کے نزدیک امام ضیاء المقدسیؒ جس راوی سے روایت لیں وہ ثقہ ہوتا ہے۔

22: حافظ ابوعوانہؒ نے ابن ابی لیلیٰ سے اپنی کتاب میں روایت لیں ہیں۔ (مستخرج ابی عوانہ رقم: ۵۰۴۳)

23: امام ابو حاتم الرازیؒ نے اس سے اپنی کتاب میں روایت لی ہے۔ (فوائد تمام رقم: ۱۲۳۴)

24: ابن خزیمہؒ نے اس سے اپنی کتاب صحیح میں روایت لی ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ ۲۰۶۳)

25: امام نسائی نے اس سے اپنی سنن میں روایت لی ہے۔ (سنن نسائی رقم: ۲۰۷۷)

26: حافظ منذریؒ نے کہا: صدوق امام ثقة ردی الحفظ (ترغیب والترھیب ۵/۵۳۵)

27: عرب محقق بہلاشی نے اس کی ایک روایت کو اسنادہ حسن کہا ہے۔ (ضیاء المختارہ رقم: ۲۴۱)

28: قاضی شوکانی نے اس کی حدیث کو حسن الحدیث کہا ہے۔ (تحفۃ الذاکرین ص ۱۹)

29: عرب محقق ڈاکٹر طاہر محمد دردیری نے اس کو صدوق سیئ الحفظ لکھا ہے۔ (تخریج احادیث الوردہ ۱/۳۰۳)

30: سلفی عالم ناصر الدین البانی نے اس کی متعدد احادیث کی تحسین اور تصحیح کی ہے۔ سنن ابن ماجہ رقم: ۲۲۴۸-۲۷۳۲-۲۹۹۶۔ سنن نسائی رقم: ۲۰۷۷۔ ۴۹۰۰ ، سنن ترمذی رقم: ۲۰۷۲، ۳۵۵۳

31: علامہ ہیثمیؒ نے کہا: حدیث حسن انشاء اللہ مجمع الزوائد رقم: ۵۴۶۱

32: سلفی محقق احمد شاکر لکھتا ہے، محمد بن ابی لیلی جیسے شخص کی حدیث حسن درجہ سے جو قابل حجت ہے کم نہیں ہے اور جب کوئی حدیث اس کی روایت کی مؤید مل جائے تو پھر اس کی حدیث صحیح ہو جائے گی۔ (شرح ترمذی، احمد شاکر)

عرب محقق احمد شاکرؒ کی تحقیق سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ابن ابی لیلی کی حدیث حسن سے کم نہیں اور اگر کوئی دوسری روایت متابع اور مؤید مل جائے تو اس کی حدیث صحیح ہو جائے گی۔

لہٰذا ابن ابی لیلی پر صرف جرح نقل کر کے غیر مقلد زبیر علیزئی راہ فرار اختیار کرنا چاہتا ہے۔

محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی کے بارے میں معتدل رائے یہ ہی ہے کہ ابن ابی لیلی حسن

الحدیث ہے۔ کیونکہ علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد: ۵۴۶۱ میں کہا کہ حدیث حسن ان شاء اللہ اور علامہ ذہبیؒ نے حدیث فی وزن الحسن (طبقات الحفاظ ۱/۱۲۹) یعنی محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی کی حدیث وزن اور درجہ میں حسن ہے۔ اگر غیر مقلد زبیر علیزئی نے کوئی شاطرانہ انداز اپناتے ہوئے عام لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی تو ہم ان شاء اللہ اس کی نقاب کشائی ضرور کریں گے اور ایسے مقامات کی نشاندہی غیر مقلد زبیر علیزئی کے ہی کتابوں سے کریں گے کہ انہوں نے کس کس مقام پر صرف اور صرف علامہ ذہبیؒ کے قول سے تنہا استدلال کیا ہے۔

قارئین کرام! اس درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ ابن ابی لیلی پر اگر محدثین نے جرح کی ہے تو دوسری طرف جم غفیر علماء کرام نے اس کی توثیق بھی کی ہے۔ لہٰذا محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی کی حدیث خصوصاً علامہ ہیثمی، علامہ ذہبی اور احمد شاکر کے حوالہ جات کی روشنی میں حسن درجہ سے کم نہیں ہے اور اگر اس کے ساتھ دوسری روایت مؤید مل جائے تو اس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور ابن ابی لیلی کی مؤید حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت معجم الکبیر رقم: ۱۲۲۸۲ کی ہے اور معجم الکبیر رقم: ۱۲۲۸۲ کی حدیث کی تصحیح پیش کی جا چکی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی مؤید ہو کر ابن ابی لیلی کی حدیث حسن درجہ سے بلند ہو کر صحیح حدیث بن گئی ہے۔ لہٰذا عام لوگوں کو اصول اور علم الحدیث میں گمراہ کر کے اپنا مقصد حاصل کرنا مردود اور باطل ہے۔

6: الحکم بن عتبةؒ

امام عجلیؒ نے کہا:	ثقۃ ثبت	معرفۃ الثقات رقم: ۳۳۷
علامہ ذہبیؒ نے کہا:	ثقۃ	الکاشف رقم: ۱۱۸۵
امام ابن مہدیؒ نے کہا:	ثقۃ ثبت	تہذیب التہذیب رقم: ۷۵۶

امام ابن معینؒ نے کہا:	ثقہ	تہذیب	التہذیب رقم:۷۵۶
امام ابوحاتم نے کہا:	ثقہ	تہذیب	التہذیب رقم:۷۵۶
امام نسائی نے کہا:	ثقہ	تہذیب	التہذیب رقم:۷۵۶

حافظ کلاباذیؒ نے اسے بخاری کے راویوں میں لکھا ہے۔ رجال صحیح بخاری رقم:۲۵۵

حافظ ابن منجویہؒ نے اسے صحیح مسلم کے راویوں میں لکھا ہے۔ رجال مسلم رقم:۲۷۱

5: مقسم بن بجرۃ

ابوحاتم نے کہا:	صالح الحدیث لاباس بہ	الجرح والتعدیل رقم:۱۸۸۹
احمد بن صالح المصریؒ نے کہا:	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم:۵۰۹
امام عجلیؒ نے کہا:	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم:۵۰۹
امام یعقوب بن سفیانؒ نے کہا:	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم:۵۰۹
امام دارقطنیؒ نے کہا:	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم:۵۰۹

6: حضرت عبداللہ بن عباسؓ

حافظ ذہبیؒ نے کہا:	ترجمان القرآن	الکاشف رقم:۲۸۰۰

7: نافع ابوعبداللہؒ

حافظ ابن حجرؒ نے کہا:	ثقہ ثبت فقیہ مشہور	تقریب التہذیب رقم:۷۰۸۶

8: حضرت عبداللہ بن عمرؓ

حافظ ابن حجرؒ نے کہا:	صحابی رسول ﷺ	تہذیب التہذیب رقم:۵۶۵

اعتراض: غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۲۸۶ پر لکھتے ہیں کہ "اس کا ایک راوی الحکم بن عتیبہ مدلس ہے۔" ...... مدلس راوی عن سے روایت کرے تو حجت نہیں۔"

جواب: عرض یہ ہے کہ اس حدیث میں الحکم بن عتیبۃ پر تدلیس کا اعتراض مردود ہے کیونکہ گزشتہ صفحات میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ کی صحیح حدیث اس کی متابعت قاصرہ کر رہی ہے۔ اور خود غیر مقلد زبیر علیزئی اس صفحہ ۲۸۷ پر اس بات کی تصریح کر کے مان رہے ہیں کہ متابعت مل جانے سے تدلیس کا اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جناب آپ کے مسلمہ اصولوں کے مطابق بھی یہ حدیث صحیح اور ثابت ہے۔ مزید عام لوگوں کے لئے یہ بھی عرض کردوں کہ الحکم بن عتیبۃ کو حافظ العلائی نے جامع تحصیل ص ۱۱۳ اور حافظ ابن حجر نے النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر اس راوی الحکم بن عتیبۃ کو طبقہ ثانیہ یعنی اس کی عن والی روایت کو صحیح اور معتبر ہونے کی تصریح کی ہے۔ جبکہ اسی حدیث میں ابن ابی لیلیٰ نے متابعت بھی کی ہوئی ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر ایسے اعتراض باطل اور مردود ہیں۔

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ یہ حدیث سنداً اور متناً صحیح اور ثابت ہے۔ اس حدیث میں قصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے اس لئے وتر عیدین اور دعا وغیرہ کے موقع پر رفع یدین کا عمل اس حدیث حدیث کے مخالف نہیں ہے۔

﴿دوسری سند﴾

"حدثنا عبداللہ بن سعید الأشج حدثنا المحاربی عن ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس و عن نافع عن ابن عمر قال: قال النبی ﷺ: ترفع الأیدی فی سبعة مواطن وفی الخبر : وعند استقبال البیت (صحیح ابن خزیمہ رقم:۲۷۰۳، شرح معانی الآثار حدیث نمبر:۳۵۳۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے اور ایک روایت میں بیت اللہ کی زیارت کے وقت بھی ہے۔

«سند کی تحقیق»

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ فرمایئے۔

#	راوی	حکم	حوالہ
1:	عبداللہ بن سعید الاشج	ثقہ	تقریب التہذیب رقم: ۳۳۵۴
2:	عبدالرحمن بن محمد المحاربی	ثقہ	الجرح والتعدیل رقم: ۱۳۲۴
3:	ابن ابی لیلیٰ	صدوق ثقہ	معرفۃ الثقات عجلی رقم: ۱۶۱۸
4:	الحکم بن عتیبۃ	ثقہ	الکاشف رقم: ۱۱۸۵
5:	مقسم بن بجرۃ	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم: ۵۰۹
6:	حضرت عبداللہ بن عباس	ترجمان القرآن	الکاشف رقم: ۲۸۰۰
7:	نافع ابوعبداللہ	ثقہ ثبت	تقریب التہذیب رقم: ۷۰۸۶
8:	حضرت عبداللہ بن عمر	صحابی	تہذیب التہذیب رقم: ۵۶۵

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں جبکہ غیر مقلد زبیر علیزئی نے نور العینین ص ۲۸۶ پر الحکم بن عتیبۃ پر جو مدلس ہونے کا اعتراض نقل کیا ہے وہ اس لئے غلط ہے کہ اس حدیث میں ابن ابی لیلیٰ نے الحکم بن عتیبۃ کی متابعت قاصرہ بھی کر رکھی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس سے ترک رفع یدین والی المعجم الکبیر حدیث نمبر: ۱۲۲۸۲ (جس کی تحقیق گذشتہ صفحات پر پیش کی جاچکی ہے) میں عطا بن سائب نے بھی متابعت کر رکھی ہے۔ لہذا ایسے فضول اور مردود اعتراض پیش کر کے راہ فرار اختیار نہیں کی جاسکتی ہے۔ جناب اپنی مرضی کی احادیث میں متابعت اور شواھد پیش کر کے استدلال کرتے ہیں مگر اپنی مرضی کیخلاف احادیث میں متابعت اور شواھد کا اصول کیا آپ کو بھول جاتا ہے؟

قارئین کرام اس حدیث کی سند پر اعتراضات بالکل فضول اور مردود ہیں اور جمہور محدثین کرام سے اس حدیث کے راویوں کی توثیق کردی گئی ہے کہ حدیث صحیح ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے لاترفع الایدی والی مرفوع روایت کا تحقیقی جائزہ

حدثنا محمد بن عثمان بن ابی شیبة ثنا محمد بن عمران بن ابی لیلی حدثنی ابی عن ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال: " لا ترفع الأیدی الا فی سبعة مواطن: حین یفتح الصلاة ، وحین یدخل المسجد الحرام ، فینظر الی بیت ، وحین یقوم علی الصفاء وحین یقوم ، علی المروة وحین یقف مع الناس عشیة العرفة ، والقامین حین یرمی الجمرة (مجمع الزوائد للهیثمی حدیث رقم: ۱۱/۳۸۵، حدیث رقم: ۱۲۰۷۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا رفع یدین نہ کیا جائے مگر سات مقامات میں جب نماز شروع کی جائے اور جب مسجد الحرام میں داخل ہوتے ہوئے بیت اللہ پر نظر پڑے اور جب صفا و مروہ پر کھڑا ہو اور عرفات میں بعد از زوال جب لوگوں کے ساتھ وقوف کرے اور مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور جمرتین کی رمی کرتے وقت۔

«سند کی تحقیق»

اس سند کے راویوں کا مختصراً تذکرہ ملاحظہ کیجئے۔

1: **محمد بن عثمان بن ابی شیبة:**

اس راوی پر میرے اعتراضات اپنی جگہ پر قائم ہیں مگر غیر مقلد زبیر علیزئی نے اس راوی کی توثیق پر پورا مضمون لکھا ہے لہذا یہ راوی غیر مقلد زبیر علیزئی کے نزدیک ثقہ ہے۔

2: محمد بن عمران بن محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی۔ صدوق۔ تقریب التہذیب رقم: ۶۱۹۷

3: عمران بن محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی۔ وثق الکاشف رقم: ۴۲۷۳

4:	محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی	صدوق ثقہ	معرفۃ الثقات رقم:۱۶۱۸

ابن ابی لیلی کی توثیق وتحسین ۳۲ محدثین کرام سے پیش کی جا چکی ہے۔

5:	الحکم بن عتیبۃ	ثقہ	الکاشف رقم:۱۱۸۵
6:	مقسم بن بجرۃ	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم:۵۰۹
7:	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	ترجمان القرآن صحابی	الکاشف رقم:۲۸۰۰

لہٰذا اس تحقیق سے واضح ہوا کہ یہ روایت متابعت اور شواھد کے روشنی میں صحیح اور معتبر ہے۔ غیر مقلد زبیر علیزئی کا نور العینین ص ۹۱ پر ابن ابی لیلی پر اعتراض مردود ہے کیونکہ ابن ابی لیلی کی توثیق ۳۲ محدثین کرام سے پیش کی جا چکی ہے۔

﴿دوسری سند﴾

"حدثنا ابن فضیل عن ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس، قال لا ترفع الایدی الا فی سبعة مواطن اذا قمت الی الصلوٰة، واذا جئت من بلد واذا رأیت البیت واذا قمت علی الصفاء والمروة وبعرفات، بجمع و عندالجمار۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ حدیث نمبر:۱۵۹۹۶)

ترجمہ: مقسم سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا: رفع یدین نہ کیا جائے مگر سات مقامات میں، جب نماز شروع کی جائے اور جب اس مقام اور علاقہ میں داخل ہو اور جب بیت اللہ پر نظر پڑے اور جب صفا اور مروہ پر اور عرفات میں اور جب جمار کے پاس ہو۔

﴿سند کی تحقیق﴾

1	محمد بن فضیل بن غزوان	ثقہ	الکاشف رقم:۵۱۱۵
2:	ابن ابی لیلی	صدوق ثقہ	معرفۃ الثقات رقم:۱۶۱۸

3:	الحکم بن عتیبۃ	ثقہ	الکاشف رقم:۱۱۸۵
4:	مقسم بن بجرۃ	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم:۵۰۹
5:	حضرت عبداللہ بن عباس	ترجمان القرآن (صحابی)	الکاشف رقم:۲۸۰۰

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ /صدوق ہیں۔ غیر مقلد زبیر علیزئی کا نور العینین ص ۹۰ اور ص ۹۱ پر ابن ابی لیلی پر اعتراض کرنا باطل اور مردود ہے اور گذشتہ صفحات میں ابن ابی لیلی کی توثیق اور تحسین ۳۲ محدثین کرام سے ثابت کی جا چکی ہیں۔ مزید یہ کہ الحکم بن عتیبۃ پر تدلیس کا اعتراض بھی مردود ہے کیونکہ حافظ العلائی نے جامع تحصیل ۱۱۳ اور حافظ ابن حجر نے النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر الحکم بن عتیبۃ کو طبقہ ثانیہ میں رکھ کر اس کی عن والی روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا تدلیس کی رَٹ لگانا فضول ہے کیونکہ اس حدیث کے متعدد شواھد اور متابعات گذشتہ صفحات میں پیش کے جا چکے ہیں جس سے تدلیس کا الزام بھی ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اصول کی روشنی میں غیر مقلد زبیر علیزئی کے اعتراضات مردود ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے۔ یہاں یہ بھی ذہن نشین کر لیں کہ قنوت، وتر اور نماز عیدین میں رفع یدین اپنی مستقل احادیث کے بنا پر اس ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی
نبی کریم ﷺ کا ترک رفع یدین

قارئین کرام حضرت ابراہیم نخعیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نبی کریم ﷺ کو نماز میں رفع یدین نہیں کرتے سنا۔ لہٰذا اس روایت کی تحقیق ملاحظہ کیجئے۔

﴿پہلی سند﴾

1: حدثنا معاذ بن المثنی مسدد ثنا خالد ثنا حصین عن عمرو بن مرة قال دخلت مسجد حضر موت فاذا علقمة بن وائل يحدث عن ابيه: أن رسول الله ﷺ كان يرفع يديه قبل الركوع وبعد فذكرت ذلك لابراهيم فغضب وقال: راه ولم يراه ابن مسعود واصحابه؟ (معجم الکبیر رقم:۹)

ترجمہ: عمرو بن مرة فرماتے ہیں کہ میں مسجد حضر موت میں داخل ہوا تو علقمہ بن وائل اپنے والد سے بیان فرمارہے تھے کہ نبی کریم ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے تو عمرو بن مرة نے اس کا ذکر ابراہیم نخعیؒ سے کیا تو وہ غضب میں آگئے اور کہا کہ انہوں نے دیکھا اور کیا حضرت ابن مسعودؓ اور ان کے صحابہ نے نہیں دیکھا؟ (یعنی ترک رفع یدین)

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے تمام راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کیجئے۔

#	راوی	درجہ	حوالہ
1	معاذ بن المثنی	ثقہ متقن	سیر اعلام النبلاء ۵۲۷/۱
2	مسدد بن مسرھد	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم:۶۵۹۸
3	خالد بن عبداللہ الواسطی	ثقہ عابد	الکاشف رقم:۱۳۳۳
4	حصین بن عبدالرحمٰن	ثقہ	تقریب التہذیب رقم:۸۳۷
5	عمرو بن مرة	ثقہ عابد	تقریب التہذیب رقم:۵۱۱۲

#	راوی	درجہ	حوالہ
6	ابراہیم نخعیؒ	ثقہ	تقریب التہذیب رقم:۲۷۰

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

﴿دوسری سند﴾

حدثنا محمد بن النضر الازدي ثنا معاوية بن عمرو ثنا زائدة عن حصين قال: ذكر عمرو بن مرة عن علقمة بن وائل عن ابيه عن النبي ﷺ في رفع يديه للصلاة قال حصين فقال ابراهيم: ما أدري لعل وائلا لم ير النبي ﷺ غير ذلك اليوم فكيف حفظه ولم يحفظه عبدالله و اصحابه؟ هو أعلم رسول الله ﷺ ام عبدالله؟ فانما كان يرفع يديه افتتاح (المعجم الکبیر طبرانی رقم:۸)

ترجمہ: ثقہ راوی حصین نے فرمایا کہ عمرو بن مرة نے علقمہ بن وائل عن ابیہ عن النبی ﷺ کی سند سے نماز میں رفع یدین کرنا بیان فرمایا۔ حصین نے کہا کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت وائل بن حجر نے اس دن کے علاوہ نبی کریم ﷺ سے نہیں بیان کیا اور انہوں نے اس کو محفوظ کرلیا اور کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے محفوظ نہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں زیادہ علم رکھتے ہیں اور یہ کہ رفع یدین صرف نماز کی شروع میں ہے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے تمام راویوں کی مختصر تحقیق ملاحظہ کیجئے۔

#	راوی	درجہ	حوالہ
1	محمد بن احمد بن النضر	ثقہ لا باس بہ	تاریخ بغداد ۳۶۴/۱
2	معاویہ بن عمرو	ثقہ	تقریب التہذیب رقم:۶۷۶۸
3	زائدہ بن قدامہ الثقفی	ثقہ ثبت	تقریب التہذیب رقم:۱۹۸۲
4	حصین بن عبدالرحمٰن السلمی	ثقہ	تقریب التہذیب رقم:۸۳۷

5	عمرو بن مرة	ثقة عابد	تقریب التہذیب رقم: ۲۷۰
6	ابراہیم نخعی	ثقة (تابعی)	تقریب التہذیب رقم: ۲۷۰

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

﴿تیسری سند﴾

حدثنا احمد بن عبدالله الوكيل ثنا الحسن بن عرفة ثنا هشيم عن حصين وحدثنا بن اسماعيل و عثمان بن محمد بن جعفر قالانا يوسف بن موسى جرير عن حصين بن عبدالرحمن قال: دخلنا على ابراهيم فحدثه عمرو بن مرة قال صلينا في مسجد الحضرمين فحدثني علقمة بن وائل أبيه انه راى رسول الله ﷺ يرفع يديه حين يفتتح الصلاة واذا ركع واذا سجد فقال ابراهيم ما ارى اباك راى رسول ﷺ الا ذلك اليوم الواحد فحفظ ذلك وعبدالله لم يحفظ ذلك منه ثم قال ابراهيم انما رفع يدين عند افتتاح الصلاة لفظ جرير. (سنن الدار قطنی ۲۹۱/۱ رقم: ۱۳)

ترجمہ : عمرو بن مرہ نے فرمایا ہم مسجد حضرمین میں نماز پڑھ رہے تھے کہ علقمہ بن وائل نے اپنے والد سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا رفع یدین کرتے دیکھا جب نماز شروع کرتے جب رکوع کرتے اور جب سجدہ کرتے تو ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ آپ کے والد نے کیا رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اس ایک دن کے علاوہ اور انہوں نے اس کو یاد کر لیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے یاد نہ کیا اور پھر ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ رفع یدین صرف نماز کے شروع میں ہے اور یہ لفظ محدث جریرؒ کے ہیں۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے تمام راویوں کی توثیق ملاحظہ کیجئے۔

احمد بن عبداللہ الوکیل	المحدث صدوق	سیر اعلام النبلاء ۱۵۰/۱۵، رقم: ۳۷
الحسن بن عرفة	ثقة	تہذیب التہذیب رقم: ۵۲۳
ھیثم بن بشیر	ثقة	الکاشف رقم: ۵۹۷۹
حصین بن عبدالرحمن	ثقة	تقریب التہذیب رقم: ۸۳۷
احیس بن اسماعیل الحاملی	المحدث ثقة	سیر اعلام النبلاء ۲۵۹/۱۵، رقم: ۱۱۰
عثمان بن محمد بن (جعفر) بشر	ثقة	سیر اعلام النبلاء ۸۱/۱۶، رقم: ۶۳

سنن دار قطنی میں غلطی سے جعفر لکھا گیا ہے میرے علم کے مطابق صحیح لفظ بشر ہے۔ اگر جعفر بھی ہو تو اس کی متابعت اسی سند میں احمد بن عبداللہ الوکیل اور الحسین بن اسماعیل نے کی ہے۔ لہٰذا اصول حدیث سے ہٹ کر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ہے۔

7	یوسف بن موسیٰ	ثقة	تہذیب التہذیب رقم: ۷۳۱
8	جریر بن عبدالحمید	ثقة	الجرح والتعدیل رقم: ۲۰۸۰
9	حصین بن عبدالرحمن	ثقة	تقریب التہذیب رقم: ۸۳۷
10	ابراہیم نخعیؒ	ثقة	تقریب التہذیب رقم: ۲۷۰

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

﴿چوتھی سند﴾

حدثنا احمد بن داؤد قال ثنا مسدد قال ثنا خالد بن عبدالله قال ثنا حصين عن عمرو بن مرة قال دخلت مسجد حضرت موت فاذا علقمة بن وائل يحدث عن ابيه: ان رسول الله ﷺ كان يرفع قبل الركوع وبعده فذكرت

ذلک لابراھیم فغضب وقال راہ ھو لم یرہ ابن مسعود رضی اللہ عنه ولا اصحابه . (شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۱۳۵۱، دوسرا نسخہ ۱۲۶۱)

ترجمہ: حضرت عمرو بن مرۃ فرماتے ہیں کہ میں حضرت موت کی کی مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرت علقمہ بن وائل اپنے والد کی روایت بیان کر رہے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ رکوع سے پہلے اور بعد ہاتھ اٹھاتے تھے میں نے یہ بات حضرت ابراہیم نخعیؒ سے ذکر کی تو وہ غضب ناک ہوگئے اور فرمایا کہ انہوں نے دیکھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے اصحاب نے نہیں دیکھا۔

«سند کی تحقیق»

اس سند کے تمام راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کیجئے۔

راوی	حکم	حوالہ
احمد بن داؤد السدوسی	ثقہ	تاریخ اسلام ۱۵۷/۲۱ المنتظم رقم: ۳۸۵
مسدد بن مسرھد	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم: ۶۵۹۸
خالد بن عبداللہ الواسطی	ثقہ عابد	الکاشف رقم: ۱۳۳۳
حصین بن عبدالرحمن	ثقہ	تقریب التہذیب رقم: ۸۳۷
عمرو بن مرۃ	ثقہ عابد	تقریب التہذیب رقم: ۵۱۱۲
ابراہیم نخعی رحمہ اللہ	ثقہ	تقریب التہذیب رقم: ۲۷۰

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

قارئین کرام! یہ بات پہلے بڑی شرح وبسط کے ساتھ واضح کردی گئی ہے کہ ثقہ جلیل القدر تابعی نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا مذہب اور علم ان کے جلیل القدر ثقہ شاگردوں (علقمہ ، الاسود ، مسروق ، عبیداللہ عمرو بن شرجیل اور حارث) سے حاصل کیا اور امام بخاری کے استاد امام علی بن المدینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اصحاب عبداللہ (علقمہ الاسود،

مسروق ،عبیداللہ ، عمرو بن شرجیل اور حارث) کا علم سب سے زیادہ جاننے والے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ہیں ملاحظہ کیجئے العلل المدینی ۴۳/۱

حافظ ابن رجب نے بھی لکھا کہ "اصحاب عبداللہ بن مسعود جو کہ ان کا علم رکھتے اور ان کے قول پر فتویٰ دیتے اور ان کے مذہب پر چلتے وہ اسود بن یزید، مسروق بن الاجدع، عبیدۃ السلمانی وعمرو بن شرجیل، حارث بن قیس اور یہ چھ ہیں۔

ابراہیم نخعی اور امام شعبی تمام اہل کوفہ سے سب سے زیادہ اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ (یعنی شاگرد) کے مذہب اور طریقے (علم) کو جاننے والے تھے۔ مگر امام شعبی رحمہ اللہ نے صرف مسروق بن الاجدع کے علم ومذہب کی طرف چلے اور مسروق بن الاجدع نے علم زیادہ تر حضرت علیؓ اور اہل مدینہ سے حاصل کیا اور جبکہ ابراہیم نخعیؒ نے تمام تر علم ومذہب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں یا اصحاب سے حاصل کیا۔ (شرح علل ترمذی ۶۰/۱) لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام مذہب اور عمل کا علم حضرت ابراہیم نخعی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کے شاگردوں سے حاصل کی ہے۔ اور مزید یہ کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے خود بھی واضح کردیا ہے کہ اگر وہ صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیں اور درمیان میں کسی راوی کا ذکر نہ کریں تو انہوں نے یہ بات ایک جماعت یا جم غفیر لوگوں سے سُنی ہے اور محدثین کرام نے اس بات کی خاص تصریح کردی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم اور مذہب سے زیادہ حضرت عبد ابن مسعود اور ان کے شاگردوں کے علم اور عمل کو جانتے تھے۔ اور ان روایات میں حضرت ابراہیم نخعی صرف اور صرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ایک فعل اور عمل کے بارے میں آگاہ کر رہے ہیں نہ کہ یہ کہ میں انہیں ترک رفع یدین کرتے دیکھا کیونکہ انہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا عمل بذریعہ ان کے شاگردوں سے معلوم ہوا ہے۔ لہٰذا اس روایت پر کسی قسم کا بھی اعتراض باطل اور مردود ہے۔

حضرت عمرؓ سے مروی ترک رفع یدین

نبی اکرم ﷺ کی ترک رفع یدین پر عمل کرتے ہوئے جلیل القدر صحابی خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ترک رفع یدین پر عمل پیرا رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین کی حدیث ملاحظہ کیجئے۔

" حدثنا یحیٰ بن آدم عن حسن بن عیاش عن عبدالملک بن ابجز عن الزبیر بن عدی عن ابراھیم عن الاسود قال صلیت مع عمر فلم یرفع یدیه فی شیئ من صلاته الا حین افتتح الصلاۃ "

ترجمہ : حضرت اسود تابعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں کیا مگر نماز کو شروع کرتے وقت۔

تخریج :

1: مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر:۲۴۶۹
2: شرح معانی الآثار حدیث نمبر:۱۲۶۴
3: الاوسط ابن منذر رقم نمبر:۱۳۳۵
4: شرح مشکل الآثار حدیث نمبر:۵۱۰۴
5: شرح ابی داؤد للعینی ۳۳۰/۳
6: شرح ابن ماجہ للمغلطائی ۶۲/۱
7: مرقاۃ المفاتیح ملا علی قاری ۳۰۳/۳
8: جواہر النقی۔ ابن ترکمانی ۷۹/۲

9: الدرایہ۔ حافظ ابن حجر ۱۵۲/۱
10: نصب الرایہ للزیلعی ۴۰۵/۱
11: مسند الفاروق۔ ابن کثیر ۱۶۳/۱
12: الصواب۔ ابن المبرد ۹۸۴/۳
13: جزء الرافقی ق۔ ۱۶/ قلمی
14: جامع الاحادیث رقم:۳۰۰۵۱

«سند کی تحقیق»

اس سند کے تمام راویوں کی توثیق درج ذیل ہے۔

یحییٰ بن آدم :۔

نمبر	قائل	حکم	حوالہ
1	حافظ ابن حبان نے کہا:	متقنا	الثقات رقم:۱۲۴۷۵
2	امام عجلی رحمہ اللہ نے کہا:	ثقہ	معرفۃ الثقات رقم:۱۹۶۰
3	امام ابوحاتم نے کہا:	ثقہ	الجرح والتعدیل رقم:۵۳۵
4	علامہ ذہبی نے کہا:	احد اعلام	الکاشف رقم:۶۱۳۴
5	حافظ ابن شاہین نے کہا:	ثقہ صدوق	تاریخ اسماء الثقات رقم:۱۶۱۷
6	یعقوب بن شیبۃ نے کہا:	ثقہ	تذکرۃ الحفاظ ۲۶۳/۱
7	حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم:۷۴۹۶
8	علامہ نووی نے کہا:	ثقہ	تہذیب الاسماء رقم:۶۷۷
9	یحیٰ بن معین نے کہا:	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم:۳۳۰

حسن بن عیاش :۱۲۷ھ

1 حافظ ابن شاہین نے کہا ثقہ تاریخ اسماء الثقات رقم:۱۹۸

2 حافظ ابن حبان نے ثقات میں لکھا ہے الثقات رقم:۱۹۷/۷

3 امام عجلی رحمہ اللہ نے کہا: ثقہ معرفۃ الثقات رقم:۲۹۹

4 یحییٰ بن معین نے کہا: ثقہ تاریخ یحییٰ بن معین:۱۳۵۵

5 حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: ثقہ الکاشف رقم:۱۰۵۷

6 حافظ ابن حجر نے کہا: صدوق تقریب التہذیب رقم:۱۲۷۳

7 ابن منجویہ نے انہیں صحیح مسلم کا راوی لکھا ہے رجال مسلم رقم:۲۳۶

عبدالملک بن سعید بن حیان بن ابجز

1 حافظ ابن حبان نے انہیں ثقہ راویوں میں لکھا ہے الثقات رقم:۹۱۶۶

2 امام عجلی رحمہ اللہ نے لکھا کوفی ثقہ معرفۃ الثقات رقم:۱۱۳۱

3 امام محمد بن حنبل نے کہا: ثقہ الجرح والتعدیل رقم:۱۶۶۱

4 امام یحییٰ بن معین نے کہا ثقہ الجرح والتعدیل رقم:۱۶۶۱

5 حافظ ابن حجر نے کہا: ثقہ تقریب رقم:۴۱۸۱

الزبیر بن عدیؒ ۱۳۱ھ

1 امام عجلی نے کہا: ثقہ ثبت معرفۃ الثقات رقم:۴۹۳

2 امام احمد بن حنبل نے کہا: ثقہ الجرح والتعدیل رقم:۲۶۳۳

3 یحییٰ بن معین نے کہا: ثقہ الجرح تعدیل رقم ۲۶۳۳

4 امام ابو حاتم نے کہا: ثقہ الجرح والتعدیل رقم ۲۶۳۲

5 حافظ ذہبی نے کہا: ثقہ الکاشف رقم:۱۶۲۳

6 حافظ ابن شاہین نے اسے ثقہ راویوں میں لکھا تاریخ اسماء الثقات رقم:۳۱۹

7 حافظ ابن حجر نے کہا: ثقہ تقریب التہذیب رقم:۲۰۰۱

8 حافظ کلاباذیؒ نے انہیں صحیح بخاری کا راوی لکھا ہے رجال صحیح بخاری رقم:۳۶۸

9 حافظ ابن منجویہ نے انہیں صحیح مسلم کا راوی لکھا ہے رجال صحیح مسلم رقم:۳۵۳

10 حافظ ابن حبان نے کہا المتقنین مشاہیر علماء الامصار رقم:۹۹۳

ابراھیم نخعی رحمہ اللہ ۹۳ھ

1: حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے انہیں ثقہ راویوں میں لکھا ہے

2 امام عجلی رحمہ اللہ نے کہا: ثقہ معرفۃ الثقات رقم:۴۵

3 امام علی بن المدینیؒ نے کہا اعلم الناس باصحاب عبداللہ الجرح والتعدیل رقم:۴۷۳

4 امام ابو زرعہ رحمہ اللہ نے کہا: اعلام اھل الاسلام الجرح والتعدیل رقم:۴۷۳

5 حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: رأسافی العلم الکاشف رقم:۲۲۱

6 حافظ ابن حجر نے کہا: ثقہ تقریب التہذیب رقم:۲۷۰

7 علامہ نووی نے کہا: اجمعوا علی توثیقہ تہذیب الاسماء رقم:۳۶

8 حافظ کلاباذی نے انہیں صحیح بخاری کا راوی لکھا ہے رجال صحیح بخاری رقم:۵۱

9 حافظ منجویہ نے انہیں صحیح مسلم کا راوی لکھا ہے رجال صحیح مسلم رقم:۴۹

10 علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا صیرفی الحدیث مغانی الاخیار رقم:۳۲

الاسود بن یزیدؒ

1	امام عجلی نے کہا:	تابعی ثقة	معرفة الثقات رقم:۱۰۳
2	امام ابوحاتم نے کہا:	ثقة	الجرح والتعدیل رقم:۱۰۶۷
3	امام احمد بن حنبل نے کہا:	ثقة	الجرح والتعدیل رقم:۱۰۶۷
4	امام یحییٰ بن معین نے کہا:	ثقة	الجرح والتعدیل رقم:۱۰۶۷
5	حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقة	تقریب التہذیب رقم:۵۰۹
6	امام نووی نے کہا:	واتفقوا على توثيقه	تہذیب الاسماء رقم:۳۶
7	امام کلاباذی نے کہا کہ بخاری نے روایات	لی ہیں۔	رجال صحیح بخاری رقم:۸۹
8	امام ابن منجویہ نے کہا کہ صحیح مسلم نے روایات	لی ہیں	رجال صحیح مسلم رقم:۱۲۱
9	حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ۲۳ھ	امیر المومنین صحابی	الکاشف رقم:۴۰۲۵

دوسری سند

"قال ابوالحسن محمد بن احمد الرافعی فی (جزء المشهورة): حدثنا سیار بن نصر حدثنا ابوعبیدة بن ابی السفر، حدثنا عبدالله بن داؤد الخریبی قال: قال عبدالملک بن عمر الجز عن الزبیر بن عدی عن ابراهیم عن الاسود عن عمر رضی الله عنه أنه رفع یدیه فی أول تکبیرة ثم لم یرفع بعد". (مسند فاروق لابن کثیر ۱/۱۶۴)

ترجمہ: حضرت اسودؒ جلیل القدر تابعی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ رفع یدین (نماز میں) اول تکبیر (تکبیر تحریمہ) میں کرتے پھر اس کے بعد رفع یدین نہ کرتے تھے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے تمام راویوں کی توثیق ملاحظہ فرمائیں۔

1: سیار بن نصر بن سیار ابوالحکمؒ (الاکمال لابن ماکولا ۴/۳۳۶)

i	امام احمد نے کہا:	من الثقات	سوالات ابی داؤد رقم:۳۵۵
ii	حافظ ابن حبان نے اسے ثقات میں لکھا ہے۔		الثقات رقم:۸۳۸۷
iii	ابن معین نے کہا:	ثقة	تہذیب التہذیب رقم:۵۱۲
iv	امام نسائی نے کہا:	ثقة	تہذیب التہذیب رقم:۵۱۲
v	امام کلاباذی نے انہیں بخاری کے رجال	لکھا ہے	رجال صحیح بخاری رقم:۴۱۷

2: احمد بن عبدالله بن محمد بن أبی السفر ابوعبیدة الکوفی

i	ابوحاتم نے کہا: کتبت عنه وسالته عنه فقال شیخ		الجرح والتعدیل رقم:۸۳
ii	علامہ ذہبی نے کہا:	صدوق	الکاشف رقم:۵۰
iii	حافظ ابن حجر نے کہا:	صدوق	تقریب التہذیب رقم:۶۰
iv	حافظ ابن حبان انہیں ثقات میں لکھا ہے۔		تہذیب التہذیب رقم:۸۳

3: عبدالله بن داؤد الخریبیؒ:۔

i	امام ابوحاتم نے کہا:	صدوق	الجرح والتعدیل رقم:۲۲۱
ii	امام ابوزرعہ نے کہا:	ثقة	الجرح والتعدیل رقم:۲۲۱
iii	حافظ ابن حبان انہیں ثقہ راوی میں	لکھا ہے	الثقات رقم:۹۰۱۳
iv	علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا:	الحافظ الامام	تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۳۷
v	حافظ ابن حجر نے لکھا:	ثقة	تقریب التہذیب رقم:۳۲۹۷
vi	ابن سعد نے کہا:	ثقة	طبقات ابن سعد ۲۹۵/۷

vii	یحییٰ بن معین نے کہا:	ثقہ مامون	سیر اعلام النبلاء ۹/۳۴۶
viii	دار قطنی نے کہا:	ثقہ زاھد	سیر اعلام النبلاء ۹/۳۴۶

4: عبدالملک بن سعید بن ابجرؒ:

حافظ ابن حجر نے کہا: ثقہ تقریب التہذیب رقم: ۴۱۸۱

5: الزبیر بن عدیؒ:

حافظ ابن حجر نے کہا: ثقہ تقریب التہذیب رقم: ۲۰۰۱

6: ابراھیم نخعیؒ

حافظ ابن حجر نے کہا: ثقہ تقریب التہذیب رقم: ۲۷۰

7: الاسود بن یزیدؒ

حافظ ابن حجر نے کہا: ثقہ تقریب التہذیب رقم: ۵۰۹

8: حضرت عمر فاروقؓ

امیر المؤمنین الکاشف رقم: ۴۰۴۵

اس درج بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں۔

«غیر مقلد زبیر علیزئی کے اعتراضات کا جائزہ»

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی روایت سنداً بالکل صحیح اور ثابت ہے۔ مگر اپنے روش پر چلتے ہوئے غیر مقلد زبیر علیزئی نے نور العینین ص ۱۶۳ اور ص ۱۶۴ پر عام لوگوں کو شک میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ احناف نے متعدد مقامات پر ایسے شکوک و شبہات کا جواب دے چکے ہیں۔ مگر غیر مقلدین حضرات بڑی ہٹ دھرمی سے پھر ان اعتراضات کو پیش کر دیتے ہیں۔ میری کوشش ہوگی کہ ان اعتراضات کا جواب اصول کی روشنی میں تحقیقی طور پر دیا جائے اور اصل صورتحال واضح کر دی جائے۔

اعتراض نمبر1: غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۶۳ پر لکھتے ہیں۔

''امام ابو عبداللہ الحاکم نیشاپوری نے اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ روایت شاذ ہے اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوتی۔ صحیح احادیث میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین کرتے تھے۔ (نصب الرایہ ۱/۴۰۵، البدر المنیر ۳/۵۰۱)

جواب: قارئین کرام! عرض یہ ہے کہ اس اعتراض کا جائزہ لینے کے لئے تفصیلی مطالعہ اور فہم ضروری ہے۔

1: امام حاکم رحمہ اللہ نے جس دلیل سے معارضہ پیش کیا وہ دلیل ملاحظہ کیجئے اس کے بعد اس پر محدثین کرام کا جواب قابل دید ملاحظہ کیجئے گا۔ امام حاکم کی اس روایت کو امام بیہقی نے سنن الکبریٰ میں اس طرح نقل کیا ہے۔

" اخبرنا محمد بن عبدالله الحافظ ، حدثنا ابو جعفر أحمد بن عبيد الحافظ و ابو القاسم عبدالرحمن بن الحسن القاضي الاسديان بهمذان قال حدثنا ابراهيم بن الحسين بن ديزل الهمداني حدثنا آدم بن ابى اياس رفعه راسه من الركوع ، فسألت رجل من اصحابه فقال : انه يحدث به عن ابن عمر عن عمر عن النبى ﷺ ". (السنن الکبریٰ ۲/۷۴، رقم: ۲۶۲۳)

ترجمہ: مروی ہے کہ حکم نے کہا کہ میں نے طاؤس کو دیکھا کہ جب تکبیر کہتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے اور جب تکبیر کہتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے پھر میں نے طاؤس کے شاگردوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ عن ابن عمر عن عمر عن النبی ﷺ سے مروی ہے۔

قارئین کرام بیہقی کی اس سند میں لفظ فقال کا استعمال ہے جبکہ امام حاکم کی اپنی روایت میں

صیغہ مجہول کے ساتھ یعنی فقیل کا لفظ ہے یعنی یہ معلوم نہیں کہ یہ الفاظ ان کے اصحاب میں سے کس نے کہے اور جنہوں نے یہ روایت کے الفاظ کہے وہ ثقہ تھا یا ضعیف ۔ لہٰذا مجہول راویوں کی روایت سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے

امام حاکمؒ نے اس حدیث کو خود بھی روایت کیا ہے ملاحظہ کیجئے۔

اخبرنا الحسن بن ابی بکر انا دعلج بن احمدنا علی بن محمد بن عیسی الھروی نا آدم ناشعبہ ، عن الحکم قال رأیت طاوسا یرفع یدیہ اذا افتتح الصلاۃ واذا رکع واذا رفع من الرکوع رفعھا ، فسألت بعض أصحابہ ، فقیل انہ یحدثہ عن ابن عمر عن عمر عن النبی ﷺ. (الجامع الاخلاق الراوی ۱۱۸/۱)

ترجمہ : حکم بن عتیبہ نے کہا کہ میں نے طاوس کو رفع یدین کرتے دیکھا جب وہ نماز شروع کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے اٹھتے تو ایسا ہی کرتے تھے، تو میں نے طاوس کے بعض اصحاب سے پوچھا تو کہاں گیا (صیغہ تمریض المجہول) یہ روایت عن ابن عمر عن عمر عن النبی ﷺ سے مروی ہے۔

ان درج بالا روایات سے استدلال کرکے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے صحیح سند والی حدیث کے معارض کرکے پیش کرنا دو وجوہات سے صحیح نہیں ہے۔

زبیر علیزئی کی پیش کردہ روایت کے بارے محدثین کرام کے فیصلے

سنن الکبریٰ ۳/۲ ۷، الجامع الاخلاق ۱۱۸/۲ میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے رفع یدین والی مروی حدیثوں کے بارے میں محدثین کرام کے فیصلے ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ امام احمد بن حنبل کی تحقیق:

امام زیلعی رحمہ اللہ اپنے استاد امام تقی العید سے نقل فرماتے ہیں۔

" ففی علل الخلال عن احمد بن اثرم قال سالت أبا عبداللہ یعنی احمد بن حنبل عن حدیث شعبہ عن الحکم أن طاؤس یقول، عن ابن عمر عن عمر عن النبی ﷺ فقال: من یقول ھذا عن شعبۃ ؟ قلت: آدم بن أبی ایاس ، فقال: لیس ھذا بشیء انما ھو عن ابن عمر عن النبی ﷺ ". (نصب الرایہ ۴۱۵/۱)

یعنی علل الخلال کتاب میں ہے کہ احمد بن اثرم نے فرمایا کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے حدیث عمر فاروق بواسطہ امام شعبہ عن الحکم کے بارے میں پوچھا تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث امام شعبہ کے واسطے سے کون سا راوی کہتا ہے؟ میں (ابن اثرم) نے کہا کہ محدث آدم بن ابی ایاس، امام شعبہ کے واسطے سے حضرت عمر عن النبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ یہ راوی لیس بشیٔ ہے۔ (یعنی یہ روایت صحیح نہیں ہے) یہ حدیث تو عن ابن عمر ہے۔ یعنی یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے نہ کہ حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے۔

لہٰذا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کو صحیح سند والی ترک رفع یدین کے معارض بنانا صحیح نہیں ہے۔ مزید یہ کہ امام حاکم نے ترک رفع یدین والی حدیث کو ضعیف نہیں کہا بلکہ انہوں نے تو ترجیح دینے کی کوشش کی ہے کہ اصول کے مطابق صحیح نہیں ہے۔

۲۔ امام دارقطنیؒ کی تحقیق :

امام دارقطنی رحمہ اللہ اس حدیث جس کو امام بیہقی اور امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صحیح ترک رفع یدین والی حدیث کے معارض پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

" وسئل عن حديث طاؤس عن ابن عمر عن النبی ﷺ عن النبی ﷺ :
انه يكبر ويرفع يديه حين يفتتح صلوة ، وحين ركع و حين رفع راسه فقال
: يرويه الحكم بن عتيبة واختلف عنه : حدث به عنه شعبة ، واختلف على
شعبة فروا معاذ بن معاذ ، وغندر و على بن الجعد عن شعبة عن الحكم
عن طاؤس عن ابن عمر عن النبی ﷺ وخالفهم آدم بن أياس وعمار بن
عبدالجبار فروياه عن شعبة عن الحكم عن طاؤس عن ابن عمر عن النبی
ﷺ و رواه الحسن بن مسلم عن طاؤس عن ابن عمر موقوفاً ، والصواب
حديث معاذ بن معاذ و من تابعه عن شعبة ". (العلل الواردۃ رقم: ۳۰۴۷)

مفہوم: امام دارقطنی سے سوال ہوا حدیث طاؤس عن ابن عمر عن النبی ﷺ کہ آپ ﷺ تکبیر
کہتے اور رفع یدین کرتے نماز شروع کرتے وقت اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر
اٹھاتے اور کہا کہ اس کو الحکم بن عتیبہ نے روایت کیا اور ان سے اختلاف کیا گیا اور حکم سے شعبہ
نے روایت کیا اور شعبہ پر اختلاف ہوا۔ اور معاذ بن معاذ اور غندر اور علی بن الجعد نے عن شعبہ
عن الحکم عن طاؤس عن ابن عمر عن النبی ﷺ کی سند سے روایت کیا۔ مگر ان لوگوں کے خلاف آدم
بن ایاس اور عمار بن عبدالجبار نے اسے شعبہ سے روایت کیا عن الحکم عن طاؤس عن ابن عمر عن عمر
عن النبی ﷺ کی سند سے۔ اور الحسن بن مسلم نے اسے عن طاؤس عن ابن عمر کی سند سے موقوف
بیان کیا۔ اور صواب (درست) یہی ہے جو معاذ بن معاذ اور ان کے تابع (غندر اور علی بن الجعد
) نے شعبہ سے روایت کیا۔ (یعنی شعبہ عن ابن عمر عن النبی ﷺ)

قارئین کرام! امام دارقطنی رحمہ اللہ کی تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ اس حدیث کو حضرت عمر
فاروق رضی اللہ عنہ سے منسوب کرنا صحیح نہیں جبکہ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
سے ہے۔ مطلب یہ کہ جو حدیث حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہی نہیں ہے تو

ایسی حدیث کو صحیح حدیث ترک رفع یدین کے معارض بنانا صحیح نہیں ہے۔ اور حضرت عمر
فاروقؓ کی حدیث کو شاذ کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔

۲۔امام ابن دقیق العیدؒ کی تحقیق:

امام ابن دقیق العید لکھتے ہیں۔" وفی هذا نظر " یعنی امام حاکم نے جو لکھا اس میں نظر
ہے (نصب الرایہ ۱/۴۱۳)۔ ابن دقیقؒ نے اس سے پہلے لکھا کہ " وما ذكره الحاكم
فهو باب ترجيح روايته لا من باب التضعيف " یعنی امام حاکم نے جو فرمایا وہ ترجیح
کے باب سے ہے نہ کہ انہوں نے حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ (نصب الرایہ ۱/۴۱۵)

روایت میں مجہول اشخاص:

غیر مقلد زبیر علی زئی کے پیش کردہ امام حاکم کے حوالے میں مجہول اشخاص ہیں۔ (نصب
الرایہ ۱/۴۱۵)

امام زیلعی فرماتے ہیں: " فهذا الروايه ترجع الى مجهول " یعنی یہ روایت مجہول
راوی کی طرف لوٹتی ہے۔

اگر آپ بغور مطالعہ کریں تو امام بیہقی کی السنن الکبری ۲/۷۴ اور خطیب بغدادی کی
الجامع الاخلاق ۲/۱۱۸ میں فسالت بعض اصحابه " یعنی حضرت طاؤس کے کسی
ساتھی سے سوال کیا؛ اور اس کے ساتھ ہی الجامع الاخلاق ۲/۱۱۸ پر قیل کا لفظ بھی ہے جو کہ
صیغہ مجہول اور تمریض ہے۔ اب اس مقام پر یہ بہت اہم ہے کہ اس حدیث کو نبی پاک ﷺ
تک مرفوع کرنے والے راوی کا نام کیا ہے۔ جناب غیر مقلد زبیر علیزئی آپ اس راوی
کے متعلق درج ذیل تفصیلات سے آگاہ فرمائیں۔

۱: وہ راوی کون تھا۔ (۲) اس راوی کا نام کیا تھا؟
۳: وہ راوی کہاں کا رہنے والا تھا؟ (۴) اس راوی کی ولادت کب ہوئی؟

۵: اس راوی کی عدالت کے بارے میں محدثین کرام نے کیا کہا؟

۶: اس راوی کے ضبط اور حافظہ کی حالت کیسے تھی؟

۷: کن کن محدثین کرام نے اس راوی کی توثیق کی؟

جناب مجہول اصحاب سے روایت پیش کر کے آپ راہ فرار اختیار نہیں کر سکتے ہیں۔ جناب کیا آپ کو اپنی کتاب نور العینین ص ۱۶۶ بھول گیا جہاں پر آپ ابراہیم نخعی کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث پر بڑی شان سے لکھتے ہیں ''اگر کہا جائے کہ روایت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کئی اشخاص (غیر واحد) سے سنی ہے یا ایک جماعت سے سنی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ غیر واحد اور جماعت دونوں نامعلوم اور غیر متعین ہیں۔ لہذا ان سے استدلال مخدوش ہے۔ (نور العینین ص ۱۶۶)

جناب کیا ہوا آپ اپنا اصول بھول گئے؟ بھلا اب اس میں کیا پوشیدہ ہے کہ احناف کی ترک رفع یدین والی احادیث پر غیر مقلدین حضرت نے کتنا ظلم کیا اور بے اصولی کی ہے۔ جناب! ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مروی احادیث کی تو جمہور محدثین کرام نے تصحیح کی ہے۔ ان شاء اللہ ابراہیم نخعی کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع یدین والی حدیث میں آپ کی اس بے اصولی، بے قاعدگی کی نقاب کشائی ضرور بالضرور ہوگی۔

اعتراض : غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب نور العینین ص ۲۰۲ پر اس اعتراض سے کچھ یوں جان چھڑانے کی کوشش کرتا ہے۔

''اسے حاکم نے محفوظ کہا ہے، یہاں پر بعض اصحابہ مضر نہیں ہے۔ کیونکہ خطیب بغدادی نے اس حدیث پر '' من اجزاء بالسماع النازل مع کون الذی حدث عنه موجوداً '' کا باب باندھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ حکم بن عتیبہ نے یہ حدیث طاؤس کے سامنے

بیان کی ہے۔ چونکہ طاؤس کا انکار ثابت نہیں لہذا یہ روایت الحکم عن طاؤس مستعمل ہے اس پر صاحب ''الامام'' کی جرح صحیح نہیں ہے۔''

جواب : جناب اگر آپ اس روایت کا بغور مطالعہ فرمائیں تو معلوم ہو جائے گا کہ حکم نے طاؤس کو رفع یدین کرتے دیکھا اس وقت اس کے ساتھیوں میں کسی ایک سے سوال کیا۔ یہ الفاظ واضح طور پر موجود ہیں کہ حضرت طاؤس تو حالت نماز میں ہیں۔ حکم اور طاؤس کے دیگر ساتھی حالت نماز میں نہیں ہیں۔ چنانچہ جب حکم بن عتیبہ حضرت طاؤس کو نماز کی حالت میں دیکھ کر ان کے کسی ساتھی سے سوال کرتے ہیں تو وہ شخص جواباً اس فعل کو مرفوع بتاتا ہے۔ جس کی تصدیق نہ تو اس وقت حضرت طاؤس کے دیگر ساتھیوں میں سے کوئی ساتھی کرتا ہے اور نہ ہی خود امام طاؤس نماز سے فراغت کے بعد اس مجہول الحال آدمی کی اس بات کی تائید فرماتے ہیں۔

جناب جب روایت صاف صاف سب کچھ بتا رہی تو خطیب بغدادی کے باب سے استدلال کیسا؟ خطیب بغدادی کے باب سے یہ تو ظاہر نہیں ہوتا کہ اس حدیث کو مرفوع بیان کرنے کے بعد طاؤس نے اس پر رضامندی ظاہر کی ہو۔ مزید یہ کہ اس حدیث کو مرفوع، الحکم بن عتیبہ نے نہیں بلکہ بعض اصحاب طاؤس میں سے کسی ایک شخص نے بیان کی، ''اس وقت جب طاؤس نماز پڑھ رہے تھے۔ لہذا مجہول الحال شخص اور طاؤس کا خود بیان نہ کرنے کی وجہ سے اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جناب اگر امام حاکم نے اس روایت کو محفوظ لکھا ہے تو امام حاکم پر تو جناب متساہل ہونے کا فتویٰ صادر کر چکے ہیں۔ جبکہ امام احمد بن حنبل امام دارقطنی، امام دقیق العید اور علامہ زیلعی رحمہ اللہ جمہور نے اس حدیث کو وہم اور غیر محفوظ کہا ہے۔

جناب اپنا بنایا ہوا اصول بھول گئے 4 کے مقابلے میں 1 کی بات مرجوح اور مردود ہوگئی۔

جناب جب ضرورت پڑے تو محدثین کرام کے بنائے ہوئے ابواب کو تسلیم کرنا شروع کر

دیتے ہیں اور جب مرضی کے خلاف ہو تو محدثین کرام کے بنائے ہوئے ابواب ماننے کو آپ کا جی نہیں چاہتا۔ جناب ذرا اپنے اس انداز پر بھی غور فرمائیں۔

نوٹ: قارئین کرام! اس درج بالا تحقیق سے درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں۔

1: امام حاکم نے جس حدیث سے ترک رفع یدین والی حدیث کے معارض پیش کر کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ترک رفع یدین والی روایت کو شاذ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی وہ مجہول راوی کی وجہ سے ناقابل استدلال ہے۔

2: امام حاکم کی پیش کردہ اور استدلال کردہ روایت کو امام احمد بن حنبلؒ، امام دارقطنیؒ، ابن دقیق العیدؒ اور علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے وہم قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کو معارض بنا کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث کو شاذ کہنا اصول کے مطابق صحیح نہیں ہے۔

3: غیر مقلد زبیر علیزئی نے نور العینین ص ۲۰۲ پر بیہقی کی السنن الکبریٰ ۲/۷۴ کا حوالہ دیا جس میں فقال کا لفظ تھا مگر خطیب بغدادی کی الجامع الاخلاق ۲/۱۸۷ پر اس کا متن نقل نہیں کیا کیونکہ اس میں فقیل کا لفظ تھا جو کہ صیغہ مجہول ہے اور مجہول شخص سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا راہ فرار اختیار کرنے کی بجائے دلیل سے بات کریں۔

اعتراض نمبر 2: غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۶۳ پر لکھتا ہے۔

"امام ابوزرعہ رازی نے الحسن بن عیاش کے مقابلے میں سفیان ثوری کی اس روایت کو اصح قرار دیا ہے جس میں پھر نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔" (علل الحدیث ابن ابی حاتم ۱/۹۵)

جواب: عرض یہ ہے کہ امام ابوزرعہ الرازی کے قول کی مکمل عبارت نقل کی جارہی تا کہ آپ کے سامنے حقائق واضح ہو سکیں۔

"وسألت أبي وأبا زرعة، عن حديث، رواه يحيى بن آدم عن الحسن بن عياش عن ابن ابجر عن

الاسود عن عمر أنه كان يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لا يعود قال هو صحيح أو يرفعه حديث الثوري عن الزبير بن عدي عن ابراهيم عن الاسود عن عمر أنه كان يرفع في افتتاح الصلاة حتى تبلغا منكبيه فقالا سفيان أحفظ وقال ابوزرعة هذا اصح يعني حديث سفيان عن الزبير بن عدي عن ابراهيم عن الاسود عن عمر"۔ (علل الحدیث ۱/۹۵ رقم: ۲۵۶)

قارئین کرام! بغور مطالعہ فرمائیں تو آپ کو وہ روایت جسے ابوزرعہ الرازیؒ نے اصح کہا ہے اس میں دو راوی ہیں۔ اول سفیان ثوری رحمہ اللہ اور دوم ابراہیم نخعی رحمہ اللہ۔ یہاں پر آپ کو دعوت فکر ہے کہ ابوزرعہ الرازی نے جس حدیث سے استدلال کیا اس میں سفیان ثوری کو خود غیر مقلد زبیر علیزئی نے نور العینین ص ۱۳۴ تا ص ۱۳۹ اور اپنے ماہانہ مضمون الحدیث میں مدلس ہونے پر زور لگا دیا ہے اور اس سے بھی مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ اسی حدیث یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے نور العینین ص ۱۶۴ پر لکھتے ہیں۔ "اس میں ابراہیم نخعی کوفی مدلس ہیں...... مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ جناب کچھ تو ہوش کے ناخن لیں، ابوزرعہ الرازی جس حدیث سے معارضہ پیش کر رہے ہیں وہ تو آپ کے اپنے مسلمہ اصول (مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے) کے مطابق ضعیف ہے۔ اپنا موقف ثابت کرنا ہو تو مدلس راوی کی تدلیس بھی قبول مگر اگر اپنی مرضی کے خلاف ہو تو تدلیس کا شور مچانا شروع کر دیتے ہیں اور پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جاتے ہیں۔

مزید یہ عرض کر دوں کہ ابوزرعہ الرازی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین کی حدیث کو ضعیف نہیں کہا اور نہ ہی تضعیف کی ہے۔ امام ابوزرعہ کے اس قول پر علامہ زیلعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"و أما قوله : ان سفيان لم يذكر عن الزبير بن عدي فيه : لم يعد ، فضعيف

جدا لأن الذی رواہ سفیان فی مقدار رفع والذی رواہ الحسن بن عیاش فی محل الرفع ولا تعارض بینهما ولو کانا فی محل واحد لم تعارض روایته من زاد بروایة من ترک "۔ (نصب الرایہ ۱/۴۰۵)

ترجمہ : اور جو یہ قول ہے کہ سفیان نے الزبیر بن عدی سے لم یعد کے الفاظ نقل نہیں کئے بالکل ضعیف اور کمزور ہے کیونکہ سفیان ثوری رفع یدین کی مقدار بیان کر رہے ہیں جبکہ الحسن بن عیاش رفع یدین کا موقع محل بتا رہے ہیں اور ان دونوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے۔ اگرچہ موقع ایک ہے مگر جس میں ترک رفع یدین ہے اس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام ابوزرعہ الرازی کے قول سے استدلال اول تو زبیر علیزئی غیر مقلد کے اپنے مسلمہ اصول کے مطابق صحیح نہیں ہے۔ دوم ابوزرعہ کے بیان کردہ دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ سوم ابوزرعہ الرازی نے ترک رفع یدین والی راویت کو ضعیف نہیں کہا ہے۔ لہذا ابوزرعہ کے قول سے شک پیدا کرنا ، صرف اور صرف راہ فرار اختیار کرنے کی مترادف ہے۔

اعتراض نمبر3: غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۶۳ پر لکھتا ہے۔

ابن جوزی نے کہا یہ اثر صحیح (ثابت) نہیں۔ (التحقیق فی اختلاف الحدیث ۱/۳۳۶، البدر المنیر ۳/۵۰۱)

جواب : عرض یہ ہے کہ ابن جوزی نے اس روایت پر کوئی مفسر اعتراض نہیں کیا ہے اور ایسے مبہم الفاظ سے صحیح روایت کو ضعیف ثابت کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ اگر اس حدیث میں کوئی راوی ضعیف ہوتا تو ابن جوزی ضرور بالضرور اعتراض کرتے۔

ابن الجوزی نے التحقیق فی اختلاف الحدیث میں جو احناف سے تعصب برتا ہے وہ کتاب

کے مطالعہ سے عیاں ہے۔ اگر ہمت ہے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث میں کسی ایک راوی کو ضعیف ثابت کر کے دکھائیں ورنہ ایسے اعتراضات سے عام لوگوں کے دل تو بہلائے جا سکتے ہیں مگر تحقیقی میدان میں ان کی کچھ حیثیت نہیں ہے۔

اعتراض نمبر4: غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۶۴ پر لکھتا ہے۔

اس روایت میں ابراہیم نخعی کوفی مدلس ہیں (طبقات المدلسین ص ۲۸، جامع التحصیل ص ۱۰۶، معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۰۸ المدلسین لابی زرعہ ص ۲، المدلسین للسیوطی ص ۱، والتبیین للحلبی ص ۱۳) اور یہ روایت معنعن ہے۔ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تحت بیان کر دیا گیا ہے مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

جواب: تدلیس کے مسئلہ پر غیر مقلد زبیر علیزئی نے جو جمہور علماء کرام اور علماء غیر مقلدین کا مذہب چھوڑ کر جو انفرادی موقف قائم کیا ہے اس کے مردود ہونے پر میری کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور اس کتاب میں " غایة التقدیس فی مسئلہ التدلیس " کے مضمون میں زبیر علیزئی کا بڑا ہی تفصیلی رد موجود ہے۔ اس کتاب میں قارئین کرام کو دلچسپ بحث پڑھنے کو ملے گی۔ کوشش ہوگی کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی تدلیس پر واضح الفاظ میں قارئین کرام کو دعوت فکر دی جائے۔

﴿ابراهیم نخعیؒ اور تدلیس﴾

1: امام صلاح الدین العلائی کے نزدیک امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی عن والی روایت قابل قبول ہوتی ہیں۔ (جامع التحصیل ص ۱۲۹)

2: حافظ ابن حجر کے نزدیک امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی عن والی روایت قابل قبول ہوتی ہے۔ (النکت علی ابن صلاح ص ۲۳۸ طبقہ ثانیہ)

3: ابی زرعہ عراقی بھی ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی تدلیس کو قابل قبول سمجھتے ہیں۔ (المدلسین ص ۳۲ رقم ۲)

4: امام حلبی رحمہ اللہ بھی ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی تدلیس کو قبول کرتے ہیں۔ (التبیین ص ۶۷)

5: عرب محقق عزم اللہ الدمینی بھی ابراہیم نخعی کی تدلیس کو قبول کرتے ہیں۔ (تدلیس فی الحدیث ص ۲۵۰)

6: عرب محقق محمد بن طلعت بھی ابراہیم نخعی کی تدلیس کو مضر نہیں سمجھتے ہیں۔ (معجم المدلسین ص ۷۶)

7: جمہور محدثین کرام نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی عن والی روایت کو قبول کیا ہے۔ لہذا جمہور کے مقابلے میں زبیر علیزئی کا اعتراض مردود اور باطل ہے۔

تحقیق: میرے علم کے مطابق ابراہیم نخعی رحمہ اللہ پر تدلیس کا الزام سب سے پہلے امام حاکم نے عائد کیا ہے۔ امام حاکم لکھتے ہیں۔

''اخبرنی عبداللہ بن محمد بن حمویہ الدقیقی قال: حدثنا جعفر بن ابی عثمان الطیالسی قال حدثنی خلف بن سالم قال: سمعت عدۃ من مشائخ أصحابنا تذاکروا کثرۃ التدلیس والمدلسین، فاخذنا فی تمییز اخبارھم فاشتبہ علینا تدلیس الحسن بن ابی الحسن وابراھیم بن یزید النخعی، ان الحسن کثیراً ما یدخل بینہ و بین الصحابۃ أقواماً مجھولین، وربما ولس عن مثل عتی بن ضمرۃ وابراھیم أیضا یدخل بینہ وبینہ أصحابہ عبداللہ مثل ھنی بن نویرۃ، وسھم بن منجاب وخزامۃ الطائی وربما دلس عنھم''۔ (معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۸)

ترجمہ: مجھ سے عبداللہ بن محمد بن حمویہ دقیقی نے، ان سے جعفر بن ابی عثمان طیالسی نے اوران سے خلف بن سالم نے کہا کہ: میں نے اپنی رفقاء کے بہت سے مشائخ کو تدلیس اور مدلسین کے بارے میں مذاکرہ کرتے سنا جن کی روایات میں ہم تمیز پیدا کرتے

رہے لیکن حسن بن ابی حسن اور ابراہیم نخعی کی تدلیس کے بارے میں اشتباہ پیدا ہو گیا۔ کیونکہ حسن اپنے اور صحابہ کے درمیان بکثرت مجہول اشخاص کو داخل کر دیتے ہیں اور عتی بن ضمرہ، حنف بن بجف اور دغفل بن حنظلہ وغیرہ میں تدلیس کر دیتے ہیں اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ بھی اپنے اور اصحاب عبداللہ کے درمیان ھنی بن نویرۃ سہم بن منجاب اور خزامۃ الطائی کو لاتے ہیں اور بیشتر ان ناموں میں تدلیس سے کام لیتے ہیں امام حاکم کے اس قول پر چند گذارشات عرض ہیں۔

1: اول اس قول کا راوی عبداللہ بن محمد بن حمویہ کی توثیق ثابت نہیں ہے۔

2: بطور تنزل اس قول کو مان لیا جائے تو اس قول میں مجہول مشائخ کا تذکرہ ہے۔

3: امام حاکم نے اس پر عنوان لکھا ہے کہ ''مدلسین کی چوتھی قسم یہ ہے کہ وہ مجروح لوگوں سے حدیثیں روایت کرتے ہیں مگر ان کے ناموں یا کنیتوں کو بدل دیتے ہیں تا کہ ان مجروحین کی طرف ذہن نہ جا سکے۔ اس قول میں تصریح ہے کہ ابراہیم نخعی اور اصحاب عبداللہ بن مسعود کے درمیان ھنی بن نویرۃ اور سہم بن منجاب وغیرہ کو لاتے ہیں۔ مگر ھنی بن نویرۃ اور سہم بن منجاب نہ تو مجروح راوی ہیں اور نہ ہی مجہول راوی ہیں بلکہ ھنی بن نویرۃ اور سہم بن منجاب دونوں مشہور اور مقبول راوی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے سہم بن حجاب کو ثقہ لکھا ہے (تقریب ۲۶۷۱)، حافظ عجلی نے ھنی بن نویرۃ کو ثقہ لکھا ہے۔ (معرفۃ الثقات رقم: ۱۹۱۹) لہذا اس قول سے استدلال باطل اور مردود ہے۔

4: اس حوالے میں یہ بات واضح ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اپنے اور اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ درمیان ھنی بن نویرۃ اور سہم بن منجاب وغیرہ کے ناموں میں تدلیس سے کام لیتے تھے۔ اور یہ بھی مجہول نہیں بلکہ ثقہ راوی ہیں۔ لہذا اعتراض کی بنیاد ہی غلط ثابت ہو گی۔

مطلب صاف ہے کہ ھنی بن نویرۃ اور سہم بن منجاب کا نام درمیان میں ہوتا تو پھر تدلیس ہوتی

مگر ہماری پیش کردہ ترک رفع یدین والی حدیث کی سند ابراہیم عن الاسود عن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس سند میں ابراہیم اور اسود کے درمیان کوئی بھی راوی نہیں ہے بلکہ حی بن نویرۃ اور سہم بن منجاب کا نام ہی نہیں ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر اس قول کو بر سبیل تنزل مان بھی لیا جائے تو پھر بھی ہمارے پیش کردہ سند میں تدلیس ثابت نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ امام حاکم کی عبارت سے واضح ہوگیا کہ جب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تدلیس کرتے تو اپنے اور اصحاب عبداللہ کے درمیان حی بن نویرۃ اور سہم بن منجاب کے نام داخل کر کے تدلیس کرتے تھے۔ جبکہ اس کی پہلے وضاحت ہو چکی ہے کہ امام حاکم اور مجہول شیوخ کے نزدیک حی بن نویرۃ اور سہم بن منجاب مجہول یا مجروح ہیں مگر جمہور کے نزدیک یہ راوی مشہور اور مقبول ہیں۔ لہٰذا اس قول سے غیر مقلد زبیر علیزئی کا الزام تو ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ جب امام حاکم اور مجہول شیوخ کا اصل اعتراض ہی باقی نہ رہا تو پھر اس قول اور اس قول سے دیگر علماء کرام کا استدلال صحیح نہیں رہتا ہے۔ اور اگر بطور تنزل یہ قول مان بھی لیں تب بھی تدلیس صرف حی بن نویرۃ اور سہم بن منجاب کے ناموں کو ابراہیم نخعیؒ اور اصحاب عبداللہ (الاسود بن یزید علقمہ وغیرہ) کے درمیان داخل کرنے سے ثابت ہوتی ہے جبکہ ہماری پیش کردہ روایات ان ناموں سے مبرا ہے۔ لہٰذا تدلیس کا اعتراض باطل اور مردود ہے۔

ابراہیم نخعیؒ اصحاب عبداللہ (الاسود بن یزید) میں اثبت ہیں۔

محدثین کرام کے نزدیک ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے جن اصحاب عبداللہ سے سنا اس میں وہ اثبت اور اعلم الناس ہیں۔

1: امام علی بن المدینی لکھتے ہیں۔ " وکان ابراھیم (نخعی) عندی من

اعلم الناس باصحاب عبداللہ " یعنی ابراہیم نخعی میرے نزدیک (علی بن المدینی) اصحاب عبداللہ بن مسعود میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ (العلل ابن مدینی ۴۳/۱)

اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

" اصحاب عبداللہ الذین یقرؤن ویفتون ستۃ علقمۃ والاسود و مسروق وعبیدۃ و عمرو بن شرجیل والحارث الاعور " (العلل للمدینی ۴۳/۱)

امام علی بن المدینی مزید تفصیل بیان کر رہے ہیں کہ انہوں نے اصحاب عبداللہ میں کن سے سنا۔

" وابراھیم لقی من ھولاء الاسود وعلقمۃ ومسروقا وعبیدۃ اللہ " (العلل بن مدینی ۴۳/۱) یعنی ابراہیم نخعیؒ کی الاسود بن یزید، علقمہ مسروق اور عبیداللہ سے لقا ثابت ہے۔

امام علی بن المدینی مزید لکھتے ہیں:۔ " وکان اعلم اھل الکوفۃ باصحاب عبداللہ وطریقتھم ومذھبھم ابراھیم والشعبی.......... وکان ابراھیم یذھب مذھب اصحابہ اصحاب عبداللہ ھولا " (العلل المدینی ۴۶/۱)

یعنی: اہل الکوفہ میں سے اصحاب عبداللہ (الاسود بن یزید وعلقمۃ وغیرہ) کے طریقے اور مذہب کے بارے میں سب سے زیادہ علم ابراہیم (نخعی) اور شعبی کو تھا اور ابراہیم (نخعی) تمام اصحاب عبداللہ کے مذہب پر چلے۔

قارئین کرام درج بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں میں اعلم اور اثبت ہیں اس مقام پر مزید یہ بھی عرض کروں کہ ہماری پیش کردہ روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد الاسود بن یزید ہیں جو کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے ماموں بھی ہیں اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں اعلم اور اثبت ہیں۔ لہٰذا اس روایت میں ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی تدلیس کا اعتراض باطل اور مردود ہے۔

حدیث حضرت عمر فاروقؓ اور محدثین کرام کی تصحیح

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث کی درج ذیل علماء اور محدثین نے تصحیح کی ہے۔

1	امام طحاویؒ	حدیث صحیح	شرح معانی الآثار رقم: ۱۳۶۴
2	حافظ ابن ترکمانی رحمہ اللہ	صحیح علی شرط مسلم	الجوہر النقی ۷۵/۲
3	حافظ مغلطائی رحمہ اللہ	صحیح علی شرط مسلم	شرح ابن ماجہ ۱۴۷۲/۱
4	حافظ زیلعی رحمہ اللہ	مائل بہ تصحیح	نصب الرایہ ۴۰۵/۱
5	علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ	مائل بہ تصحیح	شرح ابی داود ۲۹۸/۳
6	حافظ ابن حجر رحمہ اللہ	رجال الثقات	الدرایہ ۱۵۲/۱
7	ابن الہمام رحمہ اللہ	صحیح	فتح القدیر ۳۱۱/۱
8	محدث قاسم بن قطلوبغاؒ	رجالہ ثقات	التعریف والاخبار ص ۳۱۰
9	ملا علی قاری رحمہ اللہ	سندہ صحیح	مرقاۃ المفاتیح ۲۹۸/۳

قارئین کرام درج بالا تحقیق سے واضح ہوگیا کہ غیر مقلد زبیر علیزئی نے جتنے اعتراضات، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث پر وارد کیے ان کی حیثیت علمی دنیا میں کچھ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا اصول اور جمہور محدثین کرام کے نزدیک یہ ترک رفع یدین والی حدیث صحیح اور ثابت ہے۔

حضرت علیؓ سے مروی ترک رفع یدین

نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نماز میں ابتداء یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع یدین کی حدیث ملاحظہ کیجئے۔

''حدثنا وکیع عن ابی بکر بن عبداللہ بن قطاف النہشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیا کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلاۃ ثم لا یعود'' (مصنف ابن ابی شیبہ حدیث: ۲۴۵۷)

ترجمہ: عاصم بن کلیب اپنے والد (کلیب بن شہاب) سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نماز میں پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا کرتے تھے اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

«سند کی تحقیق»

اس سند کے راویوں کا تذکرہ ملاحظہ کیجئے۔

وکیع بن الجراح:

امام عجلی رحمہ اللہ نے کہا:	ثقہ عابد	معرفۃ الثقات رقم: ۱۹۳۸
امام احمد بن حنبلؒ نے کہا:	مطبوع الحفظ	الجرح والتعدیل رقم: ۱۶۸
یحیی بن معینؒ نے کہا:	ثقہ	الجرح والتعدیل رقم: ۱۶۸
علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا	حافظ الثبت محدث	تذکرۃ الحفاظ ۲۲۳/۱
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم: ۷۴۱۴
حافظ الخزرجی رحمہ اللہ نے کہا	الحافظ	خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ۱۵۸/۳
امام الکلاباذیؒ نے کہا:	فی رجال البخاری	رجال صحیح بخاری رقم: ۱۲۸۸
امام ابن منجویہؒ نے کہا:	مسلم کے رواۃ ہیں	رجال مسلم رقم: ۱۷۶۷

حافظ ابن حبانؒ نے کہا:	من الحفاظ المتقنین	مشاہیر علماء الامصار ۱/۲۷۲
حافظ ابراہیم بن شماسؒ نے کہا	وکیع احفظ الناس	شرح علل ترمذی ۱/۱۷۰
حافظ سہل بن عثمانؒ نے کہا:	ما رایت احفظ	الجرح والتعدیل رقم:۱۶۸

ابی بکر بن عبداللہ بن قطاف انہشلیؒ ۱۶۶ھ

امام یحییٰ بن معینؒ نے کہا	ثقہ	تاریخ یحییٰ بن معین ۱/۴۷
امام احمد بن حنبلؒ نے کہا	ثقہ	العلل والمعرفۃ:۴۳۷۱
امام ابوحاتم نے کہا	شیخ صالح	الجرح وتعدیل رقم:۱۵۳۶
حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا	ثقہ	الکاشف رقم:۶۵۴۸
امام احمد بن یونسؒ نے کہا	شیخا صالحا	تاریخ الدوری رقم:۹۳۳
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا	صدوق	تقریب التہذیب رقم:۸۰۰۱
امام ابوداودؒ نے کہا	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم:۸۳۲۹
ابن منجویہؒ نے کہا:	صحیح مسلم کے رجال میں ہیں	رجال مسلم رقم:۱۹۶۱
ابن العماد الحنبلیؒ نے کہا	صدوق	شذرات الذہب ۱/۲۵۴
امام عجلیؒ نے کہا:	ثقہ	معرفۃ الثقات رقم:۲۱۰۲
امام ابن مہدیؒ نے کہا	ثقات مشیخۃ الکوفۃ	تہذیب التہذیب رقم:۸۳۲۹

عاصم بن کلیبؒ ۱۳۷ھ

امام عجلیؒ نے کہا	ثقہ	معرفۃ الثقات العجلی رقم ۸۱۵
امام ابوحاتم نے کہا	صالح	الجرح وتعدیل رقم:۱۹۲۹
امام احمدؒ نے کہا:	لا باس بہ	الجرح وتعدیل رقم ۱۹۲۹
امام ابن شاہینؒ نے کہا	ثقہ	تاریخ اسماء الثقات:۸۳۳

احمد بن صالح مصری نے کہا	من الثقات	تاریخ اسماء الثقات ۸۳۳
احمد بن حجر نے کہا	صدوق	تقریب التہذیب:۳۷۰۵
حافظ ذہبی نے کہا	ثقہ	ذکر من تکلم رقم:۱۷۰
حافظ ابن منجویہ نے کہا:	صحیح مسلم کے راوی ہیں	رجال مسلم رقم:۱۳۳۵
حافظ ابن حبان نے کہا	متقنی الکوفیین	مشاہیر علماء الاوصار رقم ۱۳۰۵
امام ابن معین نے کہا:	ثقہ	من کلام ابی زکریا رقم:۶۳

کلیب بن شہابؒ:

امام عجلی نے کہا:	تابعی ثقہ	معرفۃ الثقات رقم:۱۵۵۵
ابوزرعہ نے کہا:	ثقہ	الجرح وتعدیل رقم:۹۳۶
ابن سعد نے کہا:	ثقہ	طبقات ابن سعد ۶/۱۲۳
حافظ ابن حجر نے کہا:	صدوق	تقریب التہذیب رقم:۵۶۷۰
حافظ ابن حبان نے اسے	کتاب الثقات میں لکھا	الثقات لابن حبان:۵۱۱۱

حضرت علی المرتضیٰؓ جلیل القدر صحابی امیر المومنین الکاشف رقم:۳۹۳۰

اس درج بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ لہٰذا اس حدیث کی سند بالکل بے غبار اور صحیح ہے۔ لہٰذا سند پر کسی قسم کا اعتراض باقی نہیں رہتا۔ اس حدیث کے دیگر سندیں بھی کتب احادیث میں موجود ہیں، لہٰذا ان احادیث کو ملاحظہ کیجئے۔

دوسری سند

" حدثنا علی بن عبدالعزیز قال ثنا ابو نعیم قال ثنا ابو بکر یعنی انہشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ انہ کان مع علی بصفین قال فکان یرفع یدیہ الاولی ولا یرفع فیما سوی ذلک " (الاوسط ابن المنذر ر:۱۳۴۳)

ترجمہ : عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین میں تھے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی مرتبہ رفع یدین کرتے اور پھر نماز میں دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

علی بن عبدالعزیز	ثقہ مامون	سوالات حمزۃ السہمی رقم:۳۸۹
ابونعیم	ثقہ ثبت	معرفۃ الثقات للعجلی رقم:۱۴۸۰
ابوبکر نہشلی	ثقہ	معرفۃ الثقات رقم:۲۱۰۲
عاصم بن کلیب	ثقہ	معرفۃ الثقات رقم:۸۱۵
کلیب بن شہاب	ثقہ	الجرح والتعدیل رقم:۹۴۶
حضرت علی المرتضیٰ	امیر المومنین	الکاشف رقم:۳۹۳۰

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

تیسری سند

"حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابوبکر النهشلی عن عاصم عن أبیه و کان من اصحاب علی رضی الله عنه عن علی مثله فحدیث عاصم بن کلیب [أن علیا رضی الله عنه کا یرفع یدفی اول تکبیرة من الصلاة ثم لا یرفع بعد۔ (شرح معانی الآثار رقم:۱۳۵۲)

ترجمہ : عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیشک نماز میں اول تکبیر (تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین کرتے پھر اس کے بعد رفع

یدین نہیں کرتے تھے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے راویوں کی توثیق مختصراً ملاحظہ کیجئے۔

ابن ابی داؤد البرلسی	امام حافظ المتقن	سیر اعلام النبلاء ۱۲/ ۶۱۲
احمد بن یونس	امام حجۃ الحافظ	سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۴۵۷
ابوبکر النہشلی	ثقہ	معرفۃ الثقات رقم:۲۱۰۲
عاصم بن کلیب	ثقہ	معرفۃ الثقات رقم:۸۱۵
کلیب بن شہاب	ثقہ	الجرح والتعدیل رقم:۹۴۶
حضرت علی المرتضیٰ ؓ	امیر المومنین	الکاشف رقم:۳۹۳۰

اس درج بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ لہٰذا یہ روایت بالکل صحیح، قابل اعتبار اور قابل استدلال ہے۔

چوتھی سند

"فان أبابکرة قد حدثنا قال ثنا ابو احمد ثنا ابوبکر النهشلی قال ثنا عاصم بن کلیب عن ابیه : أن علیا رضی الله عنه کان یرفع فی اول تکبیرة من الصلاة ثم لا یرفع بعد". (شرح معانی الآثار رقم:۱۳۵۲)

ترجمہ : عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیشک نماز میں اول تکبیرۃ (تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین کرتے پھر اس کے بعد نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کی راویوں کی مختصرا توثیق درج ذیل ہے۔

اَبا بکرۃ بکار بن قتیبۃ	علامہ محدث	سیر اعلام النبلاء ۱۲/ ۵۹۹
ابوبکر احمد الزبیری	ثقہ	تاریخ اسماء الثقات رقم: ۱۲۹۱
ابوبکر النہشلی	ثقہ	معرفۃ الثقات رقم: ۲۱۰۲
عاصم بن کلیب	ثقہ	معرفۃ الثقات رقم: ۸۱۵
کلیب بن شہاب	ثقہ	الجرح والتعدیل رقم: ۹۳۶
حضرت علی المرتضیٰ ؓ	امیر المومنین	الکاشف رقم: ۳۹۳۰

درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

پانچویں سند

" قال محمد اخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عاصم بن کلیب الجرمی عن أبیہ قال رایت علی بن ابی طالب رفع یدیہ فی التکبیرۃ الأولی من الصلوٰۃ المکتوبۃ ولم یرفعھما فیما سوی ذلک " (مؤطاء امام محمد رقم: ۱۰۵)

ترجمہ: عاصم بن کلیب اپنے والد سے راویت کرتے ہیں جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے انہوں نے کہا کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ تکبیر اولی کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے وہ تکبیر جس کے ساتھ نماز شروع کی جاتی ہے پھر پوری نماز میں کسی بھی جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

امام محمد بن حسنؒ	بحور العلم والفقہ	میزان الاعتدال رقم: ۳/ ۷۴۷۳
محمد بن آبان	ضعیف	الضعفاء والمتروکین رقم: ۵۱۲

عاصم بن کلیبؒ	ثقہ	معرفۃ الثقات رقم: ۸۱۵
کلیب بن شہابؒ	ثقہ	الجرح وتعدیل رقم: ۹۳۶
حضرت علی المرتضیٰ ؓ	امیر المومنین	الکاشف رقم: ۳۹۳۰

اس سند میں محمد بن ابان ضعیف راوی ہے مگر اس حدیث میں اس کا ضعف مضر نہیں کیونکہ ابوبکر النہشلی ثقہ راوی نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔ مزید یہ کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا محمد بن الحسن الشیبانی فقیہ العصر کو ضعیف قرار دینا بھی مردود ہے۔ محمد بن الحسن الشیبانی پر تمام اعتراضات کے جوابات ان شاء اللہ عنقریب طبع ہو کر عام لوگوں کے سامنے آجائیں گے۔

چھٹی سند

" قال محمد اخبرنا ابوبکر ابن عبداللہ النھشلی عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیہ و کان من اصحاب علی ان علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ کان یرفع یدیہ فی التکبیرۃ الاولی التی یفتتح الصلوٰۃ لا یرفعھا فی شی من الصلاۃ "۔ (موطاء امام محمد ص ۹۴)

ترجمہ: عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے انہوں نے کہا کہ بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ تکبیر اولی کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے وہ تکبیر جس کے ساتھ نماز شروع کی جاتی ہے پھر پوری نماز میں رفع یدین کسی جگہ بھی نہیں کرتے تھے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے راویوں کی مختصرا توثیق درج ذیل ہے۔

امام محمد بن حسن	فقیہ العصر۔	شذرات الذھب ۱/ ۳۱۵

امام محمدؒ اور قاضی ابو یوسفؒ پر اعتراضات کے جوابات کے لئے مستقلاً ایک کتاب زیر طبع ہے جو کہ عنقریب شائع ہو کر مطالعہ کے لیے دستیاب ہو گی۔

ابو بکر بن عبد اللہ النھشلی — ثقہ — معرفۃ الثقات رقم:۲۱۰۲
عاصم بن کلیب — ثقہ — معرفۃ الثقات رقم:۸۱۵
کلیب بن شھاب — ثقہ — الجرح والتعدیل رقم:۹۴۶
حضرت علی المرتضیٰؓ — امیر المومنین — الکاشف رقم:۳۹۳۰

اس درج بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

ساتویں سند

''حدثنا جعفر بن محمد قال: حدثنا اسماعیل بن ابان قال: حدثنا ابو بکر النھشلی عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیه عن علی بن ابی طالب انه کان یرفع یدیه فی التکبیرة اولی من الصلاة ثم لا یرفع'' (مصنفات ابی جعفر رقم:۵۴۲)

ترجمہ: عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تکبیر اولیٰ کے ساتھ رفع یدین کرتے اس کے بعد پھر (نماز میں) ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے راویوں کی مختصراً توثیق ملاحظہ کیجئے۔

ابو جعفر محمد بن عمرو — ثقہ — المعین فی طبقات المحدثین رقم:۱۴۴۶
جعفر بن محمد الصائغ — ثقہ صادقاً — تاریخ بغداد ۷/۱۸۵ رقم:۳۶۳۷
اسماعیل بن ابان الوراق — ثقہ — الکاشف رقم:۳۴۵
ابو بکر النھشلی — ثقہ — معرفۃ الثقات رقم:۲۱۰۲
عاصم بن کلیب — ثقہ — معرفۃ الثقات رقم:۸۱۵

کلیب بن شھاب — ثقہ — الجرح والتعدیل رقم:۹۴۶
حضرت علی المرتضیٰؓ — امیر المومنین — الکاشف رقم:۳۹۳۰

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں لہٰذا اس پر کسی قسم کا اعتراض اصول کی روشنی میں غلط ہے۔

غیر مقلد زبیر علیزئی کے اعتراضات کی تحقیق

قارئین کرام! گزشتہ صفحات پر میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث کی 7 سندیں بیان کر کے اس کی توثیق محدثین کرام سے پیش کی۔ اس کا واضح ثبوت یہ بھی ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی نے اپنی کتاب نور العینین ص ۱۶۵ پر اس حدیث پر دیگر اعتراضات تو نقل کیے مگر اس کی سند پر کوئی اعتراض نہ لکھا۔ جس سے کم از کم یہ بات تو ثابت ہوتی ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں اور یہ روایت ثابت ہے غیر مقلد زبیر علیزئی نے جو اعتراضات لکھے ان کی تحقیق پیش خدمت ہے۔

1: اعتراض: غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۶۵ پر لکھتا ہے۔

''مروی ہے کہ سفیان ثوری نے اس اثر کا انکار کیا ہے''۔ (جزء رفع یدین:۱۱)

جواب: قارئین کرام: تحقیق کے نام پر غیر مقلدین زبیر علیزئی نے جو طوفان بدتمیزی کھڑا کیا ہوا ہے اس کی مثال کسی دوسری جگہ کم ہی ملتی ہے۔ سفیان ثوری کے اس اعتراض میں کوئی وجہ نہیں لکھی کہ اس حدیث کو ضعیف کہنے کی وجہ کیا ہے لہٰذا مبہم جرح تو غیر مقلد زبیر علیزئی کو ہی مبارک ہو۔ مزید عرض یہ کردوں کہ امام بخاری نے سفیان ثوری کی جرح کی سند کچھ یوں بیان کی ہے۔

'' وقال عبدالرحمن بن مهدی ذکرت للثوری حدیث النهشلی عن عاصم بن کلیب فانکره ''۔ (جزء رفع یدین رقم:۱۱)

ترجمه : اور عبدالرحمٰن بن مهدی نے کہا: میں نے (سفیان) ثوری کے سامنے النهشلی عن عاصم بن کلیب والی روایت بیان کی تو انہوں نے اس کا انکار کیا۔

جناب آپ کو کیا معلوم نہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی پیدائش ۱۹۴ھ ہے؟ جبکہ عبدالرحمٰن بن مہدی کی وفات ۱۹۸ھ کی ہے۔ یعنی عبدالرحمٰن بن مہدی کی وفات کے وقت امام بخاریؒ صرف ۴ سال کے تھے۔ جناب آپ ذرا امام بخاری کا سماع عبدالرحمٰن بن مہدی سے تو ثابت کریں۔ لہٰذا ایسے منقطع حوالہ جات سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث پر اعتراض کرنا مردود ہے۔ جناب مسلکی حمایت میں منقطع روایات سے خود استدلال کرتے ہیں اور اگر مخالفین میں سے کوئی روایت پیش کرے تو آپ کا قلم تو اس کی تردید میں چلتا ہے۔ جناب آپ اپنی اس روش پر ذرا دھیان اور امت مسلمہ میں تفرقہ اور ائمہ اہل سنت پر زبان درازی سے پرہیز کریں۔

2: اعتراض : غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۶۵ پر لکھتا ہے۔

امام عثمان بن سعید الدارمی نے اس کو واہی (کمزور) کہا (السنن الکبریٰ ۲/۸۰ معرفۃ السنن والآثار ۱/۵۵۰)

جواب : قارئین کرام! عرض یہ ہے کہ امام دارمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو واہی کیوں کہا یہ بہت اہم ہے۔ کیونکہ جب تک حدیث پر اعتراض کی وجہ نہیں معلوم ہوگی اس وقت اعتراض کو سمجھنا اور جواب دینا مشکل ہوتا ہے اور بغیر وجہ کے صحیح سند پر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا آپ سب سے پہلے امام دارمی کے اعتراض کو پڑھیں۔

''قال عثمان الدارمی : فهذا قد روی من هذا الطریق الواهی عن علی وقد روی عبدالرحمن بن هرمز الاعرج عن عبیدالله بن ابی رافع عن علی : انه رآی النبی ﷺ یرفعهما عن الرکوع وبعد ما یرفع راسه من الرکوع . فلیس الظن بعلی رضی

الله عنه انه یختار فعله علی فعل النبی ﷺ ''۔ (السنن الکبریٰ رقم: ۲۶۳۷)

مفهوم : عثمان دارمی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث (ترک رفع یدین والی) اس سند سے کمزور ہے کیونکہ حضرت علی نے نبی کریم ﷺ سے رفع یدین کرنا روایت کیا ہے۔ تو یہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود ہی نبی اکرم ﷺ سے رفع یدین کرنا روایت کریں اور پھر اس کی مخالفت کریں۔

قارئین کرام! امام دارمیؒ کے اس درج بالا اعتراض سے معلوم ہوا کہ ان کا اعتراض بھی کوئی ایسا نہیں جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین والی روایت کو ضعیف بنا سکے۔ کیونکہ امام دارمی نے بغیر کسی راوی پر جرح نقل کیے بغیر ہی اس سند کو کمزور کہا جبکہ امام دارمی جس حدیث سے استدلال کر رہے ہیں وہ عبدالرحمٰن بن ابی زناد کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس کی تحقیق ان شاء اللہ آگے آئے گی۔ لہٰذا امام دارمی نے روایات کو ترجیح دینے کی کوشش کی ہے۔ امام دارمی کے اس اعتراض کا جواب مختلف محدثین کرام نے بڑی تفصیل کے ساتھ دیا ہے جو کہ پیش خدمت ہے۔

1: امام طحاوی کا جواب : امام طحاویؒ لکھتے ہیں۔

"فحدیث علی اذا صح ففیه اکثر الحجة من لا یری الرفع" (طحاوی ۱/۱۵۵)

یعنی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ثابت ہو چکی ہے تو اس میں تارکین رفع یدین کیلئے بھاری حجت ہے۔ امام طحاوی پھر امام عثمان دارمی کی پیش کردہ روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔ " وحدیث ابن ابی الزناد خطاء " (شرح معانی الآثار ۱/۱۵۵)

یعنی (امام دارمی کی پیش کردہ روایت) حدیث ابن ابی زناد کی وجہ سے خطاء ہے اور مزید لکھتے ہیں ان یکون نفسه سقیما " کہ یہ روایت (امام دارمی کی پیش کردہ) فی نفسہ ضعیف ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ ترک رفع یدین والی
حدیث صحیح ہے جبکہ حضرت علی سے اثبات رفع یدین والی حدیث جس سے امام دارمی نے
استدلال کیا، وہ ضعیف ہے۔

امام ماردینیؒ الترکمانی کا جواب:

محدث حافظ امام ماردینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔
"قلت كيف يكون هذا الطريق واهيا ورجاله ثقات قد رواه عن النهشلي جماعة
عن الثقات ابن مهدي واحمد بن يونس وغيرهما واخرجه ابن ابي شيبة في
المصنف عن وكيع عن النهشلي والنهشلي اخرج له مسلم وترمذي والنسائي
وغيرهم ووثقه ابن حنبل وابن معين وقال ابو حاتم شيخ صالح يكتب حديثه ذكره
ابن ابي حاتم وقال الذهبي في كتابه رجل صالح تكلم فيه ابن حبان بلا وجه
وعاصم تقدمه ذكره وابو كليب بن شهاب اخرج له ابو داؤد والترمذي والنسائي
وابن ماجه وقال محمد بن سعد ثقه . (الجواہر النقی ۲/۷۹)

ترجمہ: میں (علامہ ماردینی رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ یہ سند کیسے کمزور ہو سکتی ہے جبکہ اس
کے تمام راوی ثقہ ہیں اس کو روایت کیا ہے نہشلی سے ثقہ لوگوں کی جماعت نے ابن مہدی و
احمد بن یونس وغیرہم اور تخریج کی اس روایت کی ابن ابی شیبہ نے وکیع عن النہشلی سے۔ اور
امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ اور نسائیؒ وغیرہم نے نہشلی سے روایت لی ہے۔ امام احمد بن حنبل اور
ابن معین نہشلی کی توثیق کی ہے اور ابو حاتم نے کہا کہ یہ صالح اور شیخ ہیں اور ابن ابی حاتم نے
اس کا ذکر کیا کہ اس سے حدیث لکھی جاتی ہے اور امام ذہبی نے اپنی کتاب میں فرمایا نیک
آدمی ہے۔ ابن حبان نے بلا وجہ اس میں کلام کیا ہے اور عاصم کا ذکر پہلے سے گزر گیا ہے۔
اور اس کا باپ کلیب بن شہاب تخریج کی ہے اس سے امام ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے،

ابن سعد نے کہا کہ یہ ثقہ ہے۔

محدث ماردینی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں۔ "فكيف يكون هذا الطريق واهي الذي
روي من الطريق الواهي هو ما رواه ابن ابي رافع عن علي لان في سنده
عبدالرحمن بن ابي الزناد وتقدم ذكره في الباب اسابق "(الجواہر النقی ۲/۷۹)

یعنی یہ سند (حضرت علی سے ترک رفع یدین والی روایت) کیسے واہی (کمزور) ہو سکتی ہے
بلکہ کمزور وہ سند ہے (رفع یدین کرنے کی) جو کہ ابن ابی رافع عن علیؓ روایت کی ہے، کیونکہ
اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن ابی زناد ہے (ضعیف) اور اس کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔

حافظ ترکمانیؒ نے وہاں لکھا تھا۔ "قلت ابن ابي الزناد وهو عبدالرحمن قال ابن
حنبل مضطرب الحديث وقال هو وابو حاتم لايحتج به وقال عمرو بن
علي تركه ابن مهدي" (جواہر النقی ۲/۷۳)

یعنی ابن حنبل نے کہا کہ وہ مضطرب الحدیث ہے اور ابن حنبل اور ابو حاتم نے کہا کہ اس سے
احتجاج نہیں کیا جا سکتا اور عمرو بن علی نے کہا کہ اس کو ابن مہدی نے (بسبب ضعیف ہونے
کے) ترک کر دیا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ ابن ترکمانیؒ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع یدین
والی حدیث صحیح ہے۔ جبکہ امام دارمیؒ کے اعتراض کا جواب انہوں نے بڑے ہی زوردار
انداز میں دے کر اس جرح کو ناقابل قبول ثابت کیا ہے۔

محدث ابن دقیق العیدؒ کا جواب:

امام ابن دقیق العیدؒ اس روایت پر امام عثمان دارمیؒ کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں۔
"وتعقبه ابن دقيق العيد في الامام بان ما قاله ضعيف فانه جعل روايته مع
حسن ظن بعلي في ترك المخالفة دليلا على ضعف هذا الرواية وخصمة

بعکس الامر ویجعل فعل علی بعد الرسول دلیلا علی نسخ المخالفة دلیلا
علی ضعف هذا الروایة وخصمه بعکس الامر ویجعل فعل علی بعد
الرسول دلیلا عل نسخ ما تقدم" (التعلیق الممجد ص ۹۲، نصب الرایہ ۱/۴۱۳)

امام ابن دقیق نے اپنی کتاب الامام میں اس کا تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ دارمی نے جو کچھ کہا ہے وہ ضعیف ہے کیونکہ انہوں نے بقول خود رفع یدین کی روایت کو جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ترک رفع یدین کے عمل کے ضعیف ہونے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حسن ظن کرتے ہوئے دلیل پکڑی ہے تو اس صورت میں مخالف کو بھی حق پہنچتا ہے کہ وہ اس معاملہ میں اس کے برعکس کرکے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حسن ظن کرتے ہوئے ترک رفع یدین کے عمل کو رفع یدین کے لئے ناسخ بنا ڈالے۔

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ امام عثمان دارمی کا اعتراض صحیح نہیں اور دیگر محدثین کرام نے امام عثمان دارمی کے اعتراض کو رد کرتے ہوئے تفصیل سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث پر اعتراض کرنا اصول کے خلاف ہے۔

3۔**اعتراض:** غیر مقلد زبیر علی زئی نور العینین ص ۱۶۵ پر لکھتا ہے۔

"امام شافعی نے اسے غیر ثابت کہا"۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۸۱)

جواب: عرض یہ ہے کہ پہلے آپ اس جرح کی سند اور متن ملاحظہ فرمائیں تاکہ صورتحال واضح ہو جائے۔امام بیہقی السنن الکبریٰ ۲/۸۱ پر لکھتے ہیں۔

قال الزعفرانی قال الشافعی فی القدیم: ولا یثبت عن علی وابن مسعود.

یعنی زعفرانی نے کہا کہ امام شافعیؒ نے قدیم (پہلے) فرمایا کہ حضرت علی وابن مسعود عنہما سے ثابت نہیں۔

جناب کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پیش کردہ حوالے کی سند متصل نہیں ہے؟۔ منقطع سند پیش کر کے عام لوگوں کو بہکانے کا سلسلہ اب چھوڑ دیں۔کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ یہ قول امام شافعی رحمہ اللہ کا قدیم قول ہے؟ جیسا کہ آپ کے پیش کردہ حوالے میں صاف لکھا ہے۔ "قال الشافعی فی القدیم" جناب منقطع اور قدیم مرجوح حوالے آپ ہی کو مبارک ہوں مگر یاد رہے کہ ایسے حوالہ جات سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث کو آپ ضعیف ثابت نہیں کر سکتے۔اگر علمی ہمت ہے تو اس کی سند پر جرح کر کے دکھائیں۔مگر اس جرح کا علمی جواب پھر بھی سننا پڑے گا۔

قارئین کرام! اس مقام پر مناسب ہوگا کہ محدث ابن ترکمانی رحمہ اللہ کا حوالہ پیش کر کے اس جرح کی حقیقت واضح کی جا سکے۔

امام ابن ترکمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔"قلت تقدم تصحیح الطحاوی ذلک عن والسند بذلک صحیح کما مر والثبت مقدم علی النافی" (الجوہر النقی ص ۷۹)

ترجمہ: میں (ابن ترکمانی) کہتا ہوں کہ پہلے امام طحاوی کی تصحیح گزر چکی ہے اور اس کی سند بھی صحیح ہے اور ثابت نفی پر مقدم ہوتا ہے۔قارئین کرام! درج بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ زبیر علیزئی غیر مقلد کے پیش کردہ قول کی تو سند ہی منقطع ہے دوم یہ کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول اگر بر سبیل تنزل مان بھی لیا جائے تو یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قدیم قول تھا، جبکہ جدید قول اس کے برعکس تھا لہٰذا منسوخ اور مرجوح قول کو پیش کرنا باطل اور مردود ہے۔

4:**اعتراض:**۔ غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۶۵ پر لکھتا ہے۔

"امام احمد نے گویا اس کا انکار کیا ہے"۔ (المسائل لاحمد ۱/۳۴۳)

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی نے عام لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔کیونکہ عام لوگوں کو ان کتابوں تک دسترس نہیں ہوتی لہٰذا اس کا فائدہ اٹھا کر جو بھی

مرضی میں آئے لکھتے جاتے ہیں مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ حق تو آخر حق ہی ہوتا ہے۔ قارئین کرام آپ ذرا امام احمد بن حنبلؒ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں اور پھر زبیر علی زئی کی دغابازی کا فیصلہ خود کریں۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں " قال ابی لم یروہ عن عاصم غیر ابی بکر النہشلی اعلمہ" (العلل ومعرفۃ الرجال رقم:۷۱۷)

ترجمہ : (امام احمد بن حنبل) نے کہا کہ عاصم بن کلیب سے ابی بکر نہشلی کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کی۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع یدین والی حدیث عاصم بن کلیب سے ابی بکر نہشلی نے ہی روایت کی ہے۔

قارئین کرام! اس حوالے میں امام احمد بن حنبل نے تو اس حدیث کا انکار نہیں کیا بلکہ سند کے راوی عاصم بن کلیب سے ابوبکر النہشلی کے اکیلے روایت کرنے کے بارے میں کہا ہے۔ یہ اصول تو آپ کو قبول ہے کہ ثقہ راوی کی روایت قابل قبول ہوتی ہے اگرچہ ایک ہی سند سے کیوں نہ ہو۔

دوم: اس حوالے میں امام احمد بن حنبل نے " اعلمہ " کہہ کر اپنے علم کے مطابق لکھا ہے۔ جبکہ پچھلے صفحات میں گذر چکا ہے کہ عاصم بن کلیب سے روایت کرنے میں ابوبکر نہشلی (ثقہ) منفرد نہیں بلکہ محمد بن ابان (ضعیف) نے عاصم بن کلیب سے روایت کر کے ابوبکر نہشلی کی متابعت بھی کر رکھی ہے۔ اگر اس روایت میں تنہا ابوبکر نہشلی ہی کیوں نہ ہوتے پھر بھی اصول حدیث کی روشنی میں ثقہ راوی کی منفرد روایت اگر کسی اوثق کے خلاف نہ ہو تو قابل قبول ہوتی ہے۔

سوم: امام احمد نے گویا اس کا انکار کیا ہے (المسائل لاحمد ۱/۳۴۳) کہ حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ یہ امام احمد بن حنبل کا اپنا قول نہیں بلکہ المسائل لاحمد کے راوی عبداللہ بن احمد جو

کہ امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے ہیں ان کا اپنا فہم ہے۔ جبکہ امام احمد بن حنبل کے مقابلے میں ان کے بیٹے کا فہم مضبوط نہیں ہے۔

جناب اگر آپ کو میری گذارشات پر اعتراض ہو تو عرب کے مشہور عالم بشیر علی عمر کی تصریح ملاحظہ فرمائیں۔

" وفی ھذہ الروایۃ ینفی الامام احمد العلم بوجود متابع لأبی بکر النھشی ، وھذا دون مطلق النفی ومع ذلک فھم ابنہ عبداللہ أنہ ینکرہ ، وھذا المعرفۃ بأن من منھجۃ اطلاق الانکار علی الحدیث الذی تفرد بہ روایۃ . وابوبکر النھشلی ھو ابوبکر بن عبداللہ بن قطاف وقد وثقہ أحمد والصحیح أن ھذا الحدیث لم ینفرد بروایتہ عن عاصم بن کلیب ، فقد تابعہ محمد بن أبان عن عاصم بمثلہ ، أخرجہ محمد بن الحسن الشیبانی وذکرہ الدارقطنی تعلیقاً ، ولعل من اجل ھذا لم یجزم امام احمد ینفی وجود المتابع لہ ، بل نفی علمہ بذلک فحسب " (منہج امام احمد ۲/۷۸۹)

ترجمہ : اس روایت میں کہ امام احمد اس بات کی نفی کرتے ہیں کہ ان کے علم کے مطابق ابوبکر النہشلیؒ کیلئے کوئی متابع نہیں۔ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ اس کا کوئی دوسرا متابع موجود ہی نہ ہو۔ دوسری بات یہ کہ، ان کے بیٹے یہ سمجھے ہیں کہ امام احمد نے متابع کی نفی کی لہذا یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا ان کے بیٹے جو سمجھے وہ صحیح بھی ہو۔ ابوبکر النہشلی سے مراد ابوبکر بن عبداللہ بن قطاف ہیں ان کو امام احمد نے ثقہ قرار دیا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ عاصم بن کلیب سے یہ حدیث کلیب سے یہ حدیث روایت کرنے میں وہ منفرد نہیں بلکہ عاصم سے محمد بن ابان نے ان کی متابعت کی ہے۔ امام محمد نے اس کی تخریج کی اور دار قطنی نے اسے تعلیقاً ذکر کیا اسی لئے امام احمد نے یقین کے ساتھ متابع کی نفی نہیں کی بلکہ

یہ کہا کہ میرے علم کے مطابق اس کا کوئی متابع نہیں۔

اس درج بالا حوالہ سے درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں۔

1: اس روایت کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ نے انکار نہیں کیا بلکہ یہ الفاظ ان کے بیٹے عبداللہ بن احمد بن حنبل کا اپنا فہم ہے۔

2: امام احمدؒ نے صرف ابوبکر النھشلی کے تفرد کا کہا ہے۔ جبکہ ابوبکر نھشلی کو خود امام احمد نے ثقہ کہا ہے۔

3: اس روایت میں ابوبکر النھشلی (ثقہ) کی متابعت محمد بن ابان نے بھی کی ہے۔

4: امام احمد نے ابوبکر نھشلی کے متابع کا انکار نہیں کیا بلکہ اپنے علم کی وسعت کا انکار کیا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ امام احمد کی جرح بھی مطلقاً نہیں بلکہ اپنے علم کے مطابق انکار کیا ہے۔ دیگر ازاں اگر ابوبکر بن النھشلی منفرد بھی ہو تو ثقہ ہونے کی وجہ سے یہ روایت صحیح اور ثابت ہے۔

اس لئے امام احمد کا حوالہ پیش کرنا بھی اصول کے مطابق غلط ہے۔

5۔ **اعتراض**: غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۶۵ پر لکھتا ہے۔

''امام بخاری نے جرح کی''۔ (جزء رفع یدین:۱۱)

جواب: عرض یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند پر کوئی اعتراض وارد نہیں کیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی ترجیح کا موقف اختیار کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے اپنے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

" حديث عبيدالله أصح ، مع ان حديث كليب هذا لم يحفظ رفع الأيدي وحديث عبيد الله هو شاهد " (جزء رفع یدین رقم:۱۱)

اور عبیداللہ کی حدیث زیادہ صحیح ہے ساتھ اس کے کہ کلیب کی اس حدیث میں رفع یدین کو یاد نہیں رکھا گیا اور عبیداللہ کی حدیث (اثبات) گواہ ہے۔ اس درج بالا حوالہ سے واضح ہے

کہ امام بخاری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین والی حدیث کی سند پر کسی قسم کا اعتراض نقل نہیں کیا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث کو اصح کہہ کر ترجیح دی ہے۔ اور اس ترجیح والے مسلک کا جواب پچھلے صفحات میں ابن دقیق العید کے حوالے سے تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے۔ دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث پر محدثین کرام کی جرح ثابت ہے لہٰذا ضعیف روایت کو ترجیح دینا صرف اور صرف احناف سے مسلکی تفاوت کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ اعتراض بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث کو ضعیف ثابت نہیں کر سکتی۔

لہٰذا جب سند صحیح ہے تو بغیر علت قادحہ کے اس روایت کو کیسے ضعیف کہہ سکتے ہیں۔ جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث تو آپ کے اپنے مسلمہ اصول کے تحت بھی صحیح ہے۔ لہٰذا ایسا اعتراض نقل کرنا (جس کا اصول میں کوئی اہمیت نہیں) غلط اور مردود ہے۔

6: **اعتراض**: غیر مقلد زبیر علی زئی نور العینین ص ۱۶۵ پر لکھتا ہے۔

''ابن ملقن نے اسے ''ضعیف لا یصح عنہ'' کہا''۔ (البدر المنیر ۴۹۹/۳)

جواب: عرض یہ ہے کہ غیر مقلد زبیر علیزئی نے حافظ ابن ملقن کو اپنی کتاب انوار الطریق ص ۱۱۴ پر مشہور صوفی حافظ سراج الدین...... ابن ملقن لکھا ہے۔ جناب اپنی مرضی ہو تو صوفیاء کرام کے حوالہ جات سے استدلال کرتے ہیں مگر جب اپنی مرضی نہ ہو تو صوفیاء کرام پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے ذرا بھی شرم نہیں آتی ہے۔ مزید یہ کہ زبیر علیزئی کے پیش کردہ حافظ ابن ملقن کے حوالہ میں اسے ضعیف کہنے کی کوئی وجہ نہیں بتائی۔ لہٰذا دیگر محدثین کرام کے نزدیک مفسر تصحیح کے مقابلہ میں مبہم جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس حوالہ کو نقل کرنا صحیح نہیں ہے۔

قارئین کرام! اس درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حضرت علی سے مروی ترک رفع یدین کی صحیح حدیث کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلانا باطل اور مردود ہے اور غیر مقلد زبیر علیزئی کے پیش کردہ تمام حوالہ جات ان کے اپنے مسلمہ اصول کے مطابق صحیح نہیں ہیں۔ لہٰذا اس حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

حدیث حضرت علیؓ کو صحیح کہنے والے محدثین کرام

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین والی حدیث کو متعدد محدثین کرام نے تصحیح یا روایت کی ہے۔

#	محدث	قول	حوالہ
1	امام طحاویؒ نے کہا:	فحدیث علی اذا صح	شرح معانی الآثار ۱/۱۵۵
2	امام ابن ترکمانیؒ نے کہا:	رجالہ ثقات	الجوہر النقی ۲/۷۸
3	امام ابن دقیق العید	مائل بہ تصحیح	نصب الرایہ ۱/۴۱۳
4	علامہ بدر الدین عینیؒ نے کہا	صحیح علی شرط مسلم	عمدۃ القاری ۵/۲۷۳
5	محدث مغلطائیؒ	مائل بہ تصحیح	شرح ابن ماجہ ۱/۱۴۷۳
6	حافظ زیلعیؒ نے کہا	وھو اثر صحیح	نصب الرایہ ۱/۴۰۶
7	حافظ ابن حجرؒ نے کہا:	رجالہ ثقات	الدرایہ ۱/۱۵۲
8	امام دارقطنیؒ نے کہا	موقوفاً صواباً	العلل دارقطنی ۴/۱۰۶
9	ملا علی قاری	مائل بہ تصحیح	الاسرار المرفوعہ ۱/۴۹۳
10	محدث قاسم بن قطلوبغا	سندہ ثقات	التعریف والاخبار ص ۳۰۹

ترک رفع الیدین اور حضرت ابو ہریرۃؓ

قارئین کرام! رفع الیدین کے مسئلہ میں غیر مقلدین حضرات ہمیشہ سے ہی سختی کرتے رہے ہیں مگر اصول کی روشنی میں یہ روش اور درست نہیں ہے۔ اگر مسلکی حمایت سے بالاتر ہو کر تحقیق کی جائے تو بہت سارے حقائق سامنے آتے ہیں۔ رفع الیدین کے مسئلہ پر غیر مقلدین حضرات صحابی رسول ﷺ حضرت ابو ہریرۃؓ سے اثبات رفع الیدین کی دلیل دیتے ہیں کہ وہ متاخر الاسلام صحابیوں میں سے ہیں اور ان کا رفع الیدین کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے آخر تک رفع الیدین کیا مگر عرض یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرۃؓ سے اثبات رفع الیدین کی احادیث کی سند معتبر نہیں جس کا جائزہ ہم ان شاء اللہ پیش کریں گے۔ مگر فی الحال حضرت ابو ہریرۃؓ سے ترک رفع الیدین کی روایت کا جائزہ قارئین کرام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تاکہ عام لوگ بھی تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

قیس بن ابی حازمؒ کی نماز حضرت ابو ہریرۃؓ کے مشابہت تھی

حضرت قیس بن ابی حازمؒ جو کہ ثقہ اور جلیل القدر تابعی ہیں جنہوں نے کئی صحابہ کرام کی نماز کو ملاحظہ کیا۔ ان کی نماز بالکل حضرت ابو ہریرۃؓ کی طرح تھی۔ جو فعل حضرت ابو ہریرۃؓ نے کیا بالکل اسی طرح قیس بن ابی حازمؒ نے بھی نماز میں کیا۔ لہٰذا اس کا ثبوت ملاحظہ کیجئے۔

حدثنا ابن نمير حدثنا اسماعيل بن ابی خالد عن ابيه قال كان ابو هريرة يصلی بالمدينة نحواً من صلاة قيس بن ابی حازم۔ (مسند امام احمد رقم الحديث :10443، مسند احمد رقم الحديث:9637)

ترجمہ: امام ثقہ اسماعیل بن ابی خالد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرۃؓ مدینہ میں بالکل ویسے ہی نماز پڑھتے جیسے کہ (ثقہ تابعی) قیس بن ابی حازمؒ پڑھتے ہیں۔

«سند کی تحقیق»

ا۔عبداللہ بن نمیر 199ھ	ثقہ	تقریب التہذیب:3668
۲۔اسماعیل بن ابی خالد 146ھ	ثقہ ثبت (تابعی)	تقریب التہذیب:438
۳۔ابو خالد البجلی	وثق	الکاشف:6599
۴۔ابو ہریرہؓ 57ھ	صحابی جلیل	تقریب التہذیب:8426

اس سند کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں۔

دوسری سند

حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة حدثنا ابن ادریس عن اسماعیل عن ابیه قال: کان ابی یصلی خلف ابی هریرة بالمدینة قال: و کانت صلاة نحواً من صلاة قیس. (مسند ابی یعلی رقم:6422، مصنف ابن ابی شیبۃ رقم الحدیث:4703)

ترجمہ: اسماعیل اپنے والد (ابو خالد) سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد حضرت ابوہریرۃ کے پیچھے مدینہ منورہ میں نماز پڑھتے تھے اور فرماتے ہیں کہ جناب ابوہریرہؓ کی نماز قیس بن ابی حازمؒ کی نماز جیسی تھی۔

«سند کی تحقیق»

اس سند کے راویوں کی ثقاہت درج ذیل ہے۔

ا۔ابو بکر بن ابی شیبہؒ	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب:3575
۲۔عبداللہ بن ادریسؒ	ثقہ فقیہ	تقریب التہذیب:3207
۳۔اسماعیل بن ابی خالدؒ (تابعی) ثقہ ثبت		تقریب التہذیب:438
۴۔ابو خالد البجلیؒ	وثق	الکاشف:6599
۵۔حضرت ابوہریرہؓ	صحابی جلیل	تقریب التہذیب:8426

اس درج بالا صحیح سند سے معلوم ہوا کہ جلیل القدر تابعی قیس بن ابی حازم البجلیؒ کی نماز بالکل

حضرت ابوہریرہؓ کی نماز جیسی تھی۔ یہاں چند امور پیش خدمت ہیں۔

اول۔ اس سند میں اسماعیل بن ابی خالد خود جلیل القدر تابعی ہیں اور انہوں نے کئی صحابہ کرام سے حدیث کا سماع کیا۔ لہذا ان کا یہ قول بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

دوم۔ اس روایت میں اسماعیل بن ابی خالد پر تدلیس کا الزام ہے مگر محدثین کرام نے صرف چند احادیث جو کہ امام شعبی سے تھیں ان پر اعتراض کیا اور مزید یہ کہ اگر مدلس مان بھی لیا جائے تو وہ طبقہ ثانیہ کے مدلس ہیں جن کی تدلیس حدیث کے لئے مضر نہیں ہوتی ہے۔

سوم۔ یہ کہ اس سند میں اسماعیل بن ابی خالد سے تدلیس نہیں ہوئی کیونکہ اس روایت میں وہ اپنے والد ابو خالد البجلی کا مشاہدہ پیش کر رہے ہیں۔ لہذا تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہے۔

چہارم۔ یہ کہ مدلس راوی کی روایت میں سماع معلوم ہو جائے تو صیغہ عن سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ لہذا اس سند پر ایسے مذموم اعتراض اصول حدیث کی روشنی میں باطل اور مردود ہیں۔

جب درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ قیس بن ابی حازمؒ کی نماز بالکل حضرت ابو ہریرہؓ کی نماز جیسی تھی۔ اب تحقیق یہ ہے کہ حضرت قیس بن ابی حازمؒ جلیل القدر تابعی کی نماز کیسی تھی؟ لہذا درج ذیل تحقیق پیش خدمت ہے۔

قیس بن ابی حازمؒ صرف شروع میں رفع الیدین کرتے تھے

حدثنا یحیٰ بن سعید عن اسماعیل قال: کان قیس یرفع یدیه اول ما یدخل فی الصلاة . ثم لا یرفعهما. (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث:2464)

ترجمہ: اسماعیل بن ابی خالد (ثقہ تابعی) کہتے ہیں کہ قیس بن ابی حازمؒ شروع نماز میں (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع الیدین کرتے تھے پھر پوری نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

«سند کی تحقیق»

ا۔ابو بکر بن ابی شیبہ	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب:3575

۲۔ یحییٰ بن سعید القطان 198ھ ثقہ متقن تقریب التہذیب: 7557

۳۔ اسماعیل بن ابی خالد (تابعی) 146ھ ثقہ ثبت تقریب التہذیب: 438

۴۔ قیس بن ابی حازم 98ھ ثقہ تقریب التہذیب: 5566

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں۔ اس سند کی اہم بات یہ ہے کہ اسماعیل بن ابی خالد نے خود بہت سارے صحابہ کو دیکھا اور روایت لی اور مزید یہ کہ قیس بن ابی حازمؒ خود جلیل القدر تابعی ہیں۔ انہوں نے بہت سارے اکابر صحابہ کو دیکھا اور ان سے حدیث کی سماعت کی اور بعض محدثین کرام نے تو انہیں صحابی شمار کیا ہے۔ بہر حال قیس بن ابی حازمؒ صحابی ہوں یا تابعی مگر ان کا ترک رفع الیدین ثابت ہے۔ قیس بن ابی حازمؒ کا رفع الیدین نہ کرنا ان کا اپنا ذاتی فعل تو ہر گز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اول یہ کہ اسماعیل بن ابی خالد نے اپنے والد سے بیان کر دیا ہے کہ قیس بن ابی حازم کی نماز بالکل حضرت ابو ہریرہؓ کی نماز جیسی تھی، اور قیس بن ابی حازمؒ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ جس سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا عمل بھی ترک رفع الیدین ہی تھا۔ لہذا حضرت ابو ہریرہؓ کی اس واضح حدیث کے مقابلے میں ضعیف سند سے مروی اثبات رفع الیدین والی روایت پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔

لہذا نبی کریم ﷺ کا آخری عمل ترک رفع الیدین ہی ہے۔ اس مقام پر مزید عرض کر دوں کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث ملاحظہ کریں اور پھر درج بالا تحقیق کی روشنی میں اس حدیث کا مطلب واضح ہو جائے گا۔ کیونکہ اصول الحدیث کا ایک قاعدہ ہے کہ بعض احادیث دیگر احادیث کی تفسیر یا مفہوم ہوتی ہیں۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: "الحدیث اذا لم تجمع طرقه لم تفهمه و الحدیث یفسر بعضه بعضا." (الجامع الاخلاق الراوی 212/2) مفہوم: یعنی جب تک حدیث کے طرق جمع نہ لئے جائیں حدیث کی سمجھ نہیں آتی اور کچھ احادیث بعض احادیث کی تفسیر ہوتی ہیں، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث ہے۔

حدثنا مالک عن نعیم بن المجمر و ابی جعفر القاری انهما اخبرنا ان ابا هریرةؓ کان یصلی بهم فیکبر کلما خفض و رفع و کان یرفع یدیه حین یکبر یفتتح الصلاة۔ (موطا امام مالک بروایۃ مصعب 81/1، رقم الحدیث: 208)

ترجمہ: امام مالک بن انس وہ نعیم بن المجمر اور ابو جعفر القاری سے روایت کرتے ہیں۔ یہ دونوں اس بات کی خبر دیتے ہیں کہ جناب سیدنا ابو ہریرہؓ نماز پڑھاتے تھے، ہر اونچ نیچ کے وقت (دونوں حضرات) تکبیر کہتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ جب شروع نماز کی تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے تھے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

۱۔ امام مالک بن انس 179ھ الفقیہ امام تقریب التہذیب: 6425

۲۔ نعیم بن عبد اللہ المجمر ثقہ تہذیب التہذیب: 839

۳۔ ابو جعفر القاری ثقہ تقریب التہذیب: 8021

۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ صحابی جلیل تقریب التہذیب: 8426

اس سند کے تمام راوی ثقہ اور مضبوط ہیں۔ لہذا قیس بن ابی حازم کا حضرت ابو ہریرہؓ کی نماز جیسی نماز پڑھتے ہوئے ترک رفع یدین یہ ثابت کرتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ بھی رفع الیدین نہیں کیا کرتے تھے۔ اس لئے ثقہ فقیہ مجتہد امام محمد بن حسن الشیبانی نے اس درج بالا حدیث سے ترک رفع یدین ہی مراد لیا ہے۔

امام محمد لکھتے ہیں۔ "فهذا حدیثکم موافق لعلیؓ و ابن مسعودؓ" یعنی یہ حدیث حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ (یعنی ترک رفع الیدین) کے موافق ہے۔

لہذا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ امام ابو داؤدؒ بھی ترک رفع الیدین کے باب میں حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوع روایت لائے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ترک رفع الیدین

نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ترک رفع یدین پر عمل پیرا ہے۔لہٰذا ان کی روایات ملاحظہ کیجئے۔

حدثنا وکیع عن مسعر عن ابی معشر عن ابراهیم عن عبدالله انه یرفع یدیه فی اول ما یفتتح ثم لا یرفعهما " (مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر:2458)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

1:	وکیع بن الجراح	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم:۷۴۱۴
2:	مسعر بن کدام	ثقہ ثبت	تقریب التہذیب رقم:۶۶۰۵
3:	ابی معشر زیاد بن کلیب	ثقہ	تقریب التہذیب رقم:۲۰۹۶
4:	ابراہیم نخعی رحمہ اللہ	ثقہ	تقریب التہذیب رقم:۲۷۰
5:	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	کبار العلماء من الصحابۃ	تقریب رقم:۳۶۱۳

اس درج بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

غیر مقلد زبیر علی زئی کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

غیر مقلد زبیر علی زئی اس روایت کے بارے میں عام لوگوں کو شک میں ڈالنے کے لئے لکھتا ہے۔

اعتراض : سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۳۲ یا ۳۳ ہجری کو فوت ہوئے۔۔ اور ابراہیم بن یزید نخعی ۳۷ ہجری کے بعد پیدا ہوئے تھے" لہٰذا یہ سند منقطع ہے۔(نور العینین ص ۱۲۶)

جواب : عرض یہ ہے کہ اس اعتراض کی حقیقت کے لئے محدثین کرام کے اقوال جاننا بہت ضروری ہیں۔

1: امام ترمذیؒ کی تحقیق : امام ترمذی لکھتے ہیں۔

حدثنا ابوعبیدة بن ابی السفر الکوفی حدثنا سعید بن عامر عن شعبه عن سلیمان الاعمش قال : قلت لابراهیم النخعی أسند لی عن ابن مسعود رضی الله عنه ، فقال ابراهیم ! اذا حدثتک عن رجل عن عبدالله فهو الذی سمیت ، واذ قلت قال عبدالله فهو عن غیر واحد عن عبدالله . (علل الترمذی صغیر من الجامع ۵/۷۵۵)

ترجمہ : سلیمان الاعمشؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک سند کا پوچھا تو ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرمایا: جب میں کسی شخص کا درمیان میں ذکر کروں تو وہ حدیث میں نے صرف اسی سے سنی ہوتی ہے اور جب میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا نام لوں تو وہ میں نے کئی اشخاص سے سنی ہوتی ہے۔

حافظ ابن عبدالبرؒ کی تحقیق :

حافظ ابن عبدالبر تحقیق کرتے ہوئے ابراہیم نخعی کی مرسل کو انکی مسند سے زیادہ صحیح مانتے ہوئے لکھتے ہیں۔" حدثنا عبدالوارث بن سفیان قال قاسم بن اصبغ قال حدثنا احمد بن زهیر قال حدثنا احمد بن حنبل قال محمد بن جعفر قال حدثنا شعبه عن سلیمان الاعمش قال قلت لابراهیم : اذا حدثتنی حدیثاً فاسنده فقال اذا قلت عن عبدالله یعنی ابن مسعود فاعلم أنه عن غیر واحد واذا سمیت لک أحد فهو الذی سمیت. (التمہید ۱/۳۴)

مفہوم : سلیمان الاعمش نے ابراہیم نخعیؒ سے کہا کہ جب حدیث بیان کریں تو اس کی

سند بھی بتادیا کریں تو ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا کہ جب میں عن عبداللہ بن مسعود سے بیان کروں تو یہ میں نے کئی اشخاص سے سنی ہوتی ہے اور جب میں نے کسی ایک سے سنی ہوتی ہے تو پھر میں نے صرف اسی راوی سے ہی سنی ہوتی ہے۔

امام طحاویؒ کی تحقیق: امام طحاوی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فان قالوا ما ذکرتموه عن ابراهیم عن عبدالله غیر متصل قیل لهم کان ابراهیم اذا ارسل عن عبدالله لم یرسله الا بعد صحة عنده وتواتر الروایة عن عبدالله قد قاله الاعمش اذا حدثنی فاسند فقال اذا قلت لک قال عبدالله فلم اقل ذلک حتی حدثیه جماعة عن عبدالله واذا قلت حدثنی فلان عن عبدالله فهو الذی حدثنی "۔ (شرح معانی الآثار ۱/۳۶۴)

ترجمہ: امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اگر وہ کہیں کہ جو کچھ تم نے بواسطہ ابراہیم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ غیر متصل ہے تو ان سے کہا جائے گا کہ حضرت ابراہیم صرف ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس وقت ارسال کرتے ہیں جب وہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ مروی ہوتی ہے۔ حضرت اعمش نے ان سے کہا مجھ سے حدیث بیان کرتے وقت سند ذکر کیا کریں ۔انہوں نے فرمایا جب میں تم سے کہوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا تو میں یہ بات اس وقت کہتا ہوں جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک جماعت بیان کرتی ہے اور جب میں یہ کہتا ہوں کہ فلاں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے بیان کیا تو یہ اسی شخص سے ہی ہوگی جس نے مجھ سے بیان کیا۔

اسی طرح کا قول حافظ ابن سعد نے اپنی کتاب الطبقات الکبریٰ ۲۸۰/۶ ابوزرعہ الدمشقی نے تاریخ ص ۳۴۶ پر بیان کیا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی کا حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرنا کی وجہ سے لغوی طور پر تو مرسل کا اطلاق ہوسکتا ہے مگر ان کی روایت اصطلاحی طور پر مرسل یا منقطع ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے یہ واضح طور پر اعلان کردیا ہے کہ اگر روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام ذکر کروں تو یہ روایت میں نے ایک جماعت سے سنی ہوتی ہے۔

اعتراض: غیر مقلد زبیر علیزئی اس درج بالا تصریحات پر لکھتا ہے۔

" اگر کہا جائے کہ یہ روایت ابراہیم نخعی نے غیر واحد (کئی اشخاص سے سنی ہے یا ایک جماعت سے سنی ہے۔ (نصب الرایہ ۱/۴۰۷) تو اس کا جواب یہ ہے کہ غیر واحد اور جماعت دونوں نامعلوم اور غیر متعین ہیں لہٰذا ان سے استدلال مخدوش ہے۔ حافظ گوندلوی لکھتے ہیں:..... یہ عبارت مرویات ابراہیم کے قابل حجت ہونے پر دال نہیں ہے۔

اوّل: اس لئے کہ ممکن ہے دو تین کوئی جمع ہو کر اسے حدیث سنائیں اور وہ تینوں ضعیف الحافظہ ہوں۔

ثانیا: پتا نہیں کہ سلسلہ اسناد عبداللہ تک کتنے واسطوں سے پہنچتا ہے۔ بعض اوقات تابعی اور صحابی کے درمیان دو چار بلکہ سات واسطے بھی ہوتے ہیں، ان کے متعلق تحقیقات نہایت ضروری ہیں۔

ثالثا: ممکن ہے ابراہیم کے نزدیک وہ ثقہ ہوں مگر دیگر ائمہ فن کے ہاں ضعیف ہوں۔ والجرح مقدم علی التعدیل، تعدیل مبہم مقلد کا مایہ ناز ہوسکتی ہے ایک تشنہ تحقیق کی سیرابی کے لئے ناکافی ہے۔........ امام شافعی نے کہا: ابراہیم نخعی اگر علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کریں تو وہ قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ ابراہیم کی ان میں سے کسی ایک سے بھی ملاقات نہیں ہوئی ہے"۔ (نورالعینین ص ۱۶۶ اور ص ۱۶۷)

جواب: عرض یہ ہے کہ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی اور حافظ گوندلوی نے مفروضے قائم کر کے جو عمارت بنانے کی کوشش کی ہے وہ بڑی ہی نرالی اور کمزور ہے کیونکہ مفروضے غیر مقلد

کا مایہ ناز ہو سکتی ہے مگر ایک مقلد تشنہ تحقیق کی سیرابی کے لئے نہیں ہے۔

1: جناب آپ کا یہ اعتراض کہ غیر واحد (کئی اشخاص) اور جماعت دونوں نا معلوم اور غیر متعین ہیں ایک مضحکہ خیز بات ہے۔ کیونکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے جس جماعت سے احادیث سماع کیا اور ان سے علم حاصل کیا اور جن کے علم پر فتویٰ دیا یہ سب محدثین کرام نے واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ جناب ایک جماعت میں سے چند اشخاص تو اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

وکان ابراهيم نخعی عندی من اعلم الناس باصحاب عبدالله یعنی ابراہیم نخعی میرے نزدیک اصحاب عبداللہ کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے (العلل ابن مدینی ۱/۴۳)

آگے امام علی بن المدینی اصحاب عبداللہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اصحاب عبدالله الذين يقروؤن ويفتون ستة علقمه والاسود ومسرق وعبيدالله و عمرو بن شرجيل والحارث الاعور یعنی اصحاب عبداللہ جو پڑھتے اور فتویٰ دیتے وہ چھ ہیں۔ علقمه ، الاسود ، مسروق ، عبيدالله ، عمرو بن شرجيل ، الحارث الاعور. (العلل ابن مدینی ۱/۴۳)

امام علی بن المدینی نے آگے وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔

" وابراهيم لقی من هولاء الاسود وعلقمة و مسروقاً و عبيد الله ". (العلل ابن المدینی ۱/۴۳) یعنی ابراہیم نخعی کی اسودؒ، علقمہؒ، مسروقؒ اور عبید اللہؒ سے لقا ثابت ہے۔

امام علی بن المدینیؒ کی اس درج بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے جن اشخاص اور جماعت سے سنا ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور شاگرد شامل ہیں اور یہ بات تو ایک کم فہم انسان کو بھی سمجھ آ جاتی ہے کہ جب

ابراہیم نخعی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ترک رفع یدین نقل کر رہے ہیں تو حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے ہی سنی اور یہی ایک جماعت ہے جس کا اشارہ ابراہیم نخعیؒ نے خود دیا ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں سب سے زیادہ علم ان کے اصحاب کو تھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب (الاسود، علقمہ، عبید اللہ) علم کو سب سے زیادہ جاننے والے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تھے اور یہ بھی بات یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں الاسود بن یزید اور علقمہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے خاندان میں سے تھے۔ لہذا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کے اصحاب میں سے دو اصحاب تو ابراہیم نخعی کے شیخ اور ماموں تھے، اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے افعال اور فتووں کو اصحاب عبداللہ بن مسعود سے زیادہ اور کوئی نہ جانتا تھا اور اصحاب عبداللہ بن مسعود کے علم اور افعال کو ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ لہذا معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ترک رفع یدین والا عمل کا بتانا بالکل صحیح ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ اصحاب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ترک رفع یدین کرتے تھے جو کہ بالکل صحیح سند سے ثابت ہے۔ اور اس کی تحقیق آئندہ صفحات پر ملاحظہ کیجئے گا۔

ابن رجبؒ کی تحقیق : ابن رجب لکھتے ہیں۔

وكان اصحاب عبدالله الذين يقرؤن بقرأته ويفتون بقوله ويذهبون مذهبه عقلمة بن قيس والاسود بن يزيد ومسروق بن الاجدع و عبيدة السلمانى وعمرو بن شرجيل والحارث بن قيس سته هؤلاء علمهم ابراهيم نخعی و كان اعلم اهل الكوفة باصحاب عبدالله وطريقتهم ومذاهبهم ابراهيم والشبعى الا ابن الشبعى كان يذهب مذهب مسروق يأخذ من علی واهل المدينة وغيرهم و كان ابراهيم يذهب مذهب اصحابه أصحاب عبدالله هؤلاء. (العلل ابن رجب ۱/۲۰)

مفهوم: اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت، قول پر فتوے اور ان کے مذہب کی طرف گئے، وہ الاسود بن یزیدؒ، مسروق بن الاجدعؒ وعبیدۃ السلمانیؒ، عمرو بن شرحبیلؒ اور الحارث بن قیسؒ ہیں اور ابراہیم نخعیؒ اور شعبیؒ تمام اہل کوفہ سے زیادہ اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ کے طریقہ اور مذہب کو جاننے والے تھے مگر امام شعبیؒ مسروق بن الاجدعؒ کے مذہب کی طرف مائل ہوئے اور مسروق نے یہ علم حضرت علی اور اہل المدینہ سے حاصل کیا جبکہ ابراہیم نخعی اپنے شیوخ اور اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ کی مذہب کی طرف مائل ہوئے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب اور علم ان کے شاگردوں سے حاصل کیا اور ظاہر کہ ابن المدینی اور ابن رجب کے قول سے ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب سب سے زیادہ ان کے شاگرد و اصحاب ہی جانتے تھے۔

حافظ گوندلوی کا یہ لکھنا کہ "ممکن ہے دو تین کوئی جمع ہو کر اسے حدیث سنائیں اور وہ تینوں ضعیف الحافظ ہوں ایک خیالی مفروضہ کے علاوہ اس کی کچھ حقیقت نہیں ہے کیونکہ اصحاب عبدالاسود، علقمہ وغیرھم ثقہ راوی ہیں لہٰذا ان کے ضعیف الحافظ کا اعتراض تو مردود ہے۔ خاص طور پر جب امام بخاری کے استاد علی بن مدینی کی تصریحات واضح موجود ہیں۔

مزید یہ کہ تابعی اور صحابی کے درمیان دو چار سات واسطوں کا ذکر بھی فضول ہے کیونکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا تمام علم ان کے شاگردوں الاسود بن یزید، علقمہ، عبیداللہ وغیرہ سے حاصل کیا۔ لہٰذا دو چار یا سات واسطوں کا ذکر کر کے اس حدیث میں شک ڈالنا مردود اور باطل ہے۔ مزید یہ کہ حافظ گوندلوی کا یہ لکھنا کہ "ابراہیم کے نزدیک وہ ثقہ ہوں مگر دیگر ائمہ فن کے ہاں ضعیف ہوں" یہ بھی غلط ہے کیونکہ الاسود بن یزید، علقمہ، مسروق، عبیداللہ وغیرھم تو ابراہیم نخعی کے نزدیک بھی ثقہ ہیں اور دیگر محدثین کرام کے نزدیک بھی ثقہ ہیں۔ لہٰذا ایسے اعتراضات وارد کرنا ہی اصول علم الرجال سے بے خبری یا مسلکی حمایت کا شاخسانہ ہی ہے۔

لہٰذا درج بالا تحقیق سے یہ واضح ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تمام علم اور مذہب ان کے اصحاب (الاسود، علقمہ وغیرھم) سے حاصل کیا کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تمام مذہب طریقہ اور فتوؤں سے ان کے یہ شاگرد بخوبی واقف اور عالم تھے۔ لہٰذا ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے جہاں بھی جماعت اور کئی اشخاص کا ذکر کیا تو ان میں یہ حضرات ضرور شامل شمار ہوتے ہیں۔ اب یہ لازمی نہیں کہ ایک راوی یا محدث روایت بیان کرتے وقت تمام شیوخ کا تذکرہ کرے کیونکہ جب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے یہ تصریح کر دی کہ جب میں صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نام سے روایت کروں تو میں نے یہ روایت ایک جماعت سے سُنی ہوتی ہے اور اس جماعت میں ابراہیم نخعی کے ماموں اور دیگر شیوخ شامل ہیں (اسود، علقمہ، عبیدۃ و عمرو بن شرحبیل وغیرھم) جو کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اور انہوں نے ہی حضرت عبداللہ بن مسعود کے تمام افعال، اقوال اور مذہب محفوظ کیا ہے۔ لہٰذا اس روایت کے متصل اور صحیح ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا۔

یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل بیان کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کو ترک رفع یدین کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور شاگرد سے معلوم ہوا کیونکہ یہ لوگ ان کے اساتذہ اور شیوخ تھے۔ لہٰذا اس کے بارے میں تو کوئی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اور غیر مقلد زبیر علیزئی کے تمام اعتراضات باطل اور مردود ہیں جن کی علمی دنیا میں کچھ حیثیت نہیں ہے۔

﴿دوسری سند﴾

حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی ثنا احمد بن یونس ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراهیم قال : کان عبداللہ لا یرفع یدیه فی شیء من الصلاۃ فی التکبیرۃ الأولی. (معجم الکبیر الطبرانی رقم الحدیث:۹۲۹۹)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے مگر صرف پہلی تکبیر کے وقت (یعنی ابتداء میں)

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے تمام راویوں کی توثیق مختصراً ملاحظہ کیجئے۔

#	راوی	حکم	حوالہ
1:	محمد بن عبداللہ الحضرمی	ثقہ	سیر اعلام النبلاء ۴۱/۱۴
2:	احمد بن یونس	ثقہ	تقریب التہذیب رقم:۶۳
3:	ابوالاحوص سلام بن سلیم	ثقہ متقن	تقریب التہذیب رقم:۲۷۰۳
4:	حصین بن عبدالرحمن	ثقہ	الجرح والتعدیل رقم:۸۳۷
5:	ابراہیم نخعی	ثقہ	تقریب التہذیب رقم:۲۷۰
6:	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	کبار العلماء من الصحابہ	تقریب التہذیب رقم:۳۶۱۳

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس حدیث کی سند صحیح اور ثابت ہے۔ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کے تمام اعتراضات کا جواب۔ پچھلے صفحات میں تفصیل سے دیا جا چکا ہے۔

تیسری سند

حدثنا بن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراهیم قال: کان عبداللہ لا یرفع یدیه فی شی من الصلاۃ الا فی الافتتاح. (شرح معانی الآثار حدیث نمبر:۱۳۶۱)

ترجمہ : حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں کسی جگہ رفع یدین نہ کرتے تھے مگر صرف نماز کے شروع میں۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے راویوں کی مختصراً توثیق ملاحظہ کیجئے۔

#	راوی	حکم	حوالہ
1:	ابراہیم بن ابی داؤد ۲۷۰ھ	الحافظ المتقن	سیر اعلام النبلاء ۶۱۲/۱۲ رقم:۲۳۷
2:	احمد بن یونس ۲۲۷ھ	ثقہ	تقریب التہذیب رقم نمبر:۶۳
3:	ابوالاحوص سلام بن سلیم	ثقہ متقن	تقریب التہذیب رقم:۲۷۰۳
4:	حصین بن عبدالرحمن	ثقہ	تقریب التہذیب رقم:۸۳۷
5:	ابراہیم نخعی	ثقہ	تقریب التہذیب رقم:۲۷۰
6:	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	کبار العلماء من الصحابہ	تقریب التہذیب رقم:۳۶۱۳

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

چوتھی سند

عبدالرزاق عن الثوری عن حصین عن ابراهیم عن ابن مسعود کان یرفع یدیه فی اول شیء ثم لا یرفع بعد. (مصنف عبدالرزاق ۷۱/۲ رقم:۲۵۳۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی جگہ رفع یدین کرتے مگر اس کے بعد رفع یدین نہ کرتے تھے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے راویوں کی مختصراً توثیق ملاحظہ کیجئے۔

#	راوی	حکم	حوالہ
1:	عبدالرزاق بن ہمام	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم:۴۰۶۴
2:	سفیان ثوری	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم:۲۴۴۵

3: حصین بن عبدالرحمن ثقہ تقریب التہذیب رقم: ۸۳۷

4: ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ثقہ تقریب التہذیب رقم: ۲۷۰

5: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کبار العلماء من الصحابۃ تقریب التہذیب رقم: ۳۶۱۳

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ان راویوں کی توثیق میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں لہٰذا حافظ ابن حجر کی کتاب تقریب التہذیب کا حوالہ دیا ہے۔

اعتراض: غالی غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب مقالات ۲/۲۶۲ پر لکھتا ہے۔

''عبدالرزاق اور سفیان ثوری دونوں مدلس ہیں۔''

جواب: جناب عرض یہ ہے کہ سفیان ثوری کی تدلیس کا مسئلہ اپنی دونوں کتابوں میں تفصیلاً عرض کر دیا ہے۔ اور غیر مقلد زبیر علیزئی کے تمام اشکالات کا تحقیقی جواب اپنی اسی کتاب میں غایۃ التنقید فی مسئلۃ التدلیس کے عنوان کے تحت اور منحۃ الحی فی کشف ظلمات زبیر علیزئی میں دیا ہے۔

منحۃ الحی فی کشف ظلمات زبیر علیزئی قسط وار ماہانہ البرہان الحق واہ کینٹ، میں شائع ہو چکے ہیں۔ مگر اختصار کے ساتھ یہاں عرض کردوں کہ عبدالرزاق بن ہمام اور سفیان ثوری کو حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر طبقہ ثانیہ کا مدلس قرار دیا ہے۔ اور طبقہ ثانیہ کے مدلسین کی عن والی روایات صحیح ہوتی ہیں۔ اور یہ بھی نوٹ کرلیں کہ اس روایت سے مدلس کا بہانہ کر کے جان خلاصی بھی نہیں کی جاسکتی کیونکہ گذشتہ صفحات پر ہم معجم الکبیر حدیث نمبر: ۹۲۹۹، مصنف ابن ابی شیبۃ حدیث نمبر: ۲۴۵۸ اور شرح معانی الآثار حدیث نمبر: ۱۳۶۱ کی احادیث میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں اور ان روایات میں سفیان ثوری کی متابعت مسعر بن کدام (ثقہ) نے مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر ۲۴۵۸ میں اور ابوالاحوص (ثقہ) نے معجم

الکبیر طبرانی رقم الحدیث: ۹۲۹۹، شرح معانی الآثار رقم الحدیث: ۱۳۶۱ کی ہے۔ اور عبدالرزاق بن ہمام کی متابعت وکیع بن جراح (ثقہ) نے مصنف ابن ابی شیبۃ حدیث نمبر ۲۴۵۸ پر کی ہے اور احمد بن یونس (ثقہ) نے معجم الکبیر الطبرانی رقم الحدیث: ۹۲۹۹ اور شرح معانی الآثار حدیث نمبر: ۱۳۶۱ پر کی ہے۔ لہٰذا اس روایت کے صحیح ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مسلکی حمایت آڑے نہ آجائے۔

پانچویں سند

عبدالرزاق عن ابن عیینۃ عن حصین عن ابراھیم عن ابن مسعود مثلہ (کان یرفع یدیہ فی اول شیئی ثم لا یرفع بعد (مصنف عبدالرزاق ۲/۷۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی مرتبہ رفع یدین کرتے پھر اس کے بعد رفع یدین نہ کرتے۔

«سند کی تحقیق»

اس سند کے راویوں کی مختصر اتوثیق ملاحظہ کیجئے۔

1: عبدالرزاق بن ہمام ثقہ حافظ تقریب التہذیب رقم: ۴۰۶۴

2: سفیان بن عیینہ ثقہ حافظ تقریب التہذیب رقم: ۲۴۵۱

3: حصین بن عبدالرحمن ثقہ تقریب التہذیب رقم: ۸۳۷

4: ابراہیم نخعی ثقہ تقریب التہذیب رقم: ۲۷۰

5: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کبار العلماء من الصحابۃ تقریب التہذیب رقم: ۳۶۱۳

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں۔

اعتراض: غالی غیر مقلد زبیر علیزئی اپنی کتاب مقالات ۲۶۲/۴ پر لکھتا ہے۔

''عبدالرزاق اور سفیان بن عیینہ دونوں مدلس ہیں''

جواب: عرض یہ ہے کہ عبدالرزاق اور سفیان بن عیینہ دونوں کی متابعت مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر: ۲۴۵۸ اور معجم الکبیر حدیث نمبر: ۹۲۹۹ اور شرح معانی الاثار حدیث نمبر: ۱۲۶۱ میں وکیع بن الجراح (ثقہ)، مسعر بن کدام (ثقہ) اور ابوالاحوص (ثقہ) نے کی ہے۔ لہٰذا تدلیس کا راگ الاپنا غلط اور مردود ہے۔

قارئین کرام! اس درج بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین کا عمل کا بتانا بالکل صحیح اور ثابت ہے۔ کیونکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب اور علم ان کے شاگردوں (الاسود، علقمہ و عبیداللہ وغیرھم) سے سیکھا اور جانا ہے۔ لہٰذا غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کا اس پر تدلیس وغیرہ کے اعتراضات معتبر اور ثقہ متابعت کی موجودگی میں باطل اور مردود ہیں۔ میں یہاں پر ایک بات کی مزید وضاحت کردوں کہ یہ تمام روایات (درج بالا) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کے لئے معتبر متابعت کا مقام رکھتی ہیں۔ لہٰذا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث پر تمام اعتراضات باطل اور مردود ہیں اور درج بالا روایت بالکل صحیح اور ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ترک رفع یدین

دیگر صحابہ کرام کی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ترک رفع یدین کے قائل تھے۔ روایت ملاحظہ ہو۔

'' حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثناء ابوبکر بن عیاش عن حصین عن مجاهد قال صلیت خلف ابن عمر رضی الله عنهما فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرة الأولی من الصلاة''۔ (شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۱۲۵)

ترجمہ: حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے اس میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا سوائے تکبیر اولی (تحریمہ) کے نماز میں۔

تخریج:

۱۔ مصنف ابن ابی شیبۃ حدیث نمبر: ۲۴۶۷۔

۲۔ معرفۃ السنن والآثار رقم: ۳۳۰۹۔

۳۔ الاوسط بن منذر رقم: ۱۳۴۴۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے راویوں کی توثیق ملاحظہ کیجئے۔

ابراهیم بن ابی داؤد البرلسی

حافظ محمد بن عبدالغنی نے کہا	ثقہ متقنا	تکملۃ الاکمال رقم نمبر: ۸۷۸
ابن العماد الحنبلی نے کہا	ثبت	شذرات الذھب ۱۶۱/۲
علامہ ذھبیؒ نے کہا:	الحافظ المتقن	سیر اعلام النبلاء رقم نمبر: ۲۳۷۔۱۲۔۶۱۳
محدث ابن جوصا نے کہا:	من أوعیۃ الحدیث	سیر اعلام النبلاء رقم نمبر: ۲۳۷۔۱۲/۶۱۳
محدث ابن یونس نے کہا:	الحافظ الثقات الاثبات	سیر اعلام النبلاء رقم نمبر: ۲۳۷۔۱۲/۶۱۳

احمد بن عبداللہ بن یونسؒ :

امام عجلی نے کہا: ثقہ معرفۃ الثقات رقم: ۷

امام ابو حاتم نے کہا: ثقہ متقنا الجرح والتعدیل رقم: ۷۹

امام احمد بن حنبل نے کہا شیخ الاسلام جزء الدم رقم نمبر: ۳

حافظ ابن حجر نے کہا ثقہ حافظ تقریب التہذیب رقم ۶۳

امام نسائی نے کہا: ثقہ ذیل میزان الاعتدال رقم: ۹۶

حافظ ابن سعد نے کہا ثقہ ذیل میزان الاعتدال رقم: ۹۶

حافظ خلیلی نے کہا: ثقہ متفق علیہ ذیل میزان الاعتدال رقم: ۹۶

حافظ ذہبیؒ نے کہا امام الحجۃ الحافظ سیر اعلام النبلاء رقم: ۱۵۱

ابوبکر بن عیاش

1: امام بخاریؒ نے ان سے متعدد روایت لی ہیں۔ صحیح بخاری حدیث: ۱۳۹۰۔ ۱۲۵۴۔۱۹۳۱۔ ۶۰۱۶۔۶۶۶۶۔۷۱۰۰۔۷۵۰۹۔

2: حافظ خزیمہؒ نے ان کی حدیث کی تخریج کی ہے۔ صحیح ابن خزیمہ حدیث: ۱۸۔ ۳۸۱۔۹۰۴۔۱۰۶۷۔۱۰۳۰۔۱۸۸۳۔۲۷۹۷۔۲۱۱۹۔۱۹۳۶۔

3: حافظ ابو عوانہؒ نے ان کی حدیث کی تخریج کی ہے۔ مسند ابی عوانہ رقم: ۲۷۳۵۔ ۲۷۳۶۔۲۷۳۷۔۴۶۲۷۔۴۶۲۸۔۶۲۳۶۔

4: امام حاکمؒ نے ان کی متعدد حدیث کی تصحیح کی ہے۔ مستدرک حاکم رقم نمبر: ۳۰۔۱۱۷۔ ۱۴۳۔۱۵۰۶۔۱۵۳۴۔۱۶۳۸۔۲۳۳۳۔۲۵۹۵۔۲۹۴۸۔۳۱۶۷۔۳۲۴۷ وغیرھم۔

5: حافظ ضیاء المقدسیؒ نے اس کی حدیث لی ہیں۔ المختارہ رقم: ۱۳۔۱۱۹۔۱۲۰۔۱۵۰ ۲۳۲۔۲۸۸۔۵۰۷۔۷۹۱۔۲۰۳۸۔۲۰۴۷۔۲۰۶۳۔۲۰۷۷

6: حافظ ابن جارودؒ نے ان کی روایت لیں ہیں۔ حدیث نمبر: ۳۲۰۔۳۵۲۔۸۸۲۔

7: حافظ بغویؒ نے اس کی متعدد روایات کی تصحیح کی ہے۔ ۱/۱۳۰۔۱/۲۳۳

8: ابو نعیم الاصبہانیؒ نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔ حلیۃ الاولیاء ۸/۳۱۳

9: امام احمد بن حنبلؒ نے کہا: ثقہ وربما غلط العلل: ۳۱۵۵

10: امام ترمذیؒ نے ان کی متعدد روایات کی تصحیح کی ہے۔ سنن ترمذی حدیث نمبر: ۱۱۸۔ ۲۵۸۔۳۳۹۔۳۵۶۔۵۹۳۔۱۲۰۸۔۱۹۹۸۔۲۱۸۸

11: حافظ ابن کثیرؒ نے ان کی ایک حدیث کو علی شرط مسلم کہا ہے۔ (البدایہ والنھایہ ۳/۳۹۸)

12: حافظ ابن حبانؒ نے کہا: "لایستحق ترک حدیثہ ..... لم یستحق القدح والجرح" (الثقات: ۱۲۰۱۸)

13 امام عجلیؒ نے کہا: ثقہ معرفۃ الثقات رقم: ۲۰۹۹

14: امام ابو حاتم الرازیؒ نے کہا: ثقہ علل الحدیث: ۴۲۳۳

15: حافظ ابن المبارکؒ نے کہا: اثنی علیہ الجرح والتعدیل رقم: ۱۵۶۵

16: ابن جوزیؒ نے کہا: وکان ثقہ المنتظم ۹/۲۳۲

17: ابن عدیؒ نے کہا: لم اجد لہ حدیثا منکرا اذا روی عنہ ثقہ (الکامل رقم: ۸۹۰)

18: امام یحیٰی بن معین نے کہا: ثقہ تاریخ الدارمی رقم: ۲۸۸

19: ابن عمار نے کہا: رجلا من صدر ھذہ الأمۃ : تاریخ بغداد رقم: ۷۲۹۸

20: یزید بن ھارون نے کہا: خیرا فاضلا تاریخ بغداد رقم: ۷۲۹۸

21: حافظ ابن حجر نے کہا: ثقہ عابد تقریب التہذیب رقم: ۷۹۸۵

22: حافظ کلاباذیؒ نے کہا انہیں صحیح بخاری کے راویوں میں لکھا ہے۔ رجال صحیح بخاری رقم: ۱۳۰۳

23: حافظ مقریزیؒ لکھتے ہیں۔ کل من روی عندی لاباس بہ مختصر الکامل رقم: ۸۹۰

24: امام مسلم نے مقدمہ صحیح مسلم میں روایت لی ہے۔ مقدمہ صحیح مسلم

25: امام احمد بن حنبل نے ان سے روایات لیں ہیں۔

26: حافظ ذہبیؒ نے کہا: الفقیہ المحدث شیخ الاسلام سیر اعلام النبلاء رقم: ۱۳۱۔ ۹۵/۸

27: حافظ ابن ترکمانی نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔ الجواہر النقی ۲/ ۴۳۔ ۱۸۹/۶

28: حافظ ابن حجر نے ان کی ایک حدیث کو صحیح کہا ہے۔ تغلیق التعلیق ۲۳/۳

29: حافظ ہیثمی نے ان کی متعدد روایات کی تصحیح کی ہے۔ مجمع الزوائد رقم: ۱۵۸۳۶

30: حافظ بوصیریؒ نے ان کی متعدد روایات کی تصحیح کی ہے۔

مصباح الزجاجة رقم الحدیث: ۱۶۳۔ ۳۶۷۔ ۳۷۰۔ ۶۰۳۔ ۱۰۹۳۔

31: حافظ زیلعی نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ نصب الرایہ ۴۳۲/۱

32: علامہ سخاوی ان کی حدیث کی تصحیح کی طرف مائل ہیں۔ المقاصد الحسنۃ ۴۱۱/۱

33: ابن سعد نے کہا: ثقہ صدوق تحفۃ الاحوذی ۳۲۱/۱

34: علامہ عینیؒ نے ان کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔ شرح ابی داود ۳۰۵/۳

35: حافظ مغلطائی نے ان کی ایک حدیث کی تصحیح کی ہے۔ شرح ابن ماجہ ص ۱۵۵۳

36: علامہ نووی نے کہا: فهو الامام المجمع علی فضله شرح النووی علی مسلم ۷۹/۲

37: ابن رجب الحنبلی نے ان کی حدیث کی تصحیح کے قائل ہیں۔ فتح الباری ۱۱/۳

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ ابوبکر بن عیاش ثقہ اور صدوق راوی ہے۔ لہذا غیر مقلدین حضرات کا ان کو ضعیف کہنا بھی غلط ہے۔ اور اہم بات یہ ہے کہ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نے اپنے پرانے موقف سے رجوع کر کے ابوبکر عیاش کو ثقہ مانا ہے۔ (نور العینین ص ۱۶۸)

حصین بن عبدالرحمن السلمی :۔

امام عجلی نے کہا:	ثقہ ثبت فی الحدیث	معرفۃ الثقات رقم: ۳۱۷
امام احمد بن حنبل نے کہا:	الثقہ المامون	الجرح والتعدیل رقم: ۸۳۷
امام یحییٰ بن معین نے کہا:	ثقہ	الجرح والتعدیل رقم: ۸۳۷
امام ابو حاتم نے کہا:	صدوق	الجرح والتعدیل رقم: ۸۳۷
امام ابو زرعہ نے کہا:	ثقہ	الجرح والتعدیل رقم: ۸۳۷
حافظ ابن شاہین نے کہا	ثقہ	تاریخ اسماء الثقات رقم: ۲۳۷
حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقہ	تقریب التہذیب رقم: ۱۳۶۹
حافظ کلاباذی نے انہیں صحیح بخاری کا	راوی لکھا ہے	رجال صحیح بخاری رقم: ۲۶۶
حافظ ابن حبان نے انہیں ثقات میں	شمار کیا ہے۔	الثقات رقم: ۷۳۰۸

مجاہد بن جبیرؒ :۔

امام یحییٰ بن معین نے کہا:	ثقہ	الجرح وتعدیل رقم: ۱۳۶۹
امام ابو زرعہ الرازی نے کہا:	ثقہ	الجرح وتعدیل رقم: ۱۳۶۹
حافظ ابن حجر نے کہا:	ثقہ	تقریب التہذیب رقم: ۶۴۸۱
امام نووی نے کہا:	اتفق العلماء علی امامتہ	تہذیب الاسماء رقم: ۵۵۳
حافظ ابن سعد نے کہا:	ثقہ فقیہا	تہذیب التہذیب رقم: ۶۸
امام عجلی نے کہا:	ثقہ	تہذیب التہذیب رقم: ۶۸

امام ابن منجویہ نے انہیں صحیح مسلم کا راوی لکھا ہے۔ رجال مسلم رقم: ۱۶۰۱

حافظ کلاباذیؒ نے انہیں صحیح بخاری کا راوی لکھا ہے۔ رجال صحیح بخاری رقم: ۱۲۱۸

حافظ ابن حبان نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے۔ الثقات رقم: ۵۲۹۳

علامہ ذہبیؒ نے لکھا: احد الاعلام الاثبات میزان الاعتدال رقم:۴۰۷۲

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صحابی تہذیب التہذیب رقم:۵۶۵

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں۔

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کے اعتراضات کا جائزہ

غالی غیر مقلد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین کی اس حدیث پر چند اعتراض وارد کئے ہیں۔لہٰذا تحقیق کی روشنی میں ان اعتراضات کا جائزہ ملاحظہ کیجئے۔

اعتراض: غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۶۸ پر لکھتا ہے۔

''یحییٰ بن معین نے فرمایا: ابوبکر کی حصین سے روایت اس کا وہم ہے، اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔'' (جزء رفع یدین:۱۶ نصب الرایۃ ۱/۳۹۲)

جواب: قارئین کرام! اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین کی دو (۲) روایات مروی ہیں۔ایک روایت میں حضرت مجاہد ثقہ تابعی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل پیش کر رہے ہیں جبکہ دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول اور روایت ہے لہٰذا پہلے تو یہ ثابت کریں کہ امام یحییٰ بن معین کی جرح کس روایت پر ہے۔مزید یہ کہ یحییٰ بن معین کا اعتراض اصول کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کا ایک شاہد موطاء امام محمد حدیث نمبر:۱۰۸ ہے۔

قال محمد أخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عبدالعزيز بن حكيم قال رأيت ابن عمر يرفع يديه حذاء أذنيه في أول تكبيرة افتتاح الصلاة ولم يرفعهما فيما سوى ذلك "۔ (موطاء امام محمد حدیث نمبر:۱۰۸)

اس روایت میں اگرچہ محمد بن ابان ضعیف راوی ہے مگر کم از کم یہ بات تو واضح ہو گئی کہ اس روایت کی اصل موجود ہے۔اور ضعیف روایت سے متابعت ثابت ہوتی ہے۔جبکہ معجم الکبیر

طبرانی اور مسند ابی عوانہ اور خلافیات بیہقی والی روایت تو معاملہ بالکل واضح کر دیتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ترک رفع یدین والی روایات کو روایت بھی کرتے ہیں۔لہٰذا اصول کے مطابق اعتراض درست نہیں ہے۔

اعتراض: اس روایت کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

رواہ ابوبکر بن عیاش عن حصین عن مجاهد عن ابن عمرو وهو باطل

اسے ابوبکر بن عیاش نے حصین عن (مجاھد) عن ابن عمر کی سند سے روایت کیا ہے اور یہ باطل ہے۔ (مسائل احمد روایت ابن ہانی ۱/۵۰)

جواب: امام احمدؒ کی جرح متعدد وجوہات کی وجہ سے صحیح نہیں ہے عرض یہ ہے کہ پہلے گزارش کر دی گئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی دو روایات ہیں۔

(i) ایک روایت جس کو ہم پیش کر رہے ہیں جس میں صليت خلف بن عمر رضی الله عنه فلم يكن يرفع يديه الا في تكبيرة اولى يا ما رأيت ابن عمر يرفع يديه الا في اول کے الفاظ ہیں۔

جبکہ دوسری روایت میں عن حصين عن ابن عمر : أنه كان لا يرفع کے الفاظ ہیں۔

(ii) امام احمد بن حنبل نے دوسری روایت کے بارے میں وهو باطل کی جرح کی ہے نہ کی ہماری مستدل روایت کے بارے میں۔ دیکھئے مسائل امام احمد ۱/۵۰

(iii) دراصل امام احمد بن حنبل نے ما رأيت ابن يرفع يديه الا حين يفتتح الصلاة کے بارے میں کہا ہے کہ ''هذا الخطاء'' اور وجہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

نافع و سالم أعرف بحديث ابن عمر ، وان كان مجاهد أقدم ، فنافع أعلم منه ؟ (مسائل امام احمد بروایت ہانی ۱/۴۹) یعنی نافع اور سالم ابن عمر کی حدیث کو زیادہ جانتے ہیں اور مجاھد قدیم شاگردوں میں سے ہیں اور کیا نافع زیادہ اعلم نہیں ہیں جبکہ ان کی

روایت میں بھی تضاد نہیں بلکہ دو مختلف اوقات کا عمل ہے اور امام احمدؒ نے کسی ایک راوی پر بھی جرح نہیں کی ہے۔ تو اس تحقیق سے یہ بات واضح ہو گئی کہ وھو باطل والی جرح دوسری روایت پر ہے جبکہ ہمارا استدلال اس متن کے ساتھ نہیں ہے۔ مزید یہ کہ مجاھد اس روایت کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرنے میں اکیلے نہیں ہیں بلکہ عبدالعزیز بن حکیم ثقہ راوی نے مجاھد کی متابعت موطاء امام محمد رقم: ۱۰۸ پر کر رکھی ہے۔ اور اس متابعت کو ضعیف کہہ کر رد کر دینا باطل اور مردود ہے۔

(IV) امام طحاویؒ (ثقہ) کی تحقیق :

امام طحاویؒ فرماتے ہیں۔

فان قال قائل هذا حديث منكر قيل له وما دلك على ذلك فلن تجد الى ذلك سبيلاً۔ (شرح معانی الآثار ۱/۱۶۳ رقم: ۱۲۶۵)

اگر کوئی شخص کہے کہ یہ حدیث منکر ہے تو اسے جواب میں کہا جائے گا اس پر کیا دلیل ہے تم (یعنی مخالفین) اس تک نہیں پہنچ سکے۔

(V) امام ترکمانیؒ کی تحقیق: امام ترکمانیؒ فرماتے ہیں۔

"وهذا سند صحيح" یعنی اس کی سند صحیح ہے۔ (الجواھر النقی ۲/۷۴)

امام ترکمانی کا سند صحیح کہنے کا مطلب واضح ہے کہ انہوں نے ان تمام اعتراض کا رد کر دیا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس ترک رفع یدین کے عمل پر ہوئے ہیں۔

(VI) امام بدرالدین عینیؒ کی تحقیق:

امام بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری ۹/۷ پر اس روایت کو اسنادہ صحیح کہہ کر اس پر تمام اعتراضات کا جواب دیا ہے

اعتراض: غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۷۰ پر لکھتا ہے۔

ابوبکر بن عیاش آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے...... امام بخاری نے تفصیل سے بتایا

ہے کہ قدیم زمانے میں ابوبکر بن عیاش اس روایت کو عن حصین عن ابراہیم عن ابن مسعود مرسل (منقطع) موقوف بیان کرتے تھے اور محفوظ ہے...... امام بخاری کا یہ قول جرح مفسر ہے جو مندمل نہیں ہو سکتی۔ اب آپ حصین سے اس روایت کی تخریج ملاحظہ فرمائیں۔ (پھر غیر مقلد زبیر علیزئی نے اس کی تخریج جو نام نہاد ہے نور العینین ص ۱۷۱ پر پیش کی) غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۱۷۲ پر لکھتا ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابوبکر بن عیاش نے آخری عمر میں حافظہ خراب ہونے کے بعد جو روایت بیان کی ہے اس میں انہوں نے ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے لہذا ان کی روایت شاذ ہوئی اور شاذ مردود کی ایک قسم ہے۔

جواب: قارئین کرام! یہ بات تو صحیح ہے کہ ابوبکر بن عیاش ثقہ کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ ایسے راوی جن کا حافظہ خراب ہو جائے ان کی حدیث کے بارے میں محدثین کرام اصول بیان کرتے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ "ایسے لوگوں سے جس نے اختلاط سے پہلے سنا ہے وہ روایت مقبول ہے اور جس نے بعد میں سنا ہے یا شک ہے (کہ اختلاط سے پہلے یا بعد کی روایت ہے؟) تو ان کی روایت مقبول نہیں ہیں"۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۱۲۶)

اب اس درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ ایسا راوی جس کا حافظہ خراب ہو تو حافظہ خراب ہونے سے پہلے کی روایات بالکل صحیح اور ثقہ ہوتی ہیں۔ اب اس بات کی تحقیق ضروری ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ ابوبکر بن عیاش سے حافظہ خراب ہونے سے پہلے کس کس نے سنا ہے۔

غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۹۵ پر لکھتا ہے۔ "صحیحین میں جس مختلط و متغیر راوی سے استدلال کیا گیا ہے اس کی دلیل ہے کہ اس کے شاگردوں کی روایات اختلاط سے پہلے کی ہیں (الا یہ کہ تخصیص ثابت ہو جائے)"۔

غیر مقلد زبیر علیزئی مقالات ۱/۴۳۵ پر لکھتا ہے۔ "ابن صلاح الشیر زوری نے کہا...... یعنی مختلطین کی صحیحین میں بطور حجت روایات کا مطلب یہ ہے کہ وہ اختلاط سے پہلے کی ہیں یہ

قول دوسرے قرائن کی روشنی میں بالکل صحیح ہے''۔ (علوم الحدیث مع التنقید ۲۶۶)

لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کے اپنے اصولوں سے یہ واضح ہوگیا کہ صحیحین میں مختلط یا خراب حافظہ والے کی روایت جن شاگردوں سے مروی ہو وہ شاگرد حافظہ خراب ہونے سے پہلے کے راوی ہوتے ہیں۔

اب اس مقام پر یہ بات اہم ہے کہ ہماری پیش کردہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی حدیث (جس کی تخریج امام طحاوی نے شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۱۳۵۵ پر کی ہے) میں ابوبکر بن عیاش سے روایت کرنے والے شاگرد احمد بن یونس قدیم السماع شاگرد ہیں یا متاخر السماع شاگرد ہیں۔

غیر مقلد زبیر علیزئی کے پیش کردہ حوالے سے یہ بات واضح ہے کہ جو راوی صحیحین میں مختلط راوی سے راویت کرے اسے اختلاط یا حافظہ خراب ہونے سے پہلے کے راوی ہوں گے۔

امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۶۶۶ ''باب من انتظر حتی میں ایک روایت۔ حدثنا احمد بن یونس حدثنا ابوبکر بن عیاش عن عبدالعزیز بن رفیع عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک روایت نقل کی ہے

اس روایت میں ابوبکر بن عیاش کا شاگرد احمد بن یونس ہے جس سے ثابت ہوا کہ احمد بن یونس نے ابوبکر بن عیاش سے اختلاط یا حافظہ خراب ہونے سے پہلے کا شاگرد ہے۔ جبکہ ہماری پیش کردہ روایت (جو کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ترک رفع یدین والا عمل ہے) میں بھی ابوبکر بن عیاش سے روایت کرنے والا شاگرد احمد بن یونس ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اس روایت کو بھی احمد بن یونس نے ابوبکر عیاش سے حافظہ خراب ہونے سے پہلے سنا اور صاف ظاہر ہے کہ احمد بن یونس قدیم السماع شاگرد ہے۔ لہٰذا اس راویت پر ابوبکر بن عیاش پر اختلاط کا الزام غلط اور باطل ہے کیونکہ یہ روایت احمد بن یونس نے ابوبکر بن عیاش

سے حافظہ خراب ہونے سے پہلے سنی اور اصول کے مطابق حافظہ خراب ہونے سے پہلے راوی کی روایت صحیح ہوتی ہے۔

مزید یہ کہ غیر مقلد زبیر علیزئی کا امام بخاری یا امام احمد کا حوالہ دینا بھی صحیح نہیں کیونکہ امام بخاری یا امام احمد نے کوئی ایسی سند پیش نہیں کی کہ جس میں ابوبکر بن عیاش نے حافظہ خراب ہونے سے پہلے اس روایت کو عن حصین عن ابراہیم عن ابن مسعود کی سند سے مرسل روایت کیا ہے اور اہم بات یہ کہ غیر مقلد زبیر علی زئی نے نور العینین ص ۱۷۱ پر جو احادیث کی تخریج کی ہے اس میں کوئی ایک صحیح سند بھی ابوبکر بن عیاش عن حصین عن ابراہیم نخعی کی پیش نہیں کر سکے۔ امام بخاری اور امام احمد کے حوالہ میں بھی کوئی سند موجود نہیں ہے۔ اور زبیر علیزئی نے جو تخریج پیش کی ہے وہ ایک دھوکا سے زیادہ کچھ نہیں کیونکہ انہوں نے جو تخریج کی ہے اس میں ابوبکر بن عیاش موجود نہیں ہیں اور نصب الرایہ ۱/۴۰۹ میں جو ابوبکر بن عیاش ہیں اس کی مکمل سند موجود نہیں ہے۔ اور ان سند اقوال اور روایت سے ہمارے اعتراض کا جواب لکھنا تو باطل اور مردود ہے۔

مزید زبیر علیزئی کا نور العینین ص ۱۷۲ پر شاذ کہنا بھی اصول الحدیث کے مطابق صحیح نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ ''اگر ایک ثقہ راوی ایسی روایت بیان کرے جس میں (ہر لحاظ سے) وہ لوگوں کی مخالفت کرے (تطبیق وجمع ممکن نہ ہو) تو یہ روایت شاذ یعنی مردود ہے۔ اس باب میں وہ روایت نہیں جو ثقہ بیان کرے اور دوسرے بیان نہ کریں بلکہ اگر راوی عادل ضابطہ حافظ (ثقہ) ہو (یا صدوق حسن الحدیث راوی ہو۔) تو یہ مقبول ہوتی ہے۔ اگر اسے رد کر دیا جائے تو اس قسم کی بہت سی روایات رد ہو جاتی ہیں اور بہت سے مسائل دلائل سے خالی ہو جاتے ہیں۔ (اختصار علوم الحدیث مترجم ص ۴۶)۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

''اگر تفرد کرنے والا حافظ نہ ہو مگر عادل ضابطہ ہو (صدوق حسن الحدیث ہو، جمہور نے اسے

موثق قرار دیا ہو) تو اس کی روایت حسن ہوتی ہے اور اگر یہ شرط نہ پائی جائے تو پھر یہ روایت مردود ہوتی ہے۔ (اختصار علوم الحدیث مترجم ص ۴۶)

قارئین کرام! ہماری پیش کردہ روایت میں ابوبکر بن عیاش راوی ثقہ اور صدوق ہے۔ جس کا اقرار خود زبیر علیزئی نے نور العینین ص ۱۶۸ پر کیا ہے۔ اور اس روایت میں ابوبکر بن عیاش نے تو کوئی مخالفت بیان نہیں کی اور اگر مخالفت کا الزام عائد ہو تو پھر تو اصولاً مجاہد پر مخالفت کا الزام وارد ہوتا ہے مگر مجاہد بن جبیر تو زبردست ثقہ تابعی ہیں۔ اور ثقہ کی روایت مقبول ہوتی ہے۔

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ مجاہد بن جبیر نے بھی کوئی مخالفت نہیں کی کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے رفع یدین منقول ہے تو پھر امام مجاہد بن جبیر نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ترک رفع یدین کرتے دیکھا بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پہلے رفع یدین کرتے تھے مگر بعد میں ترک کر دیا۔ اور اس طرح مجاہد بن جبیر کی روایت میں کوئی مخالفت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ رفع یدین اور ترک رفع یدین مختلف اوقات کے فعل ہیں۔ لہٰذا یہ مخالفت نہیں ہے۔ اس لیے اصول حدیث کی روشنی میں شاذ والا قول بھی غلط ہے۔

قارئین کرام! اس درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین کرنا سنداً اور متناً صحیح اور ثابت ہے اور اس روایت پر اعتراض کرنا باطل اور مردود ہے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ اور ترک رفع یدین

صحابہ کرام کی طرح جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم بن یزید نخعی رحمہ اللہ بھی نماز میں ترک رفع یدین کرتے تھے۔ ثقہ تابعی ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا ترک رفع یدین ملاحظہ کیجئے۔

﴿پہلی سند﴾

حدثنا هشيم قال اخبرنا حصين و مغيرة عن ابراهيم انه كان يقول اذا كبرت في فاتحة الصلاة فارفع يديك ثم لا ترفعهما فيما بقي۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم: ۲۴۶۰)

ترجمہ: حضرت حصین و مغیرہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جب تو نماز کے شروع میں تکبیر (تحریمہ) کہے تو رفع یدین کر پھر نماز میں، رفع یدین نہ کر۔

﴿سند کی تحقیق﴾

راوی	درجہ	حوالہ
ابوبکر بن ابی شیبہ ۱۵۹ھ-۲۳۵ھ	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم: ۳۵۷۵
ہشیم بن بشیر ۱۸۳ھ	امام ثقہ	الکاشف رقم: ۵۹۷۹
حصین بن عبدالرحمٰن ۱۳۶ھ	ثقہ	تقریب التہذیب رقم: ۸۳۷
مغیرۃ بن مقسم ۱۳۳ھ	ثقہ	سیر اعلام النبلاء ۱۰/۶
ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ۹۶ھ	ثقہ	تقریب التہذیب رقم: ۲۷۰

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس روایت کی سند بالکل صحیح اور ثابت ہے۔

حضرت ابراہیم بن یزید النخعیؒ فقیہ تابعی اور کوفہ کے مفتی تھے اور ابراہیم نخعیؒ ہمیشہ اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذہب پر عمل اور فتویٰ دیتے تھے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ابراہیم نخعیؒ نے دیگر صحابہ کرام کو دیکھنے کے علاوہ اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی ترک رفع یدین پر عمل کرتے ہوئے پایا۔ تبھی تو وہ ترک رفع یدین کرتے تھے۔ امام عجلی

رحمہ اللہ نے معرفۃ الثقات رقم نمبر ۴۵ پر لکھا ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت پائی ہے اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی زیارت سے بھی مشرف تھے۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ جو تابعی، فقیہ اور مفتی بھی تھے جب تک انہیں رفع یدین کی احادیث معلوم نہ ہوں تو اس پر کیسے عمل کر سکتے تھے۔ لہٰذا غیر مقلدین غیر مقلد علماء کی باتوں میں آ کر اپنا نامہ اعمال سیاہ نہ کریں۔ اس روایت کی سند کو خود غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نے نور العینین ص ۳۱۴ پر سند صحیح لکھا ہے۔

اعتراض: غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۳۱۴ پر لکھتا ہے۔

''یہ..... بھی عدم رفع یدین قبل الرکوع و بعدہ پر نص صریح نہیں ہے۔ حنفی و بریلوی و دیوبندی حضرات وتر اور عیدین میں رفع یدین کرتے ہیں جو کہ ان دونوں آثار کے (بظاہر) خلاف ہے۔ اگر وہ یہ کہیں کہ وتر اور عیدین کی تخصیص دیگر دلائل سے ثابت ہے تو مؤدبانہ عرض ہے کہ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کی تخصیص متواتر احادیث سے ثابت ہے''۔

جواب: غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کو شاید یہ بھی معلوم نہیں کہ ان روایات اور احادیث پر جمہور محدثین کرام نے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کی ممانعت / ترک پر استدلال کیا ہے۔ لہٰذا اس کو وتر اور عیدین پر قیاس کرنا باطل اور مردود ہے۔ مزید یہ کہ نماز عام ہے جبکہ وتر اور عیدین خاص نمازیں ہیں۔ جبکہ خاص کا اطلاق عام پر نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ قاعدہ تو آپ کا اپنا ہی منظور نظر قاعدہ ہے۔ اتنی جلدی اپنے اصول کو بھلا بیٹھے ہیں۔ لہٰذا آپ کا اس انداز میں مناظرانہ جواب دینا مردود اور راہ فرار اختیار کرنے کے مترادف ہے۔

اعتراض: غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۳۱۴ پر لکھتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے رفع یدین کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے تو کون ایسا مومن ہے جو نیچے اتر کر ایک آدھ تابعی کے عمل کو دیکھے گا۔''

جواب: عرض یہ ہے کہ اتنی بات تو مسلم ہے کہ فقیہ تابعی ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا مقام بہت بلند اور اعلیٰ ہے اور ان کا تعلق بھی قرون اولیٰ سے ہے۔ اور ابراہیم نخعیؒ نے متعدد صحابہ کرام کا زمانہ پانے کے علاوہ حضرت عائشہ کو بھی دیکھا۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ترک رفع یدین کیا جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ترک رفع یدین ثابت ہے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا عمل ان دلائل کے پیش نظر ہی ہے۔ لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا اعتراض کرنا باطل اور مردود ہے۔

حضرت قیس بن ابی حازمؒ اور ترک رفع یدین

جلیل القدر تابعی حضرت قیس بن ابی حازمؒ بھی ترک رفع یدین پر عمل کرتے تھے۔

حدثنا یحییٰ بن سعید عن اسماعیل قال: کان قیس یرفع یدیہ اول ما یدخل فی الصلاۃ ثم لا یرفعھا. (مصنف ابن ابی شیبۃ رقم الحدیث: ۲۴۶۴)

ترجمہ: اسماعیل بن ابی خالد (تابعی) کہتے ہیں کہ قیس بن ابی حازمؒ شروع نماز میں (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کرتے تھے پھر نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

«سند کی تحقیق»

ابوبکر بن ابی شیبة ۲۳۵ھ — ثقہ حافظ — تقریب التہذیب: ۳۵۷۵

یحییٰ بن سعید القطان ۱۹۸ھ — ثقہ متقن — تقریب التہذیب: ۷۵۵۷

اسماعیل بن ابی خالد ۱۴۶ھ — ثقہ ثبت — تقریب التہذیب: ۴۳۸

قیس بن ابی حازم ۹۸ھ — ثقہ (تابعی) — تقریب التہذیب: ۵۵۶۶

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ حضرت قیس بن ابی حازمؒ نے جلیل القدر صحابہ کرام کا زمانہ پایا ہے۔ لہٰذا ان کا ترک رفع یدین پر عمل کرنا اہم دلیل ہے۔

اعتراض: غالی غیر مقلد نور العینین ص ۳۱۴ پر لکھتا ہے۔

"اسماعیل بن ابی خالد مدلس ہیں (اسماء المدلسین نمبر ۳) انہوں نے اس روایت میں سماع کی تصریح نہیں کی لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔"

جواب: غیر مقلد زبیر علیزئی کا اعتراض مختلف وجوہات سے غلط اور مردود ہے۔

1: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسماعیل بن ابی خالد کو النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۷ پر طبقہ ثانیہ میں شمار کر کے اس کی عن والی روایت کے صحیح ہونے کے قائل ہیں۔

2: حافظ علائی رحمہ اللہ بھی اسماعیل بن ابی خالد کو جامع التحصیل ص ۱۱۳ پر طبقہ ثانیہ میں شمار کر کے اس کی عن والی روایت کے صحیح ہونے کے قائل ہیں۔

3: امام برھان الدین حلبی بھی حافظ علائی سے متفق ہیں۔ التبیین لاسماء المدلسین ص ۶۷

4: امام ابن العراقی بھی حافظ علائی کے موقف سے متفق ہیں۔ المدلسین ص ۷۸

5: عرب محقق عزم اللہ الدمینی بھی اسکی عن والی روایت کی تصحیح کے قائل ہیں۔ (التدلیس فی الحدیث ص ۲۵۲)

6: چند محدثین کرام نے اسماعیل بن ابی خالد کی تدلیس کو صرف امام شعبی رحمہ اللہ کی چند روایات کے ساتھ خاص کیا ہے جبکہ اس روایت میں امام شعبی نہیں بلکہ جلیل القدر تابعی قیس بن ابی حازم ہیں۔

7: اس روایت میں تدلیس کا اعتراض ہی مردود ہے کیونکہ اسماعیل بن ابی خالدؒ تو حضرت قیس بن ابی حازم کا عمل اور مشاہدہ پیش کر رہے ہیں جبکہ تدلیس کا اطلاق تو روایت مروی کرنے کے ساتھ خاص ہوتی ہے۔

8: روایت میں مشاہدہ یا سماع ثابت ہو جائے تو صیغہ عن سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ جلیل القدر ثقہ تابعی حضرت قیس بن ابی حازمؒ ترک رفع یدین پر عمل کرتے تھے اور ان کا یہ عمل جلیل القدر صحابہ کرام اور ان کی روایات پر ہی مبنی ہے۔

«دوسری سند»

حدثنا ابوبکر بن عیاش عن حصین و مغیرة عن ابراهیم قال لاترفع یدیک فی شیء من الصلاة الا فی الافتتاحه الاولی (مصنف ابن ابی شیبة رقم: ۲۴۶۲)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نماز میں کسی مقام پر رفع یدین نہ کیا کرو مگر صرف نماز کے شروع میں۔

«سند کی تحقیق»

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کیجئے۔

ابوبکر بن ابی شیبة ۲۳۵ھ — ثقہ حافظ — تقریب التہذیب: ۳۵۷۵

ابوبکر بن عیاش — ثقہ — تاریخ الدارمی: ۲۹۹ تقریب التہذیب: ۷۹۸۵

حصین بن عبدالرحمٰن ۱۳۶ھ — ثقہ — تقریب التہذیب رقم: ۸۳۷

مغیرۃ بن مقسم ۱۳۲ھ	ثقہ	سیر اعلام النبلاء ۱۰/۶
ابراہیم نخعی ۹۶ھ	ثقہ	تقریب التہذیب رقم: ۲۷۰

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا اپنا قول بھی ترک رفع یدین کا ہی ہے۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ اور ترک رفع یدین

جلیل القدر ثقہ تابعی عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بھی ترک رفع یدین پر عمل کرتے تھے۔

حدثنا معاوية هيشم عن سفيان عن مسلم الجهني قال كان ابن ابي ليلى يرفع يديه اول شيء اذا كبر۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ رقم: ۲۴۶۶)

ترجمہ: حضرت مسلم الجہنی فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ صرف ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے جب تکبیر (تحریمہ) کہتے تھے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کیجئے۔

ابوبکر بن ابی شیبۃ ۲۳۵ھ	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم: ۳۵۷۵
معاویۃ بن ھیشم (ہشام) ۲۰۵ھ	ثقہ	الکاشف رقم: 5535
سفیان ثوری ۱۶۱ھ	ثقہ حافظ فقیہ	تقریب التہذیب رقم: ۲۴۴۵
مسلم بن سالم الجہنی	ثقہ	الجرح والتعدیل رقم: ۸۰۸
عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ	ثقہ (تابعی)	تقریب التہذیب رقم: ۳۹۹۳

اس درج بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ جلیل القدر ثقہ تابعی عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ جنہوں نے روایت کی، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے جن صحابہ کرام کی حدیث لی اور روایت کی ان میں

حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت کعب بن عجرۃؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت المقداد بن الاسودؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت ابوالدرداؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ وغیرہم شامل ہیں۔

قارئین کرام! یہ ایک اہم نکتہ ہے اگر جلیل القدر تابعی حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ان جلیل القدر صحابہ کرام کو ترک رفع یدین کرتے نہ دیکھتے تو خود کیسے ترک رفع یدین کیسے کر سکتے ہیں۔ یہ ظاہر اور لازم ہے کہ جلیل القدر ثقہ تابعی عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے ان صحابہ کرام کو ترک رفع یدین پر عمل کرتے دیکھا ہوگا اسی لئے خود انہوں نے نماز میں رفع یدین نہیں کی ہے۔ لہذا حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی یہ روایت ایک اہم اور مضبوط نکتہ کی نشاندہی کرتی ہے اور ترک رفع یدین کو ثابت کرتی ہے۔ اور یہ یاد رہے کہ قرون اولیٰ کی اکثریت سنت پر عامل رہی ہے لہذا ترک رفع یدین والی نماز کو سنت سے خالی کہنا درست نہیں ہے۔

اعتراض:۔ غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۳۱۴ پر لکھتا ہے۔

"سفیان بن مسلم، اگر تضعیف نہیں ہے تو اس کے حالات مجھے نہیں ملے"

جواب:۔ قارئین کرام! اس روایت میں پرانے مطبوعہ نسخوں میں تضعیف ہے۔ مگر یہ روایت صحیح نسخوں میں سفیان بن مسلم نہیں بلکہ سفیان عن مسلم ہے۔ لہذا اس روایت کی تصحیح کرنی چاہیے۔ شیخ محمد عوامہ مدنی کے نسخہ میں بھی سفیان عن مسلم ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ رقم: ۲۴۶۶ تحقیق عوامہ)

اگر غالی غیر مقلد زبیر علیزئی اس روایت میں سفیان ثوری کی تدلیس کا اعتراض وارد کریں تو وہ بھی مردود ہے کیونکہ حافظ ابن حجر نے النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۸ پر سفیان ثوری کی تدلیس کو قابل قبول مانا ہے جبکہ دیگر محدثین کرام بھی سفیان ثوری کی عن والی روایات قبول کرتے ہیں۔

مزید تفصیلی جواب کے لئے اسی کتاب کا مضمون غایۃ التقدلیس فی مسئلۃ التدلیس کا مطالعہ کریں جس میں زبیر علیزئی کی مسئلہ تدلیس پر دھوکہ دہی اور خیانت واضح کر دی گئی ہے۔ لہذا اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ یہ روایت صحیح اور ثابت ہے۔

امام شعبیؒ و ابواسحاقؒ اور ترک رفع یدین

جلیل القدر ثقہ تابعین امام شعبیؒ اور امام ابواسحٰقؒ بھی ترک رفع یدین پر عمل کرتے تھے ۔

حدثنا یحیی بن آدم عن حسن بن عیاش عن عبدالملک بن ابجر ...... قال عبدالملک و رأیت الشعبی و ابراھیم وأبا اسحاق لا یرفعون ایدیھم الا حین یفتتحون الصلاۃ ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ رقم الحدیث:۲۴۶۹)

ترجمہ : حضرت عبدالملک بن ابجر فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبیؒ، ابراہیم نخعیؒ اور ابواسحٰق سبیعیؒ کو دیکھا ہے یہ لوگ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کیجئے۔

ابوبکر بن ابی شیبۃ	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم:۳۵۷۵
یحیٰی بن آدم	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم:۷۶۹۶
حسن بن عیاش	ثقہ	الکاشف رقم:۱۰۵۷
عبدالملک بن ابجر	ثقہ	تقریب التہذیب رقم:۴۱۸۱
اسرائیل بن یونس ابی اسحاق السبیعی	ثقہ	تقریب التہذیب رقم:۴۰۱
شعبی (عامر بن شراحیل)	ثقہ مشہور فقیہ	تقریب التہذیب رقم:۳۰۹۲

علامہ ذہبیؒ نے الکاشف رقم:۲۵۳۱ پر لکھا ہے کہ امام شعبی نے پانچ سو صحابہ کو پایا ہے۔ لہذا ثقہ تابعی امام شعبی کا ترک رفع یدین یک معمولی بات سمجھ کر یا یہ کہہ کر کہ تابعی کا فعل ہے، اس کو رد کر دینا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ امام شعبیؒ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت علیؓ اور حضرت ابو ہریرۃؓ سمیت کئی صحابہ کرام سے احادیث سنیں اور پانچ سو صحابہ کی زیارت کا شرف اور علم حاصل کرنے کا شرف پایا۔

لہذا امام شعبیؒ کا ترک رفع یدین کا حامی ہونا ایک اہم نکتہ ہے کیونکہ انہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کی زیارت کی اور یہ بات سمجھنا کوئی مشکل نہیں کہ ان کے اس عمل ترک رفع یدین پر عمل کرنا صرف اور صرف جلیل القدر صحابہ کا ترک رفع یدین پر عمل کرنا اور ان صحابہ کرامؓ سے ترک رفع یدین کی احادیث سننے پر ہی مبنی ہے۔

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ان کا ترک رفع یدین پر عمل کرنے ایک اہم اور بڑی حجت والی دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھی اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھی بھی ترک رفع یدین پر عمل کرتے تھے

قارئین کرام حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی طرح ان کے اصحاب و ساتھی بھی ترک رفع یدین پر عمل پیرا تھے۔

حدثنا وکیع و ابو اسامۃ عن شعبۃ عن ابی اسحاق قال کان اصحاب عبداللہ واصحاب علی لا یرفعون أیدیھم الا فی افتتاح الصلاۃ قال وکیع ، ثم لا یعودون . (مصنف ابن ابی شیبۃ رقم الحدیث:۲۴۶۲)

ترجمہ : حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے اصحاب و شاگرد صرف نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے۔ حضرت وکیع فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد کسی مقام پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

«سند کی تحقیق»

اس سند کے تمام راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کیجئے۔

راوی	توثیق	حوالہ
ابوبکر بن ابی شیبۃ	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم:۳۵۷۵
وکیع بن الجراح	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم:۷۴۱۴
ابو اسامۃ ۲۰۱ھ	ثقہ ثبت	تقریب التہذیب رقم:۱۴۸۷
شعبہ بن الحجاج	ثقہ حافظ متقن	تقریب التہذیب رقم:۲۷۹۰
ابی اسحاق	ثقہ	تقریب التہذیب رقم:۴۰۱

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس روایت کی سند بالکل صحیح اور ثابت ہے۔

اعتراض : غالی غیر مقلد زبیر علیزئی نور العینین ص ۳۱۲ پر لکھتا۔

ان اصحاب عبداللہؓ اور اصحاب علیؓ میں سے کسی ایک کا نام بیان نہیں کیا گیا لہٰذا یہ سارے مجہول ہیں۔ اگر ان سے مراد ثقہ حضرات تھے تو ان کا نام ظاہر نہ کرنے کی کیا وجہ ہے

جواب: عرض یہ ہے کہ ایسا اعتراض وارد کرنا کم علمی اور جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے کیونکہ اگر اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اصحاب حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اگر صرف دو تین ہوتے تو پھر اعتراض بھی سمجھ میں آتا تھا مگر جب ایسے جلیل القدر کے اصحاب کثیر تعداد میں ہوں تو ان سب کا نام لینا محال ہے۔ جو روایت میں بیان کرنا مشکل ہے۔ مگر محدثین کرام نے اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اصحاب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اصحاب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

جناب ذرا اصحاب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں محدثین کرام کی آراء ملاحظہ کیجئے۔

1: ثقہ تابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

كان أصحاب عبدالله الذين يقرؤون و يفتون ستة علقمة و الاسود ، مسروق و عبيدة والحارث بن قيس و عمرو بن شرجيل۔ (الطبقات الکبریٰ ۱۰/۶)

امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو عالم تھے اور فتویٰ دیا کرتے تھے وہ چھ ہیں۔ علقمہ، الاسود، مسروق وعبیدہ، الحارث بن قیس اور عمرو بن شرجیل شامل ہیں۔

2: ثقہ تابعی امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

كان فقهاء بعد اصحاب رسول الله ﷺ بالكوفة في اصحاب عبدالله بن مسعود رضي الله عنه و هؤلاء علقمة بن قيس النخعي و عبيدة بن قيس المرادي ثم السلماني و شريح بن الحارث الكندي و مسروق بن الاجدع الهمداني الوادي . (تاریخ بغداد ۱۲/۲۹۹)

امام شعبی فرماتے ہیں کہ کوفہ میں اصحاب نبی کریم ﷺ کے بعد فقیہ اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ تمام علقمہ بن قیس، عبیدۃ بن قیس شریح بن الحارث مسروق بن الاجدع ہیں۔

3: امام بخاری کے استاد علی بن المدینی فرماتے ہیں۔

اصحاب عبدالله بن مسعود رضي الله عنه الذين يفتي بقولهم ستة علقمة والاسود و مسروق وعبيدة و عمرو بن شرجيل والحارث يعني الهمداني۔ (علل ص ۱۳۶)

امام علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ اصحاب عبداللہ بن مسعود جو ان کے قول پر فتویٰ دیتے وہ چھ ہیں۔ علقمہ ، الاسود، عبیدۃ ،عمرو بن شرجیل اور الحارث ہیں۔

قارئین کرام! ان درج بالا ٦ فقیہ ثقہ محدث مطلق کے علاوہ بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بہت سے شاگرد اور اصحاب ہیں مگر یہ تمام ٦ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم اور قول کو سب سے زیادہ جانتے تھے لہٰذا جہاں بھی اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہو تو ان میں یہ ٦ ضرور شامل ہوں گے۔ اور جب اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا جائے تو اس سے مطلقاً یہ ٦ شاگرد مراد ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس تخصیص کے بعد غالی غیر مقلد کا اعتراض باطل اور مردود ہے اور یہ ثابت ہوا کہ یہ تمام ٦ جلیل القدر تابعی فقہ ترک رفع یدین کرتے تھے۔

اصحاب حضرت علی المرتضیٰؓ

اصحاب حضرت علی تو بے شمار ہیں مگر ہم چند اصحاب کا مختصراً تذکرہ پیش کر رہے ہیں۔

1	عقبۃ بن ظبیان	تاریخ الکبیر رقم:۲۹۱۱
2	عمرو بن الحمق	الثقات رقم:۸۹۴
3	شیحۃ بن عبداللہ	الثقات رقم:۳۴۰۸
4	عبداللہ بن بدیل	الثقات رقم:۳۵۹۰
5	بکر بن قرواش (ثقہ)	معرفۃ الثقات رقم:۱۷۱
6	ظالم بن عمرو (ثقہ)	معرفۃ الثقات رقم:۸۰۴
7	عبداللہ بن سلمۃ (ثقہ)	معرفۃ الثقات رقم:۸۹۸
8	عبدالرحمن بن قیس (ثقہ)	معرفۃ الثقات رقم:۱۰۶۹
9	عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ (ثقہ)	معرفۃ الثقات رقم:۱۰۷۲

10	عبیدۃ السلمانی (ثقہ)	معرفۃ الثقات رقم:۱۱۹۷
11	صعصعۃ بن صوحان (ثقہ)	الطبقات الکبریٰ ۲۲۱/۶
12	عبد خیر بن یزید (ثقہ)	الطبقات الکبریٰ ۶. ۲۲۱
13	عاصم بن ضمرۃ (ثقہ)	الطبقات الکبریٰ ۲۲۲/۶
14	زید بن یثیع	الطبقات الکبریٰ ۲۲۲/۶
15	شریح بن نعمان	الطبقات الکبریٰ ۲۲۲/۶
16	عبید بن عمرو الخارفی	الطبقات الکبریٰ ۲۲۳/۶
17	بکر بن قرواش	تعجیل المنفعۃ ۳۵۲/۱
18	شریح بن ہانی (ثقہ)	تہذیب التہذیب رقم:۵۷۸
19	عاصم بن ضمرۃ (ثقہ)	تہذیب التہذیب رقم:۷۷
20	وھب بن عبداللہ	خلاصۃ تذھیب ۴۱۸/۱
21	عمرو بن سلمۃ (ثقہ)	سیر اعلام النبلاء ۵۲۳/۳
22	مالک بن الحارث	سیر اعلام النبلاء ۳۳/۴

قارئین کرام! بطور تبرک اصحاب حضرت علیؓ کا تذکرہ پیش کیا گیا ہے ورنہ اصحاب علی المرتضیٰ بڑی تعداد میں ہیں۔ اس درج بالا تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ تمام شاگرد اور اصحاب رفع یدین نماز میں نہیں کرتے تھے۔ اور ہماری پیش کردہ روایت میں ثقہ جلیل القدر تابعی امام شعبی جنہوں نے ، پانچ سو صحابہ کرام کی زیارت کی انہوں نے بھی وہ واضح کر دیا کہ اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اصحاب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز میں ترک رفع یدین پر عمل پیرا تھے۔ لہٰذا اس روایت کو رد کرنا یا نہ ماننا آسان نہیں ہے۔ امت کی ایک بڑی تعداد نماز میں رفع یدین پر ہی عمل کرتی تھی اور یہ بھی یاد رہے کہ اصحاب و شاگرد حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اصحاب حضرت علی المرتضیٰ جلیل القدر تابعی تھے اور ان کا رفع یدین نماز میں نہ کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ انہوں نے ان دونوں فقیہ اور جلیل القدر صحابہ کرام کو نماز میں رفع یدین کرتے نہیں دیکھا اور اس لئے خود بھی ترک رفع یدین پر عمل کیا۔

جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن جبیرؒ اور ترک رفع یدین

دیگر صحابہ کرام اور جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن جبیر بھی ترک رفع یدین پر عمل کرتے تھے۔

فی کتاب الصلاۃ لأبی نعیم الفضل : ثنا حسن بن صالح عن وفاء و کان سعید بن جبیر لا یرفع یدیه فی الرکوع. (شرح ابن ماجہ ۱/۱۴۷۱)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ رکوع میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے راویوں کی مختصر اتوثیق ملاحظہ کیجئے۔

ابونعیم الفضل بن دکین ۲۱۹ھ	ثقہ ثبت	تقریب التہذیب رقم: ۵۴۰۱
الحسن بن صالح ۱۶۹ھ	ثقہ فقیہ عابد	تقریب التہذیب رقم: ۱۲۵۰
وفاء بن ایاس	ثقہ	الطبقات الکبری ۶/۳۵۴
سعید بن جبیر ۹۵ھ	ثقہ ثبت فقیہ	تقریب التہذیب رقم: ۲۲۷۸

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

جلیل القدر ثقہ تابعی حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیرؒ اور ترک رفع یدین

اخرجه البیهقی فی الخلافیات ایضاً ، اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ عن ابی العباس محمد بن یعقوب عن محمد ابن اسحاق عن الحسن بن ربیع عن حفص بن غیاث عن محمد بن ابی یحیٰ عن عباد بن الزبیر أن رسول اللہ ﷺ کان اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیه فی أول الصلاۃ ، ثم لم یرفعهما فی شیٔ حتی یفرغ۔ (نصب الرایہ ۱/۴۰۴)

ترجمہ: حضرت عباد بن الزبیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تھے تو ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے پھر نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نماز سے فارغ ہو جاتے۔

﴿سند کی تحقیق﴾

اس سند کے راویوں کی مختصر اتوثیق ملاحظہ کیجئے۔

امام بیہقی صاحب الخلافیات	حافظ العلامۃ	سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۶۵، رقم: ۸۶
ابوعبداللہ الحافظ الحاکم	الامام الحافظ	سیر اعلام النبلاء ۱۶/۳۷۱، رقم: ۲۶۷
محمد بن یعقوب الاصم النیشاپوری	ثقہ	التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن ۱/۱۲۳
محمد بن اسحاق الصغانی	ثقہ ثبت	تقریب التہذیب رقم: ۵۷۲۱

اعتراض: غالی غیر مقلد زبیر علیزئی ۱۴/ نور العینین ص ۲۹۶ پر لکھتا ہے کہ اس کی سند کے ایک راوی "محمد بن اسحاق" کا تعین مطلوب ہے یہ وضاحت کی جائے کہ یہ کون ذات شریف ہے؟

جواب: عرض یہ ہے کہ ذرا اسماء الرجال کی کتابوں کا بغور مطالعہ فرمایا کریں تا کہ راوی کے تعین میں آسانی ہو۔ جناب اس روایت میں محمد بن اسحاق سے مراد محمد بن اسحاق صغانی ہے اور

جو کہ محمد بن یعقوب الاصم کے استاد ہیں۔ لہٰذا ایسے اعتراض فضول اور مردود ہیں۔

الحسن بن ربیع البورانی	ثقہ	تقریب التہذیب رقم: ۱۲۴۱
حفص بن غیاث	ثقہ فقیہ	تقریب التہذیب رقم: ۱۴۳۰
محمد بن ابی یحییٰ سمعان	ثقہ	الکاشف رقم: ۵۲۱۹
عباد بن عبداللہ بن الزبیر	ثقہ	تقریب التہذیب رقم: ۳۱۳۵

اس درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اعتراض: غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے۔

''حفص بن غیاث مدلس ہے لہٰذا اس کے سماع کی تصریح ثابت کی جائے''۔ (نور العینین ص ۲۹۶)

فی کتاب عرض یہ ہے کہ راوی پر تدلیس کا الزام وارد کر کے راہ فرار اختیار نہ کریں۔ حافظ ... ریف اھل التقدیس ص ۸۰ اور النکت علی ابن صلاح ص ۲۵۶ پر اس کو طبقہ اولی کا مدلس قرار دے کر اس کی عن والی روایت بغیر سماع کی تصریح کو صحیح مانا ہے۔ مزید یہ کہ عرب عالم مسفر بن غرم اللہ الدمینی نے تدلیس فی الحدیث ص ۱۹۵ پر اسکو طبقہ اولی کا مدلس مان کر اس کی عن والی روایت کی صحت کا قائل ہے۔ لہٰذا ہر مدلس راوی کی عن والی روایت پر جرح کرنا باطل اور مردود ہے۔

غیر مقلد زبیر علیزئی کے تدلیس پر اشکالات کا تفصیلی اور تحقیقی جائزہ کے لئے اسی کتاب کا مضمون غایۃ التقدیس فی مسئلۃ التدلیس کا مطالعہ فرمائیں۔

غالی غیر مقلد زبیر علیزئی کے ہر اعتراض کا جواب تحقیقی طور پر دیا گیا ہے۔ لہٰذا غیر مقلد زبیر علیزئی کا تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہے۔

اعتـــراض: غالی غیر مقلد زبیر علیزئی لکھتا ہے۔ ''روایت منقطع ہے۔ یعنی مرسل روایت کو جمہور اہل تحقیق نے رد کر دیا ہے۔ (نور العینین ص ۲۹۶، ۲۹۷)

جواب: عرض یہ ہے کہ اس روایت پر مرسل کا اطلاق کرنا لغوی طور پر تو صحیح ہو سکتا ہے مگر اس کو اصطلاحی مرسل کہنا مناسب نہ ہوگا کیونکہ ثقہ تابعی عباد بن الزبیر جو کہ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں انہوں نے رسول اکرم ﷺ کا ایک عمل بتایا ہے۔ انہوں نے اس روایت میں یہ نہیں کہا کہ میں نے دیکھا ہے یا سنا ہے۔ حضرت عباد بن زبیر رضی اللہ عنہ صرف اتنا کہہ رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کا ترک رفع یدین کرنا اپنے والد جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یا دوسرے جلیل القدر صحابی سے سنا ہوگا۔ اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جو کام متواتر اور مشہور ہو تو اس کے لئے بعض راوی روایت کرتے ہوئے اپنے شیخ کا نام نہیں لیتے کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک کام اتنا مشہور اور عام ہوتا ہے کہ اس کا ہونا یقینی ہوتا ہے۔ اور اس لئے حضرت عباد بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے دور میں ترک رفع یدین پر عمل متواتر رہا ہوگا یا کم از کم اتنا مشہور ہوگا کہ انہوں نے اس عمل کو نبی کریم ﷺ کا ذکر خیر کیا۔ اور یہ لازمی بات ہے کہ حضرت عباد بن الزبیر ثقہ تابعی کے دور میں صحابہ کرام بھی ترک رفع یدین پر عمل کرتے ہوں گے اور خاص طور پر ان کے والد حضرت عبداللہ بن زبیر بھی ترک رفع یدین پر عمل کرتے ہوں گے اور یہ بات تو واضح ہے کہ ان صحابہ کرام کا ترک رفع یدین کا عمل صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کی حدیث اور سنت پر ہوتا ہے۔

لہٰذا اس روایت کو مرسل کہہ کر ضعیف کہنا باطل اور مردود ہے۔ مزید یہ کہ اس سے یہ بات تو واضح ہو گئی کہ جلیل القدر ثقہ تابعی حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خود ترک رفع یدین کرتے تھے۔

قارئین کرام! اس درج بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ کی سنت ترک رفع یدین ہی تھی اور خود جلیل القدر تابعی حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ترک رفع یدین پر عمل کرتے تھے۔

قرونِ اولیٰ کے ثقہ فقہاء اور ترک رفع یدین

قرونِ اولیٰ کے فقہاء کرام بھی ترک رفع یدین پر عمل کرتے تھے۔ اور اس دور کے فقہاء کا عمل کرنا ایک بڑی اہم دلیل ہے۔

حدثنی ابن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابوبکر بن عیاش قال ما رایت فقیہا قط یفعلہ ، یرفع یدیہ فی غیر التکبیرۃ الأولی ۔ (شرح معانی الآثار ۱/۵۶۲)

ترجمہ : حضرت ابوبکر بن عیاش فرماتے ہیں کہ میں نے ہرگز کسی فقیہ کو بھی پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

«سند کی تحقیق»

اس سند کے راویوں کی توثیق ملاحظہ کیجیے۔

ابراہیم بن ابی داؤد	الحافظ المتقن	سیر اعلام النبلاء ۱۲/۶۱۲، رقم: ۲۳۷
احمد بن عبداللہ بن یونس	ثقہ حافظ	تقریب التہذیب رقم ۶۳
ابوبکر بن عیاش	ثقہ عابد	تقریب التہذیب رقم: ۷۹۸۵

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

قارئین کرام! یہ بات واضح رہے کہ ترک رفع یدین کی تمام احادیث سے جمہور محدثین کرام اور فقہاء نے متنازع رفع یدین یعنی رکوع میں جاتے اور رکوع سے آتے ہوئے پر استدلال کیا ہے اور اگر کوئی چالاکی دکھلا کر یہ کہے کہ پھر حنفی حضرات نماز عیدین اور وتر میں رفع یدین کیوں کرتے ہیں تو عرض یہ ہے کہ احناف دلائل کا اعتبار کرتے ہیں جس مقام پر رفع یدین کرنے کی ممانعت ہے وہاں رفع یدین نہیں کرتے اور جہاں رفع یدین کرنے کی خاص احادیث موجود ہیں یعنی وتر اور عیدین کے موقع پر تو ان مقامات پر قائل ہیں۔ مگر غیر مقلد زبیر علیزئی کا بحث کو الجھانا فضول ہے کیونکہ خاص عام پر مقدم ہوتا ہے یا خاص کو تخصیص

حاصل ہوتی ہے کیونکہ نماز عام ہے اور عیدین اور وتر کی نماز خاص ہے اسلئے اس کو استثناء حاصل ہے۔ لہٰذا ایسے بے سروپا اعتراضات کے ذریعے جان کی خلاصی ممکن نہیں۔

جلیل القدر محدث سفیان بن عیینہؒ کا ترک رفع یدین

قارئین کرام، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اثبات رفع یدین کی احادیث کے مرکزی راوی جلیل القدر محدث سفیان بن عیینہؒ بھی کبھی رفع یدین کرتے اور کبھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

"قال ابی۔۔۔ وکان ابن عیینہ ربما رفع یدہ و ربما لم یرفع" ۔ (العلل ومعرفۃ الرجال رقم: ۵۱۳۱_۲/۲۵۶)

امام احمد بن حنبلؒ نے کہا۔ اور سفیان بن عیینہؒ بھی کبھی رفع یدین کرتے اور کبھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

اس قول سے اُن لوگوں کا رد ہوتا ہے جو یہ راگ الاپتے ہیں کہ رفع یدین کے بغیر نماز ناقص یا خلاف سنت ہوتی ہے۔

جلیل القدر محدث سفیان ثوریؒ کا ترک رفع یدین

جلیل القدر محدث سفیان ثوری بھی ترک رفع یدین پر عمل پیرا تھے۔

۱۔ امام مروزی لکھتے ہیں۔ "قال سفیان: لا ترفع یدیک الا فی اول تکبیرۃ و ان فعلت ذلک فقد فعل" (اختلاف العلماء ص ۴۸) یعنی سفیان ثوریؒ نے کہا کہ ہاتھوں کو نہ اٹھاؤ مگر پہلی تکبیر کے وقت۔۔۔

۲۔ ابوبکر قفالؒ لکھتے ہیں۔ "والثوری لا یرفع الیدیہ الا فی تکبیرۃ الافتتاح" (حلیۃ العلماء ۲/۹۶) اور سفیان ثوریؒ رفع یدین نہ کرتے تھے مگر ابتدائی تکبیر کے وقت۔ (یعنی باقی نماز میں رفع یدین نہ کرتے تھے۔)

معلوم ہوا کہ محدثین کے امام سفیان ثوریؒ بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور فتویٰ بازقسم

کے مولوی اور جاہل قسم کے مناظرین کو ذرا سوچ سمجھ کے رفع یدین نہ کرنے والوں کے متعلق رائے دینی چاہیے۔ اور اگر شعبدہ باز قسم کے لوگ یہ کہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے مقابلے میں کسی کی رائے حجت نہیں۔ تو جواب عرض یہ ہے کہ ایسے باتوں سے لوگوں کو ورغلانا چھوڑ دیں۔ یہ بات تو مسلمہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے مقابلے میں کسی کی رائے حجت نہیں مگر یہ بات بھی یاد رہے کہ جلیل القدر محدثین نے اپنی ساری عمر احادیث کو جمع کرنے اور اس پر عمل کرنے میں صرف کر دی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایسے جلیل القدر محدثین کرام ترک رفع یدین پر عمل کر کے ناقص نماز پڑھیں۔ لہذا کم از کم ترک رفع یدین کرنے والوں کی نمازوں کو خلاف سنت نہیں کہنا چاہیے۔ کیونکہ ترک رفع یدین احادیث نبوی ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع التابعین، فقہاء کرام اور محدثین کے عمل کے مطابق ہے۔

میری اس تحقیق سے اتفاق یا اختلاف پڑھنے والے کا بنیادی حق ہے مگر میری یہ درخواست ہے کہ میری تحقیق کا غیر جانبدارانہ ماحول میں مطالعہ کیا جائے اور اگر کسی بات یا تحقیق سے اختلاف ہو تو دلائل کی روشنی میں آگاہ کریں اور اگر اتفاق ہو تو اس پر عمل کیا جائے۔ ہر مثبت تنقید کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ مزید یہ کہ میری خطا یا غلطی کو جھوٹ نہ سمجھیے گا کیونکہ قصداً کوئی بھی ایسا عمل نہیں کیا۔ اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ میری اس تحقیق کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

بیشک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے

(آل عمران: ۳، آیت: ۱۹)

آداب عقائد و عبادات

(قرآن و سنّت کی روشنی میں)

مؤلف

مرزا ریاض احمد

©

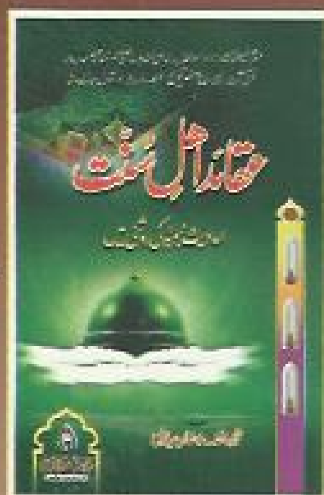
زاویہ پبلشرز

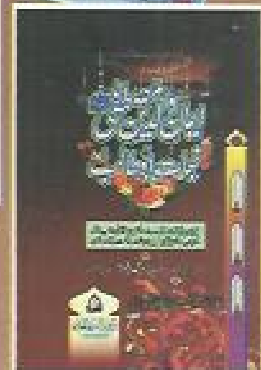
8-C (محی الدین بلڈنگ) داتا دربار مارکیٹ، لاہور

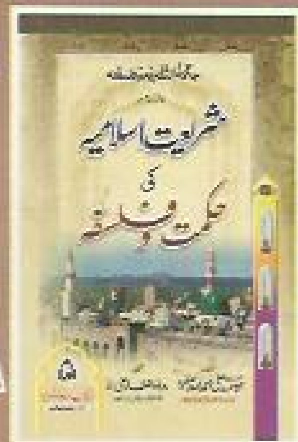
فون: 042-7248857

موبائل: 0300-9487047 - 0300-4505466

Email: zaviapublishers@yahoo.com



عقائد اہل سنت


شریعت اسلامیہ
کی
حکمت و فلسفہ
